

عزات سیریز
سپر مائیکسڈ

Pakistanipoint
Waqar
Azeem

فاروق سلیم

عراق سیریز

سپر مائنڈ

مکمل ناول

فاروق سلیم

Pakistanipoint

Waqar
Azeem

کتب ملنے کا پتہ -

الحمد مارکیٹ
اردو بازار
لاہور

Mob: 0300-9401919

یوسف برادرز

سرِ راہ

اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور پیش کردہ پکڑیں غرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت مجلس انتظامیہ ہوگی جس کے لئے پبلشرز مصنف پرنٹرز غرضی ذمہ دار نہیں ہوئے۔

محترم قارئین۔ السلام علیکم۔ سپر مانیٹڈ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ایک ایسا کردار عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سے نگرانا ہے جس کی ذہانت کے سامنے جہاں پوری پاکیشیا سیکرٹ سروس بے بس نظر آتی ہے وہیں عمران کو بھی شکست سے دو چار ہونا پڑتا ہے اور سپر مانیٹڈ عمران کو ہی اپنے مشن کی کامیابی کے لیے استعمال کر لیتا ہے۔ کبھی کبھار سیر کے مقابلے میں سوا سیر بھی آجاتا ہے اور اس ناول میں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ اب یہ تو آپ کو ناول پڑھ کر ہی معلوم ہوگا کہ سپر مانیٹڈ کون تھا اور یہ جنگ کون جیتا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول آپ کے معیار پر پورا اترنے کی ہر لحاظ سے صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ اس پر بے حد محنت کی گئی ہے۔ برائے مہربانی اپنی آراء سے ضرور نوازئیے گا لیکن ناول پڑھنے سے پہلے اپنے چند خطوط اور ان کے جوابات بھی ملاحظہ کر لیجیے۔ جن کی وجہ سے لکھنے کا مزید حوصلہ پیدا ہوا ہے۔

لاہور سے امجد شاہد لکھتے ہیں۔ ماورائی ناول مجھے بے حد پسند ہیں اور میں مظہر کلیم صاحب کے تمام ناول خصوصاً ماورائی ناولوں کا شیدائی ہوں۔ ماورائی ناول ان کے علاوہ چند اور رائٹرز نے بھی لکھنے کی کوشش کی ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ان میں سے کچھ

ناشر ————— محمد یوسف قریشی
اہتمام ————— محمد بلال قریشی
قانونی مشیران ————— غلام مصطفیٰ قریشی ملتان
————— ملک محمد اشرف لاہور
طابع ————— پرنٹ یارڈ پرنٹرز لاہور
قیمت ————— 175/- روپے



لکھنے والوں نے تو ماورائی ناولوں کی بجائے بچوں کی کہانیاں لکھنی شروع کر دی ہیں۔ آپ کا پہلا ناول سغلی چہرے بھی ڈرتے ڈرتے خریدا کہ اس بار پتہ نہیں کون سی بچوں کی کہانی پڑھنے کو ملے گی مگر آپ کا ناول پڑھ کر کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ مجھے یقین نہیں آیا کہ کوئی رائٹر پہلی مرتبہ ہی ایسا معیاری ماورائی ناول لکھ سکتا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ زیادہ سے زیادہ عمران سیریز لکھیں کیونکہ معیاری عمران سیریز لکھنے والوں کی بہت کمی ہو گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری درخواست رد نہیں کریں گے۔

محترم امجد شاہ صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکر ہے۔ مجھے خوش ہے کہ آپ کو میری پہلی کوشش پسند آئی ہے۔ مظہر کلیم صاحب میرے بھی پسندیدہ رائٹر ہیں اور ان کے ناول میرے لیے مشعل راہ ہیں۔ میری پوری کوشش ہے کہ اپنے پڑھنے والوں کے لیے ہر لحاظ سے معیاری ناول لکھے جائیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

بہاولپور سے ملک راشد لکھتے ہیں۔ آپ واقعی باکمال لکھتے ہیں کیونکہ پہلے ہی ناول سغلی چہرے میں تینوں عظیم کرداروں کو یکجا کرنا اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان کی کردار سازی کرنا آسان کام نہیں تھا مگر آپ نے یہ کام نہایت خوش اسلوبی سے کیا ہے اور پڑھ کر کہیں سے یہ نہیں لگ رہا ہے کہ یہ لکھنے والے کا پہلا ناول ہے۔ کرنل فریدی جیسے عظیم کردار کے ساتھ بہت سے لکھنے والوں نے ہمیشہ ہی

زیادتی کی ہے مگر آپ نے کرنل فریدی کے کردار کو بہت عمدہ اور زبردست انداز میں پیش کیا ہے۔ امید ہے کرنل فریدی کا نیا ساتھی ماسٹر جیف ایک اچھا اضافہ ثابت ہوگا۔ اس لیے مبارک باد قبول کریں اور ایسے ہی معیاری عمران سیریز لکھتے رہیں۔

محترم ملک راشد صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکر ہے۔ عمران، کرنل فریدی اور میجر پرمود جیسے کرداروں کو یکجا کرنا بلاشبہ بہت مشکل کام تھا مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری محنت آپ کو پسند آئی ہے۔ کرنل فریدی جیسا کردار جب کسی کو اپنا ساتھی بناتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا ساتھی بھی اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے اس کی امیدوں پر پورا اترے گا اور یہ ہے کہ ماسٹر جیف بھی کرنل فریدی کی شیم کا ایسا ہی ہمراہ ثابت ہوگا جس پر کرنل فریدی بے حد متکبر ہے۔ مجھے امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے اور اپنی رائے سے ضرور مستفید کریں گے۔

شہر کا نام لکھے بغیر حمزہ علی لکھتے ہیں۔ میں طویل عرصے سے عمران سیریز کا قلدی ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ طویل عرصے کے بعد معیاری عمران سیریز لکھنے کے لیے آپ جیسا مصنف میدان میں آیا ہے۔ آپ کا پہلا ناول بہت اچھا تھا۔ بہت کم ایسے مصنف ہیں جن کے پہلے ہی ناول اتنے شاندار ہوں۔ میرا آپ سے سوال ہے جو کہ اکثر پوچھا جاتا ہے کہ کامیاب آدمی کے پیچھے کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔

محترم حمزہ علی صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکر یہ۔
 عمران سیریز کے ساتھ میرا لگاؤ بہت پرانا ہے۔ ابن صفی صاحب اور
 مظہر کلیم صاحب کے ناول پڑھتے پڑھتے ہی لکھنے کا شوق پیدا ہوا اور
 یوسف قریشی صاحب کی مہربانی ہے کہ انہوں نے اس شوق کو پورا
 کرنے کا بیڑہ اٹھا لیا اور بہتر راہنمائی کے لیے بہت مناسب اقدامات
 کیے۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے اور آپ پہلے ہی ناول پر
 مجھے کامیاب مصنف کہہ رہے ہیں تو آپ کے منہ میں کبھی شکریہ۔
 اب اجازت دیجیے۔

اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین
 والسلام۔

فاروق سلیم

رات کا وقت تھا۔ دو بجنے میں تقریباً پانچ منٹ باقی تھے۔
 دارالحکومت ان دنوں شدید سردی کی لپیٹ میں تھا۔ لوگ سردی سے
 بچنے کے لیے گھروں میں بیئر جلائے اور رضائیوں، کبلوں میں گھسے
 سردی لم کرنے کی فکر میں تھے مگر پھر بھی سردی تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی
 تھی۔ دارالحکومت کے شمالی حصے میں موجود نشاط کالونی کی سڑکیں بھی
 اس وقت سردی کی وجہ سے دیران اور سنسان ہو چکی تھیں۔

دو بجنے میں ایک منٹ باقی تھا کہ عین اسی وقت نشاط کالونی کی
 سڑکوں پر کسی تیز رفتار گاڑی کے گزرنے کی آواز سنائی دی اور اگلے
 ہی لمحے فضاء بریک لگنے کی آواز سے گونج اٹھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ
 تیزی سے دوڑتی ہوئی گاڑی کو کسی مجبوری کی وجہ سے اچانک بریک
 لگانے پڑے ہوں۔ ابھی بریکوں کی بازگشت ختم نہ ہوئی تھی کہ نشاط
 کالونی انسانی چیخوں سے گونج اٹھی۔ چیخوں میں ایسی درد کی کیفیات

تھیں کہ سننے والوں کے دل: بل گئے۔ ان چیخوں کو سن کر ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کسی زندہ انسان کو ذبح کیا جا رہا ہو یا اس کو زندہ آگ پر جلایا جا رہا ہو۔

نشاط کالونی کے مکین پر یہ سہو کر اپنے گھروں سے نکلنے لگے۔ دو بج کر بتیس منٹ ہو چکے تھے اور چلانے کی آواز اب بھی اسی شدت سے مسلسل گونج رہی تھی مگر جیسے ہی نشاط کالونی کا پہلا مکین اپنے گھر سے نکلا، اس وقت خاموشی چھا گئی۔ ایک ایک کر کے تقریباً پوری کالونی ہی سردی کی پروا کیے بغیر اب گھروں سے نکل آئی تھی۔ چاروں طرف چہ گویاں ہو رہی تھیں۔ ہر کوئی یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ چینی کس بے بس انسان کی تھیں۔

”ایسا لگتا ہے کہ کوئی راگیر گاڑی سے ٹکرایا ہے اور گاڑی والا اسے مرنا چھوڑ کر بھاگ گیا ہے کیونکہ گاڑی کی بریکیں لگنے کی آواز میں نے خود سنی تھی۔“ لوگوں کے جھوم سے ایک آواز سنائی دی۔

”مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے کہ کوئی گاڑی والا کسی راگیر کو پکڑ کر گاڑی بھگالے گیا ہے۔“ ایک اور آواز سنائی دی۔

”کیا اب ہم یہیں کھڑے رہ کر اپنے خیالات ہی پیش کرتے رہیں گے یا اس حادثے والی جگہ کو ڈھونڈ کر زخمیوں کی مدد بھی کریں گے۔“ اس بار سخت آواز میں کسی نے کہا۔

”ہاں یہ کام تو ہمیں سب سے پہلے کرنا چاہیے تھا مگر سردی نے

شانہہ پہننے سمجھنے کی صلاحیت ہی سلب کر لی ہے اس لیے ہم سب اب تک یہیں کھڑے ہیں۔“ کسی نے جلدی سے کہا۔

اس کے بعد نو جوانوں کی ٹولیاں بنی شروع ہو گئیں اور وہ مارچز لپے نشاط کالونی کے ہر کونے میں پھیل گئے تاکہ زخمیوں کو ڈھونڈ کر طبی امداد دے سکیں۔ ایک گھنٹے تک شدید سردی میں تلاش کرنے کے باوجود کسی کو نہ تو کوئی زخمی انسان نظر آیا اور نہ ہی کہیں کسی حادثے کا نشان ملا۔ آخر تھک ہار کر لوگ واپس گھروں کو جانے لگے۔

”کیا ہم سب نے کوئی خواب دیکھا ہے کہ حادثے کے باوجود کوئی زخمی نظر نہیں آیا۔“ کسی نے ابھی ہوئی آواز میں کہا۔

”نہیں ہم سب لوگ ایک ساتھ تو خواب نہیں دیکھ سکتے۔ ضرور کچھ نہ کچھ تو ہوا ہے مگر ہم اسے تلاش نہیں کر پائے۔ میرے خیال میں ہمیں پولیس کو فون کرنا چاہیے۔“ کسی نے کہا۔

”مگر کیا فائدہ۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ پولیس کو کیا بتائیں گے۔“ ایک اور شخص نے اعتراض کیا۔

”ایسے لگتا ہے جیسے ہم سب کے اجتماعی طور پر کان بجتے لگیں ہیں۔“ اب کی بار کسی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”نہیں خیر۔۔۔ کان تو نہیں بجے تھے۔ مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا مگر چیخنے والے کو شانہہ زندہ آگ پر جلایا جا رہا تھا۔“

”میں پھر کہتا ہوں کہ پولیس کو فون کر دینا چاہیے تاکہ کل کو کوئی بات ہو تو ہماری کالونی کے لوگ محفوظ رہیں۔“

”ہاں بھئی۔۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔۔ چلو فون کر لیتے ہیں اور کچھ نہیں تو پولیس والوں کی فرض شناسی کا مزید تجربہ دیکھ لیں گے۔“

یہ آوازیں ان نوجوانوں کی تھیں جو حادثے والی جگہ کو ڈھونڈنے نکلے تھے۔ اس کے بعد پولیس کو باقاعدہ مطلع کرنے کے بعد سب نوجوان بھی اپنے گھروں میں لوٹ گئے۔ ان سب میں چوہان بھی شامل تھا جو اسی علاقے میں رہتا تھا اور شائد سب سے پہلا فرد بھی وہی تھا جو اپنے فلیٹ سے نکلا تھا۔ چوہان کا فلیٹ کیونکہ سڑک کے دوسری طرف تھا اور گہری نیند ہونے کی وجہ سے چلانے کی آواز بہت دیر سے سنائی دی تھی۔ اس کے تاثرات بھی باقی لوگوں کی طرح کے ہی تھے۔ اس نے بھی ان چیخوں کو سن کر ایسا ہی محسوس کیا تھا جیسے کسی انسان کی کھال لمٹاری جا رہی ہو مگر اتنی دیر تلاش کرنے کے باوجود کسی حادثے کا نشان نہ پا کر وہ بھی حیران تھا کہ چلانے والے کو زمین کھا گئی ہے یا آسمان نکل گیا۔ چوہان سوچتا ہوا واپس فلیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ دن کی روشنی میں مزید چیکنگ کرے گا تاکہ کوئی بات پتہ چل سکے مگر اگلے دن بھی اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی تھی۔

اس کے بعد تو ہر روز ہی کسی نہ کسی علاقے میں چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں مگر نہ تو کوئی زخمی ملتا تھا اور نہ ہی کسی حادثے کا نشان ملتا تھا۔ چند ہی دنوں میں ان چیخوں نے دارالحکومت کے لوگوں کا سکون غارت کر دیا تھا۔ پولیس بھی اپنا فرض نبھانے دارالحکومت میں جگہ جگہ گشت کر رہی تھی مگر اس کے باوجود بھی کوئی

لرّق نہ پڑا تھا۔ سیکرٹ سروس کے ممبران جن علاقوں میں رہتے تھے ان میں سے کچھ علاقوں میں بھی چلانے کی آوازیں سنی گئی تھیں۔ ممبران نے بھی اپنی پوری کوشش کر لی تھی مگر کوئی سراغ نہ مل سکا۔ اس صورتحال کا تجربہ کرنے کے لیے تمام ممبران جولیا کے فلیٹ پر جمع ہوئے تھے تاکہ ان چیخوں کا کوئی سدباب کیا جاسکے۔

”سب سے پہلے ان آوازوں کا سلسلہ میرے رہائشی علاقے میں شروع ہوا تھا اور واقعی ان چیخوں میں اس قدر تکلیف کی شدت تھی کہ ایسے لگ رہا تھا کہ زندہ انسان کو ذبح کیا جا رہا ہو۔ میں چیخوں کو سنتے ہی اپنے فلیٹ سے نکل آیا تھا مگر جیسے ہی سڑک پر پہنچا ایسی خاموشی چھا گئی تھی جیسے کسی قبرستان کی خاموشی ہو۔“ — چوہان نے کہا۔

سیکرٹ سروس کے ممبران جن علاقوں میں رہائش پذیر تھے ان میں سے اب تک کافی ممبران یہ چیخیں سن چکے تھے۔ اس لیے چوہان کی بات سن کر وہ تائید میں سر ہلانے لگے جیسے اس کی بات کی تائید کر رہے ہوں۔

”مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی ماورائی چکر شروع ہو چکا ہے۔“ — صفدر نے اچانک کہا۔

”نہیں میرے خیال میں یہ ماورائی چکر نہیں ہے ورنہ اب تک کچھ نہ کچھ بہر حال سامنے آچکا ہوتا مگر اتنے دن گزرنے کے بعد بھی سوائے چلانے کے کوئی اور خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔“ — صدیقی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ نہ ہی کوئی زخمی ملتا ہے اور نہ ہی کسی حادثے کا نشان ملتا ہے۔“ خاور نے کہا۔

”دوسری خبر کی طرف ہم لوگوں نے ابھی تک توجہ نہیں دی۔ شہر کے مشہور پبلک پوائنٹ سے چار دن میں اب تک چار لاشیں مل چکی ہیں۔ جس کی وجہ سے شہر میں خوف ہراس پھیلا ہوا ہے۔“ جولیا نے ایک اور خبر کی طرف توجہ دلائی۔ جولیا نے آج صبح اس خبر کے بارے میں پڑھا تھا۔

”ہاں یہ بھی انتہائی اہم خبر ہے تو کیا خیال ہے کہ کل بھی کوئی لاش مل سکتی ہے۔“ صالحہ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

”ہو سکتا ہے ان لاشوں کا اور چیخوں کا آپس میں کوئی تعلق ہو کیونکہ جس دن سے چلانے کی آوازیں آنی شروع ہوئی ہیں اس سے اگلے دن سے ہی لاشیں بھی ملنی شروع ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے تاکہ لوگ سکون کی نیند سو سکیں اور ویسے بھی آج کل ہمارے پاس کوئی کیس بھی نہیں ہے۔ اس لیے کچھ ممبران شہر میں چیخوں کا سراغ لگائیں اور باقی ممبران پبلک پوائنٹ پر موجود رہیں تاکہ ان سب کے پیچھے اگر کوئی مجرم تنظیم ہے تو اس کو پکڑا جاسکے۔“ کیپٹن ٹھیل نے سنجیدہ لہجے میں رائے دی۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا فون کی تھنٹی نے سب کو چونکا دیا۔

”جولیا بول رہی ہوں۔“ جولیا نے فون کا رسیور اٹھانے کے بعد کہا۔

”ایکسٹو۔ تمہیں دارالحکومت کی موجودہ صورتحال کا علم تو ہوگا چونکہ اس وقت تمام ٹیم تمہارے فلیٹ پر موجود ہے اس وجہ سے ممبران کی ڈیوٹی شہر کے مختلف علاقوں میں لگا دو۔ انہیں ہدایت دے دینا کہ ہر لمحہ چونکے رہیں اور کسی بھی بات کو نظر انداز مت کریں۔ اس کے علاوہ تنویر اور خاور کی ڈیوٹی پبلک پوائنٹ پر ہوگی۔ مجھے ہر حال میں مجرموں کا سراغ چاہیے تاکہ شہر میں مزید بد امنی کی صورتحال پیدا نہ ہو سکے۔“ ایکسٹو کی سرد آواز سنائی دی۔

”یس چیف ہم سب بھی اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔ ہم آپ کو جلد ہی خوش خبری سنائیں گے۔“ جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اوکے وٹس یو گنڈ لک۔“ ایکسٹو نے مخصوص لہجے میں کہا اور کال ختم کر دی گئی۔

”یہ عمران کہاں غائب ہے ایسے کاموں میں اس کا دماغ بہت چلتا ہے۔ وہ لازماً اب تک اس کا کوئی نہ کوئی حل نکال چکا ہوتا۔“ جولیا نے فون کا رسیور رکھنے کے بعد کہا۔

”ہم لوگوں کا مسئلہ ہی یہی ہے کہ خود کچھ کرنے کی بجائے عمران سے امیدیں لگا کر بیٹھ جاتے ہیں جس کی وجہ سے اب ہمارے ذہنوں پر ہر وقت عمران ہی سوار رہتا ہے جہاں کوئی کیس سامنے آتا ہے وہیں ہوش کر کے کی بجائے ہم لوگوں کی نظریں عمران کو ڈھونڈنے لگ جاتی ہیں۔ اگر ہم سب بھی سیکرٹ سروس کے ممبران ہیں تو ہمیں اپنا دماغ استعمال کرنا چاہیے ورنہ کیا فائدہ مفت تنخواہیں لینے کا۔ اس لیے

بہتر یہی ہے کہ ایکسٹو کو بول دیا جائے کہ ہم وہ سب کی تنخواہیں عمران کو دے دیا کرے اور ہم سب کو سیکرٹ سروس سے فارغ کر دے۔ کیونکہ سب کام تو عمران نے کرنا ہوتا ہے۔“ تنویر نے یکفخت انتہائی جذباتی لہجے میں کہا۔ اس کو جولیا کا عمران کی تعریف کرنا پسند نہیں آیا تھا۔

”تنویر کی بات تو ٹھیک ہے کہ ہم لوگ یہ سوچ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ عمران آئے گا اور آکر جادو کی چمڑی جب گھمائے گا تو مسئلہ حل ہو جائے گا مگر ہم اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ عمران صاحب کیسے ہر مشکل کا حل ڈھونڈ لیتے ہیں۔ کیونکہ جب پکی پکائی کھیر کھانے کو مل جائے تو کون باقی باتوں پر توجہ دیتا ہے۔ میں کافی دنوں سے اسی بات پر غور کر رہی ہوں کہ آخر کیا وجہ ہے کہ عمران صاحب کو تمام معلومات فوراً مل جاتی ہیں جبکہ ہم لاکھ کوشش بھی کر لیں تو ہم ان معلومات کو حاصل نہیں کر پاتے۔ سوچ سوچ کر اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ عمران صاحب کے تعلقات اتنے وسیع ہو چکے ہیں کہ وہ بیٹھے بیٹھے صرف فون پر ہی معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم سب ممبران کو اپنے تعلقات وسیع کرنے ہوں گے۔ اس طرح جن معلومات کے لیے ہمیں خوار ہونا پڑتا ہے اس سے ہماری جان چھوٹ جائے گی اور ہماری کارکردگی عمران صاحب سے زیادہ نہیں تو ان سے کم بھی نہیں رہے گی۔ اس لیے اس بار ہمیں خود ہی حرکت کرنی چاہیے تاکہ عمران صاحب سے پہلے کامیاب ہو سکیں اور اگر ایک دفعہ عمران صاحب سے

پہلے کامیاب ہو گئے تو ہمارا اعتماد بحال ہو جائے گا۔“ — صالح نے تنویر کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”میں بھی ایک بات کا اضافہ بھی کرنا چاہوں گا کہ اس کیس کے بعد ہم سب مل کر جدید ریسرچ اور علوم کو بھی اپنے مطالعے کا حصہ بنائیں تاکہ عمران صاحب کی جادو کی چمڑی کی حقیقت بھی ہمارے سامنے کھل جائے۔ کیونکہ جب بھی وہ کوئی ایسا معاملہ تفصیل سے بتاتے ہیں تو اصل بات رائی کے دانے کے برابر ہی ہوتی ہے مگر جدید ریسرچ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہم ہر اس کام کو جادو گری سمجھ لیتے ہیں اور حیران ہوتے رہتے ہیں۔“ — خاور نے کہا۔

”ہاں یہ ٹھیک ہے بلکہ ہم ایسا کریں گے کہ مختلف موضوعات آپس میں تقسیم کر لیں گے اور پھر بیٹھے میں ایک دن سب بیٹھ کر ان کو ایک ساتھ ڈسکس بھی کر لیا کریں گے۔“ — نعمانی نے تجویز دی۔

”ارے میں نے تو صرف بات کی تھی اور یہ بات تو طے ہے کہ عمران کا ذہن جس قدر ایڈوانس ہے ہم مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر میں یہ بھی نہیں کہتی کہ ہم عمران کا ہمیشہ ہی انتظار کرتے رہیں۔ میں خود بھی اس حق میں ہوں کہ عمران سے پہلے ایک مشن ہی مکمل کر لیں تاکہ عمران پر بھی سیکرٹ سروس کی دھاک بیٹھ سکے۔ اس کے علاوہ باقی جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان پر عمل تو اب اس کیس کے بعد ہی کر سکیں گے۔“ — جولیا نے کہا۔

”تو پھر یوں سمجھ لیں کہ قدرت نے ہمیں موقع دیا ہے اس کیس کو

مکمل کرنے کا کیونکہ میری معلومات کے مطابق عمران صاحب اس وقت اپنے کسی ذاتی کام سے ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔“ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ گڈ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ اس بار قدرت بھی ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ اس بار ہم ایکسٹو کو ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم ممبران بھی عمران سے کم نہیں ہیں۔“ — تنویر نے جلدی سے کہا۔ ”مس جولیا آپ خود ہی تمام ممبران کی ڈیوٹی شہر کے مختلف علاقوں میں لگا دیں تاکہ اس کیس پر اب باقاعدہ کام شروع کیا جاسکے۔“ — مصدر نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں نقشہ لے کر آتی ہوں اس کے بعد نقشے کے مطابق ممبران کی ڈیوٹیاں مختلف علاقوں میں لگا دی جائیں گی۔“ جولیا نے کہا اور اٹھ کر اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئی۔ جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا نقشہ موجود تھا۔ جولیا نے نقشے کو کھول کر میز پر پھیلا لیا اور پھر ممبران کے مشوروں سے سب کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔ اس کے علاوہ خاور اور تنویر کی ڈیوٹی پکنک پوائنٹ پر لگا دی گئی تھی۔ تنویر اور خاور اسی وقت اجازت لے کر پکنک پوائنٹ پر چلے گئے۔

تنویر اور خاور پکنک پوائنٹ پر دو مختلف جگہوں پر موجود تھے۔ رات انتہائی گہری ہو چکی تھی۔ پکنک پوائنٹ کے سامنے کے حصے کو انتہائی خوبصورت بنایا گیا تھا اور اس کے پچھلے حصے کو سفاری پارک کا روپ

دیا گیا تھا جس کے چاروں طرف اونچے اونچے جالیوں والے جٹکے لگائے گئے تھے تاکہ جانور اس حصار سے باہر نہ نکل سکیں۔

بہت بڑے رقبے پر پھیلا ہوا یہ پکنک پوائنٹ تین سال پہلے قائم ہوا تھا اور تین سالوں میں ہی اس کی مقبولیت میں دن رات اضافہ ہو گیا تھا۔ لوگ اب تفریح وغیرہ کے لیے پکنک پوائنٹ پر ہی آتے تھے۔ تنویر ایک اندھیرے کونے میں آنکھوں پر نائٹ گوگل لگائے کھڑا تھا۔ وہ اس جگہ کھڑا تھا جہاں سے اندر آنے والوں پر نظر رکھ سکے مگر اچانک اس کے سر پر زور سے کوئی چیز لگی جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے سامنے یکلخت اندھیرا چھا گیا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ بے ہوش ہوتا چلا گیا۔

پھر اندھیرے میں جگنو کے چمکنے کے احساس کی طرح اس کے تاریک ذہن میں بھی ایک روشن نقطہ جلنے لگا تھا پھر آہستہ آہستہ یہ نقطہ بڑا ہوتا گیا اور کچھ ہی لمحوں میں تنویر کو ہوش آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی سر کے پچھلے حصے میں درد کا شدید احساس ہوا تھا۔ اس نے سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا تو اسے ایک گھومڑا سا بنا ہوا محسوس ہوا۔ تنویر اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اگلے ہی لمحے وہ چونک گیا کیونکہ اس نے کچھ فاصلے پر ایک انسانی جسم زمین پر بے حس و حرکت پڑا دیکھ لیا تھا۔ تنویر تیزی سے دوڑتا ہوا قریب پہنچا۔ انسانی جسم کو دیکھتے ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس انسانی جسم میں اب زندگی کی حرارت موجود نہیں ہے۔ لاش کو چھوئے بغیر اس نے لاش کا معائنہ کرنا

شروع کر دیا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے خاور کی جانب چل پڑا جو پکنک پوائنٹ کے دوسرے کونے میں موجود تھا۔

اس جگہ پہنچنے کے بعد اس نے خاور کو اپنی جگہ موجود نہ پا کر اسے ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں اسے خاور ایک کونے میں بے ہوش پڑا نظر آ گیا تھا۔ تنویر کی کوششوں سے وہ جلد ہی ہوش میں آ گیا تھا۔
”اوہ تنویر۔ تم۔“ خاور نے کراہتے ہوئے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔

”گلتا ہے تمہیں بھی سر پر چوٹ لگا کر بے ہوش کیا گیا تھا۔“ تنویر نے کہا۔

”ہاں اچانک ہی کسی نے سر کے پچھلے حصے پر وار کیا تھا۔ تمہارے سر پر بھی چوٹ کا نشان نظر آرہا ہے۔“ خاور نے جواب دیا۔
اس کے سر پر بھی گھومڑ بن گیا تھا۔ تنویر کے سر پر بنا گھومڑ دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ تنویر پر بھی اس کی طرح حملہ کیا گیا تھا۔

”ہاں مجھ پر بھی وار کیا گیا تھا اور وہاں ایک انسانی لاش بھی ملی ہے۔“ تنویر نے بتایا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ مجرم اپنا وار کرنے میں آج بھی کامیاب ہو گئے ہیں۔“ خاور نے چونکتے ہوئے کہا۔

”میرے خیال میں تو اب چلنا چاہیے کیونکہ آج کا وار تو مجرموں کا کامیاب ہو گیا ہے اس وجہ سے جولیا کو رپورٹ دینے کے بعد کل رات دوبارہ کوشش کریں گے۔“ تنویر نے کہا۔

”ہاں ایسا ہی کرنا ہوگا۔“ خاور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ تنویر نے واچ ٹرانسمیٹر کے ذریعے جولیا کو رپورٹ دے دی۔ اگلے دن تمام ممبران پھر سے جولیا کے فلیٹ میں جمع تھے۔ گزشتہ رات ممبران کی کوششوں کے باوجود دارالحکومت کے ایک حصے سے چیخوں کی آوازیں ویسے ہی گونجتی رہیں تھیں اور پکنک پوائنٹ سے لاش بھی مل چکی تھی۔ ایک مرتبہ پھر سے لائحہ عمل تیار کیا گیا اور ممبران اس بار زیادہ جوش سے اپنی ڈیوٹیوں پر واپس جا چکے تھے مگر اس بار بھی صورتحال گزشتہ رات سے مختلف نہ تھی۔

ان واقعات کو شروع ہوئے اب چودہ دن گزر چکے تھے۔ ہر روز چیخوں کی آوازیں اور لاشوں کا ملنا تو جیسے معمول ہی بن گیا تھا۔ پکنک پوائنٹ سے اب تک چودہ لاشیں مل چکی تھیں اس کے علاوہ شہر کے چودہ علاقوں میں چھپن بھی گونجیں تھیں۔

تمام ممبران ہر روز کسی ایک ممبر کے فلیٹ پر جمع ہو جاتے تھے اور مجرموں کو پکڑنے کی منصوبہ بندی کرتے تھے۔ آج وہ سب صالحہ کی رہائش گاہ پر موجود تھے۔

”میں غلط تھا۔ عمران کے بغیر ہم کوئی کیس پورا نہیں کر سکتے۔ اگر عمران ہماری جگہ ہوتا تو مجرم کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔“ تنویر نے اچانک کہا۔ تنویر کی بات سن کر سب مسکرا دیئے کیونکہ وہ جانتے تھے تنویر جو محسوس کرتا ہے وہ بول دیتا ہے۔

”مگر ابھی ہم نے ہار نہیں مانی۔“ صدیقی نے منہ بتاتے

ہوئے کہا۔

”ہار نہ مان کر بھی کیا کریں گے۔ ابھی تک شہریوں کو قتل ہونے سے تو بچا نہیں سکے ہم لوگ۔“ صفر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”مگر ہم اپنی پوری کوشش تو کر رہے ہیں۔“ جولیا نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ شائد بہتری کی صورت نکل آئے۔“ کیپٹن ٹکلیل نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”لیکن ابھی تک مجرموں کا مقصد سمجھ نہیں آیا کہ وہ آخر ان دونوں کاموں سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“ چوہان نے کہا۔

”ہم ابھی یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ دونوں کام ایک ہی مجرم کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دو مختلف گروہ ہوں۔“ صفر نے کہا۔

”میری ایک تجویز ہے اگر آپ لوگ اس سے اتفاق کریں۔“ صالحہ اتنا کہنے کے بعد خاموش ہو گئی۔

”کیا کہنا چاہتی ہو تم کھل کر کہو۔“ جولیا نے پوچھا۔

”میرے خیال میں ہمیں ٹائیگر سے رابطہ کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے مجرموں کا کوئی سراغ انڈر ورلڈ سے مل جائے اور ویسے بھی ٹائیگر اس معاملے میں کافی مہارت رکھتا ہے۔“ صالحہ نے تجویز دی۔

”میں مس صالحہ کی تجویز سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔“ سب

سے پہلے کیپٹن ٹکلیل نے صالحہ کی تجویز کو سراہتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد سب نے ہی اس تجویز سے اتفاق کیا۔

”صفر تم بات کرو ٹائیگر سے۔“ جولیا نے کہا۔ صفر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جیب سے سیل فون نکالا اور ٹائیگر کا نمبر ملانے لگا۔

”میرے خیال میں اس کو یہاں بلا لیتے ہیں تاکہ تفصیل سے بات کر سکیں اور اس کو اپنی کارروائی کے بارے میں بھی بتا دیں تاکہ اس کے لیے بھی ٹریننگ کچھ آسان ہو جائے۔“ صفر نے نمبر ملاتے ہوئے کہا۔ صفر کی بات پر سب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں۔“ رابطہ ہونے پر ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”السلام علیکم ٹائیگر صفر بول رہا ہوں۔ ایک خاص معاملے میں تمہاری مدد چاہیے۔ اگر مصروف نہیں ہو تو مس صالحہ کی رہائش گاہ پر آ جاؤ۔ مس صالحہ کی کونسی تو تم نے دیکھی ہوئی ہے۔“ صفر نے کہا۔

”صفر صاحب۔ میں آدھے گھنٹے تک پہنچ جاؤں گا۔“ ٹائیگر نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا تو صفر نے شکریہ کہہ کر کال ختم کر دی۔

”آدھے گھنٹے تک پہنچ جائے گا۔“ صفر نے سیل فون واپس جیب میں رکھتے ہوئے بتایا۔

”اس آدھے گھنٹے میں اگر چائے ہو جائے تو کیسا رہے گا۔“ تنویر نے تجویز دی۔

”بہت اچھا رہے گا مگر میزبان تو مس صالِح ہیں اس لیے معاملہ ان پر ہے۔“ صَفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”واقعی اچھی تجویز ہے اس لیے آپ سب بیٹھیں میں ابھی چائے بنا کر لاتی ہوں۔“ صالِح نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔“ جولیا نے کہا۔ باقی ممبران پھر سے ان واقعات پر اپنی اپنی تجاویز دینے لگے تھے ان ہی باتوں کے درمیان جولیا اور صالِح چائے کا سامان اٹھائے واپس آ چکی تھیں اور اب وہ سب بیٹھے چائے پینے میں مشغول تھے۔ اسی دوران بیرونی دروازے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔

”میرے خیال میں ٹائیگر آ گیا ہے۔ میں دیکھ لیتا ہوں جا کر۔“ نعمانی نے اٹھتے ہوئے اجازت طلب نظروں سے صالِح کی طرف دیکھا۔

”بالکل نعمانی صاحب آپ کا شکریہ۔ ورنہ مجھے جا کر دروازہ کھولنا پڑتا۔“ صالِح نے مسکراتے ہوئے کہا جبکہ نعمانی مسکراتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ منٹ کے بعد ٹائیگر نعمانی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا اور سب کو سلام کر کے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

”وعلیکم السلام آؤ ٹائیگر۔ آؤ۔ اچھے موقع پر آئے ہو۔ تمہاری

چائے بھی بنائی ہوئی ہے۔“ صَفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شکریہ صَفر صاحب مگر معاملہ کیا ہے جس کے لیے آپ نے یاد کیا ہے۔“ ٹائیگر نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”پہلے چائے وغیرہ پی لیتے ہیں پھر تفصیل سے بات ہوتی ہے۔“ صَفر نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کچھ دیر بعد سب چائے وغیرہ سے فارغ ہو چکے تھے اور جولیا اور صالِح خالی برتن

کچن میں چھوڑ آئیں۔

”آج کل دارالحکومت دو مسئلوں کا شکار ہو چکا ہے۔ جن میں سے ایک چیخوں کا اور دوسرا کپکپ پوائنٹ سے ملنے والی لاشوں کا ہے مگر

اب تک کی کوششوں کے باوجود بھی کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔ اس لیے ہم سب نے یہ سوچا ہے کہ تم انڈر ورلڈ چیک کرو ہو سکتا ہے کہ

کوئی کلیو سامنے آجائے۔“ صَفر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”بہت شکریہ صَفر صاحب تفصیل بتانے کا۔ میں کوشش کرتا ہوں جیسے کوئی بات جی میں آپ کو فون کر کے بتا دوں گا۔“ ٹائیگر

نے جواب دیا اور اجازت لے کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”ہمیں خود بھی کوشش کرتے رہنا ہوگا، ہم صرف ٹائیگر پر ہی انحصار نہیں کر سکتے۔“ صَفر نے کہا تو سب ممبران نے اثبات میں سر ہلا دیے اور رات کے ڈیوٹی کے لیے منصوبہ بندی کرنے لگے۔

پکنک پوائنٹ پر جب سے لاشیں ملنی شروع ہوئیں تھیں۔ اس وقت سے ہی پکنک پوائنٹ ویران ہو گیا تھا۔ لوگ تفریح کے لیے اب اس جگہ آنا پسند نہیں کر رہے تھے جس کی وجہ سے پکنک پوائنٹ کی انتظامیہ بہت پریشان تھی۔ کیونکہ اس پوائنٹ سے اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی تھی مگر لاشیں ملنے کے واقعات نے تو اس تفریح گاہ کو کچھ ہی دنوں میں اجاڑ کر رکھ دیا تھا۔ پکنک پوائنٹ کی انتظامیہ نے اپنے اثر و رسوخ کو بھی استعمال کیا تھا اور بڑے پیمانے پر ان واقعات کی تفتیش کروائی تھی مگر اب تو پولیس نے بھی اس سلسلے میں ہار مان لی تھی۔ اس وجہ سے یہ کیس اب سنٹرل انٹیلی جنس کے حوالے کر دیا گیا تھا اور سر عبدالرحمن اس وقت سوپر فیاض کے ساتھ پکنک پوائنٹ پر ہی جا رہے تھے تاکہ خود بھی جگہ کا معائنہ کر سکیں۔

”تمہارا کیا خیال ہے فیاض کہ مجرم اس طرح کی وارداتیں کر کے

کون سا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“ — سر عبدالرحمن نے اچانک پوچھا۔ وہ اس وقت گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے اور اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ سوپر فیاض موجود تھا۔

”ہو سکتا ہے اس طرح وہ پکنک پوائنٹ بند کروانا چاہتے ہوں۔“

سو پر فیاض نے جواب دیا۔

”مگر اس پوائنٹ کے بند ہونے سے مجرموں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔“ — سر عبدالرحمن نے سوچتے ہوئے کہا۔

”ہوسکتا ہے سرکہ وہ پکنک پوائنٹ کوستے داموں خریدنا چاہتے ہوں یا اس کے متبادل کوئی اور سیر و سیاحت کا مرکز مشہور کرنا چاہتے ہوں۔“ سوپر فیاض نے کہا۔

”مذہم نے اچھی رائے دی ہے۔ اب تک تم نے اس سلسلے میں کیا کام کیا ہے۔“ سر عبدالرحمن نے سراہتے ہوئے کہا۔

”ش۔۔۔ شکر یہ سرد دراصل یہ خیال ابھی ابھی ذہن میں آیا ہے اب جا کر اس پر فوری کام کروں گا۔“ سو پر فیاض نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”یہ کیس تمہارے حوالے کیے ہوئے آج چار دن ہو گئے ہیں ان چار دنوں میں یہ خیال اگر تمہیں آج ہی آیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس سے پہلے تم کسی اور خیال پر کام کر رہے تھے۔“ — سر عبدالرحمن نے فاض کو گھورتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔“ فیاض کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔

”مگڑ۔ اب تک کیا کارروائی کی ہے۔“ — سر عبدالرحمن نے

پوچھا

”و۔۔۔ وہ۔ سر۔“ — سوپر فیاض ہکلائے لگا۔ کیونکہ اب تک اسے یہ معاملہ ہی سمجھ نہیں آیا تھا۔

”شٹ اپ۔ یہ کیا ہکلا رہے ہو۔“ — سر عبدالرحمن اس کے ہکلانے کا مطلب سمجھ گئے تھے اس وجہ سے ان کا غصہ عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ ان کا غصہ مزید بڑھتا۔ ڈرائیور نے مطلوبہ جگہ پہنچنے کا بتا کر گاڑی ایک سائینڈ پر روک دی۔

”ٹائمنس جلدی اتر دینچے۔“ — سر عبدالرحمن نے گاڑی سے اترنے کے بعد سوپر فیاض کو ایک مرتبہ پھر جھاڑ دیا۔ اس کے بعد وہ تیز تیز چلتے ہوئے انتظامیہ کے دفتر پہنچ گئے۔ انتظامیہ سے بات چیت کے بعد اب وہ اس جگہ موجود تھے جہاں لاشیں پائی جاتی تھیں۔ انتظامیہ سر عبدالرحمن کے آگے پیچھے گھوم رہی تھی جس کی وجہ سے سر عبدالرحمن شدید کوفت کا شکار ہو چکے تھے۔

”آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ جب ضرورت ہوگی تو آپ کو بلا لیا جائے گا۔ آپ لوگوں کی اس طرح بار بار دخل اندازی سے کارروائی متاثر ہو رہی ہے۔“ — سر عبدالرحمن کا لہجہ سخت تھا۔ ان کے لہجے کی سختی کی وجہ سے انتظامیہ نے فوراً اس جگہ سے ہٹنے میں ہی اپنی بہتری سمجھی تھی۔ ان کے جانے کے بعد سر عبدالرحمن بھی مختلف جگہوں بذات خود جائزہ لینے میں مصروف ہو گئے۔

”جناب۔۔۔ یہ ایک عجیب سا ہٹن ملا ہے۔۔۔ لاش جس جھاڑی کے قریب پڑی تھی۔ یہ ہٹن بھی اسی جھاڑی سے ملا ہے۔“ — یہ انسپکٹر رستم تھا۔ سوپر فیاض کا نیا اسٹنٹ۔ جس کو محکمے میں کچھ ہی دن ہوئے تھے مگر اپنی فرض شناسی اور ذہانت کے بل بوتے پر اب تک وہ کافی بڑے معاملے حل کر چکا تھا جس کی وجہ سے سر عبدالرحمن کی نظروں میں اس کی اہمیت بھی بڑھ گئی تھی اور پھر مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے سر عبدالرحمن نے اس کو سوپر فیاض کا اسٹنٹ بنا دیا تھا۔

”تو تمہارا مطلب ہے کہ قتل یہ عام سا ہٹن کر رہا ہے۔“ سوپر فیاض چلایا۔ سر عبدالرحمن کی جھاڑ کی وجہ سے اس کا پارہ پہلے ہی چڑھا ہوا تھا اب اپنے اسٹنٹ کو اس عام سے ہٹن کے ساتھ دیکھ کر اس نے اپنا غصہ اس پر نکالنا چاہا۔

”م۔ میرا مطلب یہ ہے جناب کہ اس ہٹن پر تفتیش کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس ہٹن کا سائز شرٹ پر لگنے والے عام ہٹنوں سے کچھ بڑا ہے اور اس پر عجیب سے نقش و نگار بھی ہیں۔ میرے خیال میں عام ہٹنوں پر ایسے نقش و نگار نہیں ہوتے۔“ — انسپکٹر رستم نے خود اعتمادی سے کہا۔

”ٹائمنس۔۔۔ اب تمہارا کہنے کا مطلب ہے کہ اس ہٹن کو لے کر جہر آتے جاتے شخص کی شرٹ سے لگا کر چیک کرتا پھروں کہ یہ کس کا ہٹن ہے۔“ — سوپر فیاض ایک مرتبہ پھر چلایا۔

”س۔ سر۔“ — انسپکٹر رستم بوکھلا گیا۔ اسے سوپر فیاض کی

فطرت کا ابھی تک اندازہ نہیں ہوا تھا۔

”کیا سر سر لگا رکھی ہے میں کہتا ہوں گٹ آؤٹ اور جا کر کوئی ڈھنگ کا کلیو تلاش کرو۔“ سوپر فیاض نے ایک مرتبہ پھر آنکھیں دکھا کر انسپکٹر رستم کو ادھر سے بھگانا چاہا۔ وہ پریشان ہو رہا تھا کہ اگر سر عبدالرحمن نے اس فضول سے بن کو دیکھ لیا تو اس کی جان عذاب میں آجائے گی کہ اس بن کی مدد سے جلد سے جلد مجرموں کو پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالا جائے۔

”کیا ہوا تمہیں کیا پاگل ہو چکے ہو جو چلا رہے ہو۔“ دوسری طرف سے آتے سر عبدالرحمن نے غصے سے کہا۔ سوپر فیاض کے چلانے کی آواز ان کے کانوں میں بھی پڑ چکی تھی اور اب معاملہ جاننے کے لیے وہ اسی طرف آرہے تھے۔

”جی۔۔۔ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ بڑے صاحب۔ی۔ میرا مطلب۔“ سوپر فیاض ہکلائے لگا۔ سر عبدالرحمن کے غصے سے فیاض کی جان جاتی تھی اس وجہ سے وہ بری طرح کنفیوز ہو گیا تھا

”شٹ اپ۔ کیا ہکلا رہے ہو۔ انسپکٹر تم بتاؤ کیا معاملہ ہے۔“ سر عبدالرحمن کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

”سر۔۔۔ آج جو لاش ملی ہے اس کے پاس سے یہ ایک عجیب سر بن ملا ہے۔ اس پر بنے نقش و نگار عجیب وہ غریب ہیں۔ ویسے بھی یہاں ہر روز پہرا ہوتا ہے اس وجہ سے کوئی عام شخص تو اس جگہ اب نہیں سکتا اور اپنی ساخت کے اعتبار سے یہ بن کسی شرٹ وغیرہ کا

۔۔۔ بھی نہیں ہو سکتا ہے مگر سوپر فیاض کہہ رہے ہیں کہ اس بن کو آنے جانے والوں کی شرٹ سے لگا کر کیسے چیک کیا جاسکتا ہے مگر میرے خیال میں اس پر تفتیش کر کے آگے بڑھنے کا کوئی راستہ مل سکتا ہے۔“ انسپکٹر رستم نے کہا۔ اس نے سوپر فیاض کے غصے کی پرواہ کیے بغیر کہہ دیا کیونکہ اسے سوپر فیاض کا لہجہ اچھا نہیں لگا تھا۔ ویسے بھی اسے محسوس ہو رہا تھا کہ سوپر فیاض خانہ پری کے لیے ہی ساتھ آیا ہے اور ایک ساتھ کام کرنے کے دوران اس نے سوپر فیاض کو سوائے رعب ڈالنے کے مزید کوئی کام کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے آج وہ سر عبدالرحمن کے سامنے اپنے آپ کو بولنے سے باز نہ رکھ سکا۔

سوپر فیاض کا چہرہ غصے سے لال سرخ ہو رہا تھا وہ ایسی نظروں سے انسپکٹر رستم کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچا چبا جائے گا مگر سر عبدالرحمن کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پا کر سوپر فیاض نے جلدی سے اپنی نظریں جھکا لی تھیں۔ سر عبدالرحمن انتہائی غصے میں آچکے ہیں اور کچھ لمحے پہلے تک سوپر فیاض جو انتہائی غصے میں تھا، اب اس کے چہرے پر بے چارگی نظر آ رہی تھی۔

”ویری گڈ انسپکٹر۔۔۔ بالکل ہو سکتا ہے۔۔۔ ہمیں کسی معمولی سے معمولی بات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے پیشے میں معمولی باتوں کو نظر انداز کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لیے تم جاہلوں کی باتوں پر دھیان مت دو اور ہر اس معمولی سے معمولی بات کو بھی شامل تفتیش رکھو جس سے جرم تک پہنچنے میں کوئی مدد مل

سکے۔ اس کیس کے انچارج آج سے تم ہو اور تم براہ راست مجھے رپورٹ کیا کرو گے۔“ سر عبدالرحمن نے فیاض کو گھورتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ سوپر فیاض جان بوجھ کر انسپکٹر رستم پر چلایا تھا اور ان کے نقطہ نظر سے یہ بات غلط تھی کہ کام کرنے والے آفیسر کی حوصلہ افزائی کی بجائے اس طرح کا رویہ اپنا کر اس کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ انسپکٹر رستم کا چہرہ یہ بات سنتے ہی کھل اٹھا۔ جبکہ سوپر فیاض نے اپنا سر مزید نیچے کر لیا۔ اس کے اکڑے ہوئے کندھے یکدم جھک گئے تھے۔

”فیاض۔۔ تمہیں لاسٹ وارننگ دی جا رہی ہے۔ اگر آئندہ تم نے ایسی حرکت کی تو اپنے آپ کو سنٹرل انٹیلی جنس کے چڑی کے لائق بھی مت سمجھنا۔“ سر عبدالرحمن کا لہجہ جیسی تھا۔ کام کے معاملے میں وہ ذرا سی بھی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے اور نا اہل اور غیر ذمہ دار افراد کو تو وہ کڑی سزا دینا حق بات سمجھتے تھے۔

”جی جناب۔۔۔ غلطی ہو گئی۔“ فیاض نے کہا۔ اس کو معافی مانگنے میں ہی اپنی خیریت نظر آئی تھی ورنہ سر عبدالرحمن کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور سوپر فیاض کو اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا تھا۔

”میں واپس دفتر جا رہا ہوں۔ مجھے ہر حالت میں مجرم سلاخوں کے پیچھے چاہیے۔“ سر عبدالرحمن نے کہا اور واپس جانے کے لیے مڑ گئے۔

”اب تم یہاں کھڑے کھڑے میری شکل کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ تم

بھی چلے جاؤ۔“ سوپر فیاض نے اپنا غصہ انسپکٹر رستم پر نکالا۔

”میرا نام بھی فیاض ہے میں دیکھتا ہوں کہ میرے علاوہ مجرموں کو کون پکڑتا ہے۔“ فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد وہ اپنی گاڑی سٹارٹ کر کے عمران کے فلیٹ کی طرف چل دیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ مزید بے عزتی سے بچنے کے لیے بہتر ہے کہ عمران سے مدد لی جائے۔ عمران کی بلڈنگ کی پارکنگ میں پہنچتے ہی وہ بری طرح چونک پڑا اور اگلے ہی لمحے اس نے گاڑی کو زور سے بریک لگا دی۔

ٹائیگر نے نرم لہجے میں کہا۔
 ”تم اندر نہیں جا سکتے۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔
 چلے جاؤ واپس۔“ دوسرے سپاہی نے اس بار سخت لہجے میں
 کہا۔

”شٹ اپ تمہیں پتہ ہے کہ تم کس سے بات کر رہے ہو۔ اپنے
 نام بتاؤ جلدی کرو تم دونوں۔“ ٹائیگر کا لہجہ اس بار کافی سخت
 تھا۔ ٹائیگر کے سخت لہجے کی وجہ سے وہ دونوں سپاہی ہونٹوں کی طرح
 کبھی ٹائیگر کی طرف دیکھتے کبھی ایک دوسرے کی طرف۔
 ”آ۔۔۔ آپ کون ہیں جناب۔“ ایک سپاہی نے ہکلاتے
 ہوئے پوچھا۔

”جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ تم دونوں کو عوام کی حفاظت کے
 لیے تنخواہ دی جاتی ہے ان سے بدتمیزی کرنے کا لائسنس نہیں دیا جاتا
 جو ہر ایک سے بدتمیزی شروع کر دیتے ہو۔“ ٹائیگر کا لہجہ مزید
 سخت ہو گیا۔

”سو۔۔۔ بوری جناب۔ غلطی ہو گئی ہے وہ دراصل۔ یہ۔“ ایک
 نے کہا شروع ہی کیا تھا کہ ٹائیگر نے اس کی بات کاٹ دی۔
 ”شٹ اپ اور پیچھے ہٹو لائسنس۔ مجھے اندر جانا ہے۔ یہ میرا
 کارڈ ہے۔“ ٹائیگر نے کہا اور جیب سے ایک کارڈ نکال کر
 ان کی آنکھوں کے سامنے لہرا دیا جس پر پینسل پولیس لکھا تھا اور عہدہ
 ایک کا تھا۔ کارڈ کو دیکھتے ہی دونوں سپاہیوں نے بے ڈھنگے طریقے

ٹائیگر سیکرٹ سروس کے ممبران سے ملنے کے بعد پہلے تو ان
 علاقوں میں گیا جن کے بارے میں صفدر نے بتایا تھا۔ وہ ان علاقوں
 کے لوگوں سے تفصیل جانا چاہتا تھا مگر ان علاقوں سے ملنے والی
 معلومات ایک جیسی ہی تھیں۔ جس کے مطابق لوگوں کے گھروں سے
 نکلنے سے پہلے ہی چیئیں رک جاتی تھیں۔ اس کے بعد ٹائیگر نے
 پکنک پوائنٹ کا چکر لگایا تاکہ موقع واردات کو خود دیکھ سکے مگر پکنک
 پوائنٹ کا وہ حصہ نہ صرف سیل کیا جا چکا تھا بلکہ وہاں پر دو سپاہی بھی
 ڈیوٹی پر موجود تھے جو کسی کو بھی اندر جانے کی اجازت نہیں دے رہے
 تھے۔ ٹائیگر چلتا ہوا ان دونوں کے قریب پہنچ گیا۔
 ”کیا چاہیے۔“ ایک سپاہی نے ٹائیگر کو قریب آتے دیکھ
 کر اکھڑ لہجے میں کہا۔

”اندر جانا چاہتا ہوں تاکہ دیکھ سکوں کہ لاشیں کون پھیلتا ہے۔“

سے سیلوٹ مارنے کی کوشش کی۔

”میں نے کہا ہے کہ ایک طرف ہو جاؤ اور اپنی ڈیوٹی ایمانداری سے کرو۔“ ٹائیگر نے تیز آواز میں کہا۔ دونوں سپاہی جلدی سے ایک طرف ہو گئے۔

ٹائیگر انہیں گھورتا ہوا پکنک پوائنٹ کے اندر داخل ہو گیا۔ تین گھنٹوں تک وہ پکنک پوائنٹ کا اچھی طرح معائنہ کرتا رہا اور اس کے بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں عموماً لاشیں پڑی ملتی تھیں۔ ٹائیگر باریک بینی سے اس جگہ کا جائزہ لینے لگا۔ اسے وہاں کچھ جگہ جلی ہوئی محسوس ہوئی۔ ٹائیگر نے اپنے چہرے پر دی فور گلاسز لگا رکھے تھے جس کی وجہ اس جگہ کی ہر جگہ بہت واضح تھی۔ ٹائیگر یہ گلاسز خاص طور پر لے کر آیا تھا کیونکہ اس سے نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا جاسکتا تھا اس میں موجود عد سے انتہائی طاقتور تھے۔

اس نے جلی ہوئی جگہ کو سونگھنے کی کوشش کی اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں جہت سے پھیل گئیں۔ اس کے بعد وہ تیز تیز چلتا ہوا واپس گاڑی کی طرف گیا اور ڈیش بورڈ سے ایک چھوٹی سی ڈیوائس مشین نکالی اور اسی جگہ واپس پہنچ گیا۔ اس مشین کی سکرین سفید رنگ کی تھی جس پر باریک باریک سوراخ تھے۔ اس نے وہ مشین اس جگہ کے قریب رکھی اور اس کو آن کر دیا۔ سکرین پر چھوٹے چھوٹے سرخ رنگ کے نقطے پھیلنے لگے اس کے بعد آڈیو ترچھی لکیریں پھیل گئیں۔ ٹائیگر نے اس ڈیوائس سے پکنک پوائنٹ کے مختلف حصوں کو چیک

کیا۔ کافی دیر تک چیکنگ کرنے کے بعد ٹائیگر نے اس مشین کو آف کیا اور اپنی گاڑی کا رخ کیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”ہالو۔ کون بول رہا ہے۔“ سخت مردانہ آواز سنائی دی۔
”ٹائیگر بول رہا ہوں ناٹی۔ اپنے چیف کو فون دو۔“ ٹائیگر نے سخت لہجے میں کہا۔

”جی۔ جی۔ میں ابھی دیتا ہوں۔“ دوسری طرف سے نرم لہجے میں کہا گیا۔

”ٹائیگر بولو کیوں فون کیا ہے۔“ کچھ لمحوں کے بعد مردانہ آواز دوبارہ سنائی دی۔

”کچھ معلومات درکار ہیں راشو۔“ ٹائیگر نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

”ہاں بولو، تو جانتے ہی ہو میں معلومات دینے کا ہی کاروبار کرتا ہوں۔“ راشو نے اس بار کاروباری لہجے میں کہا۔

”ہاں مجھے معلوم ہے مگر معلومات حتیٰ ہونی چاہیں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”تم اچھی طرح جانتے ہو میرے بارے میں کہ میں اس وقت تک معلومات کی بھاپ بھی منہ سے نہیں نکالتا جب تک خود کفرم نہیں کر لیتا۔“ اس بار راشو نے قدرے ناراض لہجے میں کہا۔

”راشو تمہیں معلوم ہے کہ ٹائیگر سے بات کرتے وقت اپنا لہجہ

درست رکھتے ہیں۔“ ٹائیگر نے یکدم غراتے ہوئے کہا۔
 ”اوہ سوری ٹائیگر۔۔۔ تم پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو میں تمہیں
 ڈسکاؤنٹ میں معلومات دوں گا۔“ راشو نے اس بار ڈرتے
 ہوئے کہا۔

”انڈر ورلڈ میں کون ہے جو آج کل کسی بین الاقوامی مجرم تنظیموں
 کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہو۔ کسی ایسی تنظیم کے ساتھ جو اعلیٰ پیمانے پر
 جدید ترین سائنسی ایجادات استعمال کرتی ہو۔“ ٹائیگر نے
 پوچھا۔

”میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔ سائنسی ایجادات تو آج
 کل ہر تنظیم استعمال کرتی ہے اور ان کے رابطے میں انڈر ورلڈ کے
 لوگوں سے بھی ہیں۔ تم کس بارے میں بات کر رہے ہو۔“ راشو
 نے حیرانی سے پوچھا۔
 ”میں تمہیں کچھ تفصیل بتاتا ہوں ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد تم
 اصل بات سمجھ سکو۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں کہ درست معلومات کے حصول
 کے لیے پورا پس منظر بتانا تو ضروری ہے ورنہ اگر تمہیں غلط معلومات
 دی گئیں تو تم نے تو ویسے ہی میرے اوپر چڑھ دوڑنا ہے۔“ راشو
 نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر ٹائیگر بھی ہنس پڑا۔

”اچھا سنو۔ آج کل دارالحکومت میں پکنک پوائنٹ پر ہر روز ایک
 لاش ملتی ہے۔ میں نے اس بارے میں چیکنگ کی ہے تو مجھے علم ہ

ا ہے کہ جن جگہوں پر لاشیں پھینکی جاتی ہیں وہاں کوئی بہت ہی ایڈوانس
 قسم کی سائنسی مشین بھی استعمال ہوتی ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اتنی ایڈوانس
 ہوتی ہے وہ مشین کہ عام مجرم تنظیمیں تو اس کا نام بھی نہیں جانتی ہوں
 گی۔ اس لیے تم اتنا کرو کہ یہ چیک کرو کہ دارالحکومت میں اس وقت
 کون کون سی بڑے لیول کی مجرم تنظیمیں موجود ہیں اور ظاہری بات ہے
 کہ مجرم تنظیم اگر بڑے لیول کی ہے تو وہ انڈر ورلڈ کی بھی کسی بڑی
 پھلی کے ساتھ ہی ڈیل کرے گی۔“ ٹائیگر نے تفصیل سے
 سمجھایا۔

”ہاں اب بات سمجھ آگئی ہے۔ ویسے میں تو یہ ہی سمجھتا ہوں کہ
 پکنک پوائنٹ پر ملنے والی لاشیں ہو سکتا ہے کہ کسی دشمنی کا نتیجہ
 ہوں۔“ راشو نے اپنی رائے دی۔

”دشمنی کے نتیجے اس طرح ہر روز لاشوں کی شکل میں نہیں نکلتے۔
 ایک دفعہ ہی لاشیں بچھائی جاتی ہیں۔ اس لیے اپنی رائے اپنے پاس
 رکھو اور جو کہا گیا ہے وہ کرو۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اچھا اچھا ناراض مت ہو میں نے تو یوں ہی اپنا خیال ظاہر کیا
 ہے بہر حال تم مجھے ایک گھنٹے کے بعد فون کر لینا۔ میں چپک کر لیتا
 ہوں۔“ راشو نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اوکے کہہ کر فون
 دکھ دیا۔ پھر ایک گھنٹہ گاڑی میں ہی گزار کر اس نے ایک دفعہ پھر راشو
 کو فون کیا۔

”ٹائیگر انڈر ورلڈ میں جتنے بھی بڑے گروپس ہیں جو کسی بین

الاقوامی تنظیم کے کام کے ہو سکتے ہیں۔ وہ آج کل کسی کے انڈر نہیں ہیں اور جہاں تک میرا اپنا ذاتی خیال ہے کہ تمہارا بتایا ہوا کام انڈر ورلڈ سے متعلق نہیں ہے۔“ راٹو نے رابطہ ہوتے ہی کہا۔

”شکریہ میرا اپنا بھی یہی اندازہ تھا۔“ ٹائیگر نے کہا اور فون کاٹ دیا۔ اس کے بعد اس نے تیزی سے پھر سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے

”صفدر بول رہا ہوں۔“ سلام کے بعد صفدر کی آواز سنائی

دی۔

”صفدر صاحب ٹائیگر بول رہا ہوں۔ میں نے چیکنگ کر لی ہے مجرم انڈر ورلڈ سے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ میرے خیال میں اس کے پیچھے کوئی غیر ملکی تنظیم موجود ہے کیونکہ پکنک پوائنٹ پر جہاں لاشیں ملتی ہیں اس کے قریب کی جگہ جلی ہوئی محسوس کر کے جب اس کو چیک کیا تو اس میں سے ریڈر ریز کی بو آ رہی تھی جو جدید ہتھیار پیش دہین میں موجود ہوتی ہیں جو کسی بھی علاقے میں موجود انسانوں پر ایسے پڑتی ہیں کہ انہیں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی بھاری چیز ان کے سر پر ماری گئی ہے اور یہ انتہائی جدید بھی ہیں۔“ ٹائیگر نے تفصیل بتانے کے بعد اپنا تجزیہ بھی بتا دیا۔ جس کے جواب میں صفدر نے شکریہ کہہ کر فون رکھ دیا تھا۔

ٹائیگر نے فون جیب میں رکھا اور اپنی گاڑی سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

”صاحب ناشتے میں کیا پسند کریں گے آج۔“ سلیمان نے عمران کے کمرے داخل ہوتے ہوئے سنجیدہ اور باادب لہجے میں پوچھا۔

”جناب سلیمان پاشا صاحب۔ نصیب دشمنان طبیعت تو ٹھیک ہے۔“ عمران نے حیرانی سے کہا۔

”جی صاحب۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔“ سلیمان نے عاجزی سے جواب دیا۔

”تو پھر یہ کونسا نیا ڈرامہ شروع کر رہے ہو۔“ عمران مسکرا دیا۔

”صاحب۔۔۔ کونسا ڈرامہ۔“ سلیمان نے اس بار حیرانی ظاہر کی۔

”یہی اتنا باادب ہونے والا۔“ عمران نے اس بار قدرے

غصے میں کہا۔

”صاحب۔ سیانے کہتے ہیں کہ جہاں جاگو وہیں سے سویرا ہو جاتا ہے۔“ — سلیمان نے کہا مگر لہجہ بدستور سنجیدہ تھا۔

”مگر اب المیہ تو یہ ہے کہ ان سیانوں کی باتیں کوئی نہیں مانتا۔ بہر حال تمہیں کونسا سیانا مل گیا ہے۔“ — عمران نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

”صاحب۔ اب مجھے آپ کی عظمت کا احساس ہوا ہے کہ قوم و ملت کے لیے آپ ہر وقت اپنی جان ہتھیلی پر رکھے دشمنوں کا پیچھا کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ اب میری اماں جان تو ہیں نہیں ادھر کہ ان کے پاؤں کے نیچے اپنی جنت تلاش کرتا پھروں۔ لیکن اب آپ کے پاؤں دبا کر اور آپ کی خدمت کر کے دلی سکون تو پاسکتا ہوں۔“ — سلیمان کا لہجہ اب بھی مؤدب تھا مگر آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔

”یہ سورج کہاں سے نکل آیا ہے آج۔ پیارے سلیمان اتنی فرما برداری مجھ سے ہنسم نہیں ہو رہی اس لیے جا کر اپنی اماں جان کے پاؤں کے نیچے جنت تلاش کرو۔ میرے پاؤں کے پیچھے کیوں پڑا ہے۔“ — عمران نے پاؤں جلدی سے سمیٹ لیے مگر سلیمان اس بار خاموش رہا۔

”اب جلدی سے بتاؤ کہ کیا چکر ہے اور ڈرامے بازی بند کرو

لہیں تو میرے پاؤں میں ربڑ سول کا جوتا بھی ہے۔“ — عمران نے اس بار مصنوعی غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”صاحب۔۔ امیروں کی دنیا میں غریبوں کی بات کا یقین کر لیا جائے تو دنیا سے شکایت کسے رہے گی۔ بہر حال آپ چاہیں ماریں یا انہیں مگر میں نے اب مظلوموں کا طریقہ کار اپنائے رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے کیوں کہ اب میرا سویرا ہو چکا ہے۔“ — سلیمان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے پیارے۔ تمہاری مرضی۔ ویسے بھی چچا کنفیوشس نے کہا ہے کہ جب غلطیاں تمہاری ہیں تو ان کو چھوڑنے میں مت ڈرو۔ ویسے مظلوموں کا کیا طریقہ اپنایا ہے پیارے سلیمان پاشا صاحب۔“ — عمران نے آخر ہتھیار ڈال دیے۔ ویسے وہ حیران بھی تھا کہ ایسا کون سا مظلوموں والا طرز عمل سلیمان نے اپنانے کا ارادہ کیا ہے۔

”غریب اور مظلوم کی طرح ہر ظلم اور زیادتی پر خاموش رہنے کا طریقہ۔ جس سے ظالموں کی مزید ہمت بڑھتی ہے اور غریبوں کی زندگی میں مزید طوفان آتے ہیں۔“ — سلیمان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”ہیں تو تمہارا مطلب ہے کہ میں ظالم ہوں اس لیے تم نے خاموش رہنے کا تہیہ کیا ہے۔“ — عمران نے آنکھیں دکھائیں۔

”جناب آپ اپنے بارے میں بہتر جانتے ہیں۔“ — سلیمان نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”جاؤ پیارے جا کر اپنی پسند کا کوئی بھی ناشتہ لے آؤ۔“ عمران نے افسوس زدہ لہجہ میں کہا جیسے سلیمان کی بات سے پوری طرح متفق ہو کہ آج کل کے زمانے میں مظلوم خاموش رہ کر اپنے اوپر مزید ظلم کرنے کا موقعہ دیتے ہیں۔ سلیمان اثبات میں سر ہلاتا ہوا واپس کچن میں چلا گیا۔

کچھ دیر بعد سلیمان ناشتے کی ٹرائی لیے واپس عمران کے کمرے میں پہنچ چکا تھا۔ اس دوران عمران ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہو گیا تھا۔ اس لیے ناشتہ کرنے بیٹھ گیا۔ جب کہ سلیمان ہاتھ باندھے عمران کو ناشتہ کرتے دیکھتا رہا۔ عمران کے اصرار کے باوجود اس نے ناشتہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ عمران دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ سلیمان نے جو ڈرامہ شروع کیا ہے اس کو ایسا موڑ دے گا کہ وہ ساری ڈرامے بازی ہی بھول جائے گا۔ اس لیے اس نے سکون سے ناشتہ کیا اور ہاتھ دھونے چلا گیا۔ واپس آنے تک سلیمان ناشتے کی ٹرائی لے جا چکا تھا۔

”صاحب۔۔۔ سر کی مالش کر دوں کیا۔“ سلیمان بوتل کے جن کی طرح پھر سے ہاتھ باندھے عمران کے سامنے کھڑا تھا۔

”کیا کہا۔ خارش کر دوں۔“ عمران نے کان کھاتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں۔۔۔ صاحب میں نے کہا ہے کہ آپ کا سراچھی طرح دبا

”دوں کیا۔“ سلیمان نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

”باوا کے باغیچے کی مٹی کھجی ہے کیا جو سر میں دباؤ گے۔“ عمران نے غصہ دکھایا۔

”صاحب۔۔۔ ایسے سر دبائے کو کہا ہے۔“ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے اپنا سر دبا کر دکھایا۔

”جناب سلیمان پاشا صاحب کہیں چکر تو نہیں آرہے۔“ عمران نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔

”ارے صاحب۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔“ سلیمان چلایا۔

”کیوں پیارے سلیمان پاشا صاحب۔۔۔ کیا تم آباؤ اجداد یا اسلاف کی کوئی اچھی نصیحت ہو جو تمہیں چھوڑ دوں۔“ عمران نے سلیمان کے سر پر زور بڑھاتے ہوئے کہا۔

”آؤ۔“ سلیمان کی آہ نکلی۔ شاید عمران کا ہاتھ کچھ زیادہ ہی زور سے پڑا تھا۔

”جاؤ چھوڑ دیا۔۔۔ کیا یاد کرو گے کہ کس حاتم طائی سے پالا پڑا ہے۔“ عمران مسکرایا اور سلیمان جلدی سے باہر بھاگا۔

”کوئی میرا تھن ریس میں حصہ لینے کے لیے بھاگ رہے ہو اتنی جلدی۔ تیل کی مالش کون کرے گا۔“ عمران چلایا۔

”صاحب میرا تھن میں کیوں حصہ لینے جاؤں گا اس جیسے کو تو مولوی صاحب نے بتایا تھا کہ مرد و زن کی کچھ اخلاقی حدود و قیود ہوتی ہیں اور اس طرح اکٹھے بھاگنے سے وہ حدود متاثر ہوتی ہیں۔

پڑھتی ہے اور کون سی نہیں۔ فیڈر میں دودھ بنا کر تمہیں پلایا کروں۔“
 عمران نے قدرے غصے سے جواب دیا۔ وہ چودہ لاشوں کے بارے
 میں پڑھ کر افسردہ ہو گیا تھا اور غصہ اس لیے تھا کہ اب تک مجرموں کو
 پکڑنے کی کوئی کارروائی نہیں کی گئی تھی۔

”عمران صاحب آپ کہیں ان وارداتوں کا ذکر تو نہیں کر رہے
 جو آج کل پبلک پوائنٹ پر ہو رہی ہیں۔“ طاہر نے شرمندہ
 لہجے میں کہا۔

”واہ۔۔۔ میرے جاسوس اعظم۔۔۔ تم تو بہت سمجھدار ہو۔ انہی
 کے بارے میں پوچھ رہا ہوں اور اس کے علاوہ میرے شرلاک ہونے
 رات کی چیخوں کا کیا راز ہے۔“ عمران نے سرگوشیاں لہجے
 میں پوچھا۔

”عمران صاحب۔۔۔ میں نے ٹیم کی ڈیوٹی تو لگائی ہوئی ہے مگر
 ابھی تک کوئی بھی کلیو سامنے نہیں آیا۔“ طاہر نے کہا اور ساتھ
 ہی اب تک کی رپورٹ بھی دے دی۔

”کیوں۔۔۔ کیا واردات کرنے والوں نے طلسمی ٹوپی پہن رکھی
 ہے جو ابھی تک ان کا کھوج نہیں ملا۔“ عمران کا لہجہ ایک مرتبہ
 پھر سخت ہو گیا تھا۔

”عمران صاحب۔۔۔ اپنی طرف سے تو ممبران پوری کوشش کر
 رہے ہیں مگر کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔“ طاہر نے اپنے ممبران کا دفاع
 کیا۔

”کیا خاک کوشش کی ہے اب تک چودہ لاشیں مل چکی ہیں اور تم
 لوگوں کی صرف کوشش، کوشش وہی کامیاب ہوتی ہے جو دل سے کی
 جائے۔۔۔ میں دانش منزل آ رہا ہوں۔ پھر ان سامری جادوگر کی ناخلف
 اداادوں کو دیکھتے ہیں کہ واردات کرنے کے بعد طوطا بن کر کہاں
 غائب ہوتے ہیں۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور فون رکھ
 دیا۔ وہ آج صبح ہی بیرون ملک سے واپس آیا تھا اور اس لیے ان
 وارداتوں کے بارے میں اسے کوئی علم نہیں تھا۔ وہ تیار ہو کر جیسے ہی
 پارکنگ میں پہنچا۔ سوپر فیاض کی آواز سن کر بے اختیار اس کے
 چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

”ہائے عمران۔“ سوپر فیاض ڈرائیونگ سیٹ سے ہی زور
 سے چلایا۔ وہ ابھی ابھی پارکنگ میں پہنچا ہی تھا۔

”کیا ہوا۔۔۔ سوپر کیا پیٹ میں گڑبڑ ہے۔ جو ہائے کر رہے
 ہو۔“ عمران نے مکمل سلام کرتے ہوئے کہا۔

”پیٹ میں گڑبڑ۔۔۔ نہیں تو۔۔۔ یہ کیا نہ رہے ہو تم۔“ سوپر
 فیاض کے لہجے میں حیرانی تھی۔

”ابھی تو تم نے ہائے کیا ہے۔“ عمران نے یاد دہانی
 کی۔

”وہ تو تمہیں کہا ہے۔ اچھا چھوڑو ادھر آؤ میری گاڑی میں
 بیٹھو۔“ سوپر فیاض مسکرانے لگا۔

”مجھے کیوں کہا۔ میرا پیٹ تو بالکل ٹھیک ہے۔“ عمران

نے کہا اور آگے بڑھ کر فیاض کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ جان بوجھ کر بات کو چیونٹم کی طرح کھینچ کر لمبا کر رہا تھا۔

”ارے بابا۔۔۔ میں نے سلام کے طور پر ہائے کہا ہے۔“ سوپر فیاض نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز جان چھڑانے والا تھا۔

”یہ سلام کے طور پر ہائے کیا ہوتا ہے۔ میں پکا مسلمان ہوں اور سلام کا جواب دے سکتا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔ وہ سوپر فیاض کو جان بوجھ کر شرمندہ کر رہا تھا تاکہ اس کی عادت سے تو چھٹکارا مل جائے کہ ہیلو ہائے کسی بھی طرح اس لائق الفاظ نہیں ہیں کہ سلام کی جگہ لے سکیں۔

”اچھا میرے باپ مجھے معاف کر دو۔ آئندہ سے سلام ہی کروں گا۔“ سوپر فیاض نے زچ ہوتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیئے۔

”شاباش جیتے رہو بیٹے۔۔۔ ایسے ہی اپنی غلطیوں کو سدھارتے رہو گے تو بہت جلد تاریخ کا حصہ بن جاؤ گے۔“ عمران نے بڑے بوڑھوں کے انداز میں سوپر فیاض کے کندھے پر تھپکی دی۔

”عمران۔۔۔ میرے بھائی۔۔۔ میں بہت مشکل میں ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔“ فیاض نے عمران کا ہاتھ پکڑ کر اپنی گاڑی کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

”مگر میرے پاس تو کوئی رقم نہیں ہے۔۔۔ کیا بتاؤں پیارے

آج کل کیسی مفلسی کا زمانہ آگیا ہے۔ اب تو پیاز کے ساتھ روٹی لٹائی بھی غریبوں کے لیے خواب بن گیا ہے۔“ عمران نے ادانکاری کے جوہر دکھائے۔ اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ سوپر فیاض کو پھر اس سے کوئی کام پڑ گیا ہے۔

”اوہ ہو۔ میں تمہاری طوطا مینا کی کہانی سننے نہیں آیا۔۔۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے اور تمہیں میری مدد ہر صورت کرنی ہو گی۔“ سوپر فیاض بوکھلا گیا اس کو بھاری رقم پھر سے اپنی جیب سے جاتی دکھائی دینے لگی تھی۔

”تو پیارے میں نے کب انکار کیا ہے۔ مگر خالی پیٹ اور خالی جیب تو مدد دیسے ہی دروازے سے سلام کر جاتی ہے۔“ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے تم کپے بلیک میٹر ہو۔ تم ہر دفعہ میری مجبوری کا جائز فائدہ اٹھاتے ہو۔ بتاؤ اس بار تمہاری کیا ڈیمانڈ ہے۔“ سوپر فیاض نے غصے سے کہا۔

”کیا وقت آگیا ہے۔ اب اگر غریب اپنی مجبوری بھی بتائیں تو معاشرے کو ناجائز لگتی ہے۔ جن کے پیٹ بھرے ہوں اور دماغوں میں دولت ناچ رہی ہو ان کو ہر کوئی بلیک میٹر اور لٹیرا ہی نظر آتا ہے۔ میں وہ لوگ شیشے پر نظر ڈالنا بھول جاتے ہیں کہ ان کی سوچ کے عکس کا عکس تو شیشہ دکھا رہا ہوتا ہے۔“ عمران نے مصنوعی غلامی کا اظہار کیا۔

”پلیز ناراض مت ہو۔ تم تو میرے بھائی ہو میرے سچے دوست ہو۔ میں تو صرف مذاق کر رہا تھا۔“ سوپر فیاض نے فوراً ہی اپنا لہجہ تبدیل کر لیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ اگر ایک دفعہ عمران نے انکار کر دیا تو پھر اس کے انکار کو اقرار میں بدلنا ناممکن تھا۔

”اچھا تو یہ مذاق تھا۔ تم نے تو مجھے خواہ مخواہ ہی ڈرا دیا ورنہ مجھے تو معلوم ہے کہ میرا سوپر فیاض نام کا ہی نہیں بلکہ دل کا بھی فیاض ہے اور ابھی کہے گا کہ یہ لو بیس لاکھ کا چیک اور غربت کے ہاتھوں آنے والے ان آنسوؤں کو پوچھ ڈالو کہ غریب کے آنسو صاف کرنے کے لیے ابھی بھی دلوں میں درد باقی ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”بیس لاکھ۔۔ میں نے کیا بنک لوٹنے شروع کر دیے ہیں جو اتنی بڑی رقم تمہیں دوں گا۔“ سوپر فیاض بوکھلا گیا۔

”تمہاری مرضی ہے پیارے۔ ورنہ کام تمہیں ہی ہے۔ میرا کیا ہے کہیں بھی محنت مزدوری کر کے دو وقت کی روٹی تو حاصل کر ہی سکتے ہوں۔“ عمران کا لہجہ اٹل تھا۔

”تم کچے بلیک میلر ہو۔ ٹھیک ہے بیس لاکھ لے لینا۔ مگر میرا کام ہوتا چاہیے۔ یہ میری انا کا مسئلہ بن چکا ہے۔“ سوپر فیاض نے بے چارگی سے کیا اور جیب سے چیک بک نکال لی۔

”ارے پیارے فیاض تم چیک میرے نام کرو اور بھول جاؤ کہ تم کبھی کسی مسئلے کا شکار بھی ہوئے تھے کیونکہ مجھے یہ بھی علم ہے کہ تمہار

مسئلہ کیا ہے اور اگر مجھے مسئلے کا علم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا حل بھی میرے پاس ہوگا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”تمہیں کیسے علم ہے کہ میں کس مسئلے کا شکار ہوں۔“ سوپر فیاض نے بے یقینی کی کیفیت سے کہا۔

”ارے تم مجھے اپنا دوست سمجھو یا نہ سمجھو مگر میں تو تمہیں اپنا سچا دوست سمجھتا ہوں اس لیے تمہاری طرف سے باخبر رہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”اچھا تو اگر یہ بات ہے تو بتاؤ میرا کیا مسئلہ ہے۔“ سوپر فیاض نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

”سوپر فیاض صاحب تمہارا مسئلہ ہے پینک پوائنٹ پر ملنے والی لاشیں اور میں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم ابھی ابھی ڈیڑی سے جھاڑ کھا کر آ رہے ہو اور جھاڑ پڑی بھی کسی ایسی وجہ سے ہے جس میں تمہارا کوئی ماتحت اپنی کارکردگی دکھا گیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سوپر فیاض کی نفسیات جاننے کی وجہ سے اس کو اندازہ تھا کہ کون سا مسئلہ اس کی انا کا مسئلہ بن سکتا ہے۔

”کیا انسپکٹر رستم نے تمہیں فون کر کے ساری بات بتائی ہے۔“ سوپر فیاض نے حیرانی سے پوچھا۔

”کون انسپکٹر رستم۔“ عمران نے کہا۔ اس بار حیران ہونے کی باری عمران کی تھی۔

”نیا آیا ہے۔۔ اس نے جائے وقوعہ سے کوئی ٹین ڈھونڈا ہے اور

بڑے صاحب نے اسے اب اس کیس کا انچارج بنا دیا ہے۔ ہونہ
اب مجرم بن سے برآمد ہوں گے کیا۔“ سوپر فیاض نے انسپکٹر
رستم کا نام اس انداز میں لیا تھا کہ اگر وہ سامنے ہوتا تو اپنے دانت
اس کی گردن میں گاڑ دیتا۔

”میں نہیں جانتا اے۔“ عمران نے مختصر جواب دیا۔
”پھر تمہیں کیسے پتہ چلا ہے کیا سر عبدالرحمن نے بتایا ہے۔“ سوپر
فیاض نے پوچھا۔

”ڈیڑی سے تو میری کافی دنوں سے ملاقات ہی نہیں ہوئی ہے۔“
عمران نے جواب دیا۔

”پھر تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو۔ بہر حال میرا مسئلہ
واقعی ہی یہی ہے۔“ سوپر فیاض نے حیرانی سے کہا۔

”تم نے خود ہی تو بتایا ہے کہ تمہاری انا کا مسئلہ ہے اور تمہارے
بارے میں اتنا تو میں جانتا ہوں کہ تمہارے لیے انا کا مسئلہ اس وقت
بنتا ہے جب تمہارا کوئی ماتحت اپنی کارکردگی دکھا کر ڈیڑی سے شاباش
لے جائے اور تمہیں نوکری سے درخواست کرنے کا الٹی میٹم مل
جائے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب تم بھی اپنے ڈیڑی کی طرح میرا جی جلاؤ گے کیا۔“ سوپر
فیاض عمران کی بات پر بھنا گیا۔

”ارے نہیں پیارے۔ میں تو انتظار کر رہا ہوں یہاں تم مجھے
چیک دو۔ وہاں مجرم تمہارے حوالے۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ لو۔۔ مگر سوچ لو۔۔ اس بار اگر تم نے میری مدد
نہ کی تو میں خودکشی کر لوں گا۔ مجھے جلد سے جلد مجرم چاہیے۔“ سوپر
فیاض نے دھمکی دیتے ہوئے کہا اور چیک عمران کے حوالے کر دیا۔

”انسپکٹر رستم کا نمبر کیا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔
”تم کیوں پوچھ رہے۔“ سوپر فیاض نے جواب دیا۔
”اس کی شیروائی کا ناپ پوچھنا ہے۔“ عمران نے سنجیدہ
لہجے میں جواب دیا۔

”تم سے تو بات کرتا ہی فضول ہے۔ بہر حال یہ لو نمبر نوٹ
کرو۔“ سوپر فیاض نے جھلا کر کہا اور نمبر بتا دیا۔ نمبر نوٹ
کرنے کے بعد عمران اس کی گاڑی سے اترا اور اپنی گاڑی کی طرف
بڑھ گیا۔ فیاض کو یقین تھا کہ عمران جو کہہ دیتا ہے وہ کام کر کے
دکھاتا ہے۔ اتنی دیر میں عمران اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا
ہوا تیزی سے پارکنگ سے باہر جا چکا تھا۔ عمران اب دانش منزل جا
رہا تھا تاکہ اس معاملے کو پوری توجہ سے دیکھ سکے۔ کچھ دیر بعد وہ
دانش منزل پہنچ چکا تھا۔

عمران کے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی طاہر احتراماً اٹھ کھڑا
۔۔۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ عمران نے طاہر سے
صاف کرتے ہوئے کہا۔

”وعلیکم السلام۔ عمران صاحب۔“ طاہر نے جواب دیا۔

”طاہر۔۔ بیٹھ جاؤ اور آئندہ میں جب آؤں تو احرام کے لیے اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ ضرور کیا کرو کہ جب رحمت برکت اور سلامتی کی دعا ایک ساتھ ملے تو بدلے میں دعا دیتے ہوئے کبجی مت کیا کرو۔“ — عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”میں سمجھا نہیں۔ رحمت برکت اور سلامتی کی دعا کے بدلے میں کبجی کیسے کر سکتا ہوں۔“ — طاہر نے حیرانی سے پوچھا۔

”میں نے تمہیں پورا سلام کیا ہے مطلب کہ تمہیں سلامتی رحمت اور برکت کی دعا دی ہے مگر تم نے صرف سلامتی کی دعا دینے پر اکتفا کیا ہے یہ کبجی نہیں تو اور کیا ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”ویری سوری عمران صاحب۔۔ میرا دھیان ہی اس طرف نہیں گیا آئندہ سے پوری دعا دیا کروں گا۔“ — طاہر نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”چلو اچھا ہے دیر آئے درست آئے۔“ — عمران نے کہا مگر

لہجہ سنجیدہ ہی تھا۔ طاہر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اب ایسا کرو جا کر پچھلے دنوں کے سب اخبارات لے آؤ۔ میرے ذہن میں ایک خیال نکھجورے کی طرح رینگ رہا ہے۔“ — عمران نے اپنے سر پر اس طرح ہاتھ پھیرا جیسے واقعی کسی نکھجورے کو اپنے سر سے ہٹا رہا ہو۔

”کیسا خیال عمران صاحب۔“ — طاہر نے پوچھا۔

”ابھی فی الحال تو خیال آیا ہے پہلے اس کو سن بلوغت تک پہنچے

”دو۔ پھر بتاتا ہوں۔“ — عمران نے جواب دیا۔ اس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں غرق تھیں۔

”میں اخبار لے کر آتا ہوں۔“ — طاہر نے کہا۔ اس نے عمران سے مزید پوچھنا مناسب نہ سمجھا تھا کیونکہ عمران کو سوچ کے دوران ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”جلدی آنا۔“ — عمران نے جواب دیا اور آنکھیں بند کر کے سوچ میں ڈوب گیا۔ طاہر کے جانے کے کچھ دیر بعد عمران نے آنکھیں کھولیں اور فون اپنی طرف کھسکا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رسیور اس نے کان سے لگا رکھا تھا۔

”جولیا سپیکنگ۔“ — چند لمحوں کے بعد جولیا کی آواز سنائی دی۔

”ایکسٹو۔ جولیا تم نے ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں دی۔“ — عمران نے سرد لہجے میں پوچھا کیونکہ طاہر بتا چکا تھا کہ ممبر فی الوقت تو اپنی کوشش کر رہے ہیں۔

”جیف پوری ٹیم اس وقت دارالحکومت میں پھیلی ہوئی ہے مگر کوئی بھی سراغ نہیں مل سکا۔ سب ممبران اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں مگر لمبے لگ رہا ہے جیسے مجرم زمین میں چھپے ہوں۔ اس کے علاوہ ٹائیگر منڈ ڈریلے انڈورولڈ میں بھی چیکنگ کروائی گئی ہے مگر وہاں سے بھی کوئی سراغ نہیں مل سکا۔“ — جولیا نے تفصیل بتائی۔

”کوشش جاری رکھو۔“ — عمران نے مخصوص لہجے میں کہا اور

کال ختم کر کے رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔
 ”یہ لیس عمران صاحب۔“ کچھ دیر کے بعد طاہر نے
 اخبارات کا بنڈل لا کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔
 ”شکریہ۔۔ اب تم ایک کپ کافی پلو دو۔ اتنی دیر میں ان
 اخبارات کو دیکھ لوں۔“ عمران نے کہا اور طاہر مسکراتا ہوا کچن
 میں چلا گیا۔ جبکہ عمران ایک ایک کر کے سب اخبارات دیکھتا رہا اور
 ساتھ ساتھ ایک صفحے پر کچھ لکھتا بھی رہا۔ عمران کے ماتھے پر سوچ کی
 لکیریں گہری ہو گئی تھیں۔ اس دوران طاہر نے کافی لا کر ٹیبل پر رکھ
 دی اور خود ایک کرسی پر بیٹھ کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ عمران اخبار
 پڑھنے کے ساتھ ساتھ کافی کے بھی چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔
 ”طاہر۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ پہلی دفعہ لاش کب ملی اور رات کے
 وقت چیخنے کی آواز کب سنائی دی۔“ عمران نے پوچھا اور
 ساتھ ہی اخبارات بند کر کے ایک طرف رکھ دیئے۔

”یہی کوئی دو ہفتے کے قریب ہو گیا ہے لاشیں ملنے کا یہ سلسلہ
 طاہر نے فوراً جواب دیا۔

”اور چلانے کا۔“ عمران نے دوبارہ پوچھا۔

”کم و بیش یہی وقت ہے۔“ طاہر نے کہا۔

”مرنے والوں کے ورثاء کا پتہ چلا۔“ عمران نے مزہ

سوال کیا۔

”جی ہاں۔ تقریباً سب لاشوں کی پہچان ہو چکی ہے شہر۔“

مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی لاشیں ہیں اور کسی کا ابھی
 تک کسی قسم کے جرائم سے کوئی واسطہ بھی نہیں لگا۔“ طاہر نے
 جواب دیا۔ مگر عمران نے کچھ بولنے کی بجائے فون اپنی طرف کیا اور
 نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”ایکسٹو۔“ رابطہ ملتے ہی عمران نے ایکسٹو کے مخصوص
 لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔“ صفدر کا لہجہ مؤدبانہ ہو گیا۔

”پکنک پوائنٹ پر ملنے والی لاشیں جن جن علاقوں کی ہیں ان کی
 رپورٹ بنا کر آدھے گھنٹے میں دو۔“ عمران نے حکم دیا۔

”ٹھیک ہے سر۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”اوکے۔“ عمران نے کہہ کر کال ختم کی اور رسیور واپس
 رکھ دیا۔

آدھے گھنٹے کے بعد ہلکے سے آلارم کی آواز سنائی دی۔ عمران نے
 چونکتے ہوئے سامنے سکرین پر دیکھا اور سکرین کے نیچے لگا ہوا ایک
 بٹن دبا دیا۔ سکرین پر صفدر نظر آ رہا تھا جس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے
 اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل دروازے میں ایک مخصوص جگہ میں ڈال
 دی تھی اور خود پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے ایک
 بٹن مزید دبایا تو سکرین صاف ہو گئی۔ عمران نے اپنی میز کا خانہ کھولا
 اس میں وہی فائل موجود تھی۔ مخصوص سسٹم کے تحت وہ فائل میز کے
 دراز میں پہنچ چکی تھی۔ عمران اس فائل کو پڑھنے میں مصروف ہو

گمیا۔ فائل پڑھنے کے بعد اس نے ایک گہرا سانس لیا اور فائل بند کر دی۔

”میرا شک ٹھیک نکلا۔“ — عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کی۔

”عمران صاحب۔۔۔ مجھے بھی کچھ سمجھا دیں۔“ — طاہر نے بے چین لہجے میں کہا۔

”اس فائل اور صفحے کو پڑھو۔ اس صفحے پر ان علاقوں کے نام لکھے ہیں جہاں اب تک چیخیں سنائی دیں ہیں اور اس فائل میں پتک پوائنٹ سے ملنے والی لاشوں کے علاقوں کی تفصیل موجود ہے۔“ — عمران نے فائل اور صفحہ بلیک زیرو کی طرف بڑھا دیا۔

”اوہ۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ جن علاقوں میں چیخیں سنائی دی گئی ہیں۔ اس سے اگلے دن اس علاقے کا ہی شخص ہلاک ہوا ہے۔“ — طاہر نے چوکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ کالے صفر۔۔۔ یہ ہی بات ہے۔“ — عمران نے تائید کی۔

”تو مجرموں کو پکڑنے کے بارے میں کونسا طریقہ سوچا ہے اس بار۔“ — طاہر نے جلدی سے پوچھا۔

”کالے صفر۔۔۔ ایکسو تو تم ہو۔ مجرم تم سے خوفزدہ رہتے ہیں اور طریقہ مجھ جیسے عام آدمی سے پوچھ رہے ہو۔ ویسے بھی چچا کنفیوژس نے کہا ہے کہ میں نے سنا اور بھول گیا میں نے دیکھا تو

یاد رکھا اور جب میں نے کہا تو سمجھا۔“ — عمران نے برا سامنہ بتاتے ہوئے جواب دیا۔

”عمران صاحب اب آپ کا ذہن ہی اتنا فاسٹ ہے کہ سننے پر ہی گزارا کرتا پڑتا ہے۔“ — طاہر عمران کے انداز پر مسکرا دیا۔

”ایسی بات نہیں ہے کالے صفر۔۔۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہر بات کی تہہ تک پہنچنے کے لیے پہلے یہ سوچو کہ یہ ہوا کیوں ہے پھر ہر ہونی اور انہونی بات کو آپس میں جوڑتے جاؤ۔ نتیجہ سامنے آجائے گا۔“ — عمران نے سمجھایا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔ اب مزید کیا ارادہ ہے۔“ — طاہر نے پھر پوچھا۔

”ارادہ کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ بحر ظلمات میں تیرنے کا عمل سیکھوں گا۔“ — عمران نے آنکھیں ایک دفعہ پھر بند کر لیں۔

”بحر ظلمات میں تیرنے کا عمل۔ مگر وہ کیوں عمران صاحب۔“ — طاہر نے حیرانی ظاہر کی۔

”ارے کالے صفر۔۔۔ تم حیران ہو رہے ہو۔ دنیا کو تو دیکھو ظلم کرنے کے کیسے کیسے نئے طریقے اختیار کر رہی ہے۔“ — عمران نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

”میں سمجھا نہیں۔“ — طاہر عمران کی سنجیدگی پر بے اختیار ہلک گیا۔

”میں سمجھا بھی نہیں سکتا۔ بس محسوس کرنے کی بات ہے۔“ — عمران

نے جواب دیا۔

”آپ بتائیں تو سہی۔“ طاہر نے اصرار کیا۔

”انسان وحشی کب بنتا ہے۔“ عمران نے سوال کیا۔

”میرے خیال میں تو جب وہ پاگل ہو جاتا ہے۔“ طاہر

نے کچھ سوچنے کے بعد جواب دیا۔

”نہیں۔۔۔ بلکہ جب وہ بھوکا ہوتا ہے۔“ عمران نے طاہر

کے جواب کی نفی کی۔

”وہ کیسے۔“ طاہر نے پوچھا۔

”جانور شکار کب کرتا ہے جب بھوکا ہوتا ہے۔ اس معاشرے کے

کچھ امیروں اور غریبوں نے بھی جانوروں کی اس روش کو اپنا ل

ہے۔“ عمران نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

”مزید وضاحت کریں گے۔“ طاہر نے کچھ نہ سمجھنے والے

انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ایک طرف دولت انسانوں کے منہ سے نوالے چھین رہی ہے۔

اور دوسری طرف دولت انسانوں کی انسانیت چھین رہی ہے۔“ عمران

نے اپنا فلسفہ بیان کیا۔

”اب بھی بات پوری طرح سمجھ نہیں آئی۔“ طاہر۔

کہا۔

”غریب دولت نہ ہونے کی وجہ سے بھوک ستانے پر جرم۔

راستے اپنا لیتا ہے اور امیر اپنی دولت کی بھوک پوری کرنے کے

جرائم کا پیشہ اختیار کر لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ عموماً حد سے بڑی ہوئی

بھوک ہی جرائم کا راستہ دکھاتی ہے۔“ عمران حد سے زیادہ

بہیدہ تھا۔

”یہ تو ہے عمران صاحب۔“ طاہر نے تاسف بھرے لہجے

میں عمران کی سچائی سے اتفاق کیا۔

”پیارے۔۔۔ انسانی فلسفے کی ایک اور تلخ سچائی بھی سن لو۔“ عمران

نے مزید کہا۔

”جی بتائیے۔“ طاہر نے دلچسپی ظاہر کی۔

”جب کبھی شیر شکار کے لیے نکلتا ہے تو بھاگنے والے ریوڑ کا ہر

جانور صرف اپنی جان بچانے کی فکر میں کیوں ہوتا ہے۔ کیوں نہیں یہ

صوچ لیتے کہ اگر سارے جانور مل کر ایک شیر پر حملہ کر دیں تو شیر

ایسے ہی مارا جائے گا یا بھاگ جائے گا مگر اپنی جان بچانے کی خواہش

سب پر غالب ہوتی ہے اور جب ریوڑ میں سے کوئی جانور شیر کے قابو

میں آ جاتا ہے تو باقی ریوڑ بے فکر ہو کر پھر سے گھاس چرنا شروع کر

جاتا ہے جیسے اس کی بھی باری نہیں آتی۔ ہم انسان اب جانوروں کی

ن فطرت کو بھی اپنانے لگے ہیں۔“ عمران نے افسوس زدہ

لہجے میں کہا۔

”مطلب۔“ طاہر حیران ہوا۔

”مطلب یہ ہے پیارے کہ انسانی نفسیات میں یہ کیفیت اب

الٹ آتی جا رہی ہے کہ دوسرے کا گھر جلتا ہے تو جلتے مگر میرا

گھر محفوظ رہے۔ ساتھ والے کے بچے بھوک سے بلبلاتے ہیں تو بلبلاتے رہیں۔ مگر میرے گھر والوں کا پیٹ بھرا رہے اور اگر کچھ دافر مقدار میں ہو بھی تو بھوک سے بلبلاتے انسانوں میں بانٹنے کی بجائے اس کو اس طرح محفوظ کر لیا جائے جیسے خود کو موت نہیں آتی۔“

عمران نے بڑے دکھ سے کہا۔ وہ موجودہ انسانی رویے سے دل برداشتہ ہو چکا تھا۔

”عمران صاحب بہت سنجیدہ ہو رہے ہیں آج۔“ — طاہر نے بات کا رخ موڑا۔

”سنجیدہ نہیں پیارے۔۔۔ رنجیدہ ہو رہا ہوں۔۔۔ چودہ دنوں میں چودہ لاشیں اور مجرموں کا کچھ پتہ نہیں۔“ — عمران نے کہا۔

”عمران صاحب سب ہی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔“ — طاہر نے پھر اپنے ساتھیوں کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔

”ایسا کرو کہ اپنی ٹیم کے ممبران کو رات کے وقت ہر علاقہ میں پھیلا دو اور اگر مزید ضرورت پڑے تو ملٹری انٹیلی جنس سے رابطہ لینا لیکن ہر علاقے میں کوئی نہ کوئی موجود ہونا چاہیے۔“ — عمرا نے اپنی حکمت عملی سے آگاہ کیا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔“ — طاہر نے جواب دیا۔

”میں اب جا کر انسپکٹر رستم سے مل لوں۔“ — عمران نے

اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”انسپکٹر رستم۔ یہ کون ہے۔“ — طاہر نے پوچھا۔

”فیاض کا نیا اسٹنٹ۔۔۔ سنا ہے اس نے اس کیس کے سلسلے میں کوئی تیر مارا ہے اس تیر کو پرکھنے جا رہا ہوں کہ نشانے پر لگا ہوا تیر ہے یا ہوا میں چلا ہوا تیر۔“ — عمران نے جواب دیا پھر مصافحہ کرنے کے بعد آپریشن روم سے نکل کر پورچ میں آیا اور گاڑی میں بیٹھ کر سنٹرل انٹیلی جنس کی عمارت کی سمت گاڑی دوڑانے لگا۔

عمران سنٹرل انٹیلی جنس کی پارکنگ میں کار پارک کر کے نکلا ہی تھا کہ سامنے سے سر عبدالرحمن آتے دکھائی دیے۔ عمران کے لباس کو دیکھ کر ان کے ماتھے پر یکدم شکنیں پڑھ گئی تھیں۔ عمران نے صبح ناشتے سے پہلے ہی اپنا ملٹی کلر لباس پہن لیا تھا۔ اس کا ارادہ آج کسی تفریحی مقام پر جانے کا تھا تاکہ سفر کی تھکن اتار سکے۔ مگر اخبار میں اموات کی خبریں پڑھ کر وہ سنجیدہ ہو چکا تھا مگر لباس تبدیل کرنے کا اسے خیال نہ رہا۔ اس لیے اب اسی لباس میں وہ سنٹرل انٹیلی جنس کی عمارت میں موجود تھا۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ڈیڈی۔ کیا حال ہیں۔“ — عمران نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ اس کے چہرے پر پھر سے ازلی حماقتیں واپس آچکی تھیں۔

”وعلیکم السلام۔۔۔ عمران کیا تمہیں اپنے باپ کی عزت کا ذرہ بھی خیال نہیں ہے۔“ — سر عبدالرحمن نے عادت کے برخلاف انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

”نہیں ڈیڈی آپ کی عزت کا ہی تو خیال ہے۔“ — عمران

نے سعادت مندی سے کہا۔

”تو پھر اس طرح کا لباس پہن کر اپنے باپ کی عزت کا تماشا کیوں بناتے ہو۔ احق نالائق یہ کیسا لباس پہن رکھا ہے تم نے۔“ سر عبدالرحمن کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔

”کپڑے کا لباس ہے ڈیڈی اور دیکھنے میں بھی ایسا ہے کہ جو ایک بار دیکھے مز مز کر بار بار دیکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔“ — عمران نے اس طرح اتراتے ہوئے کہا۔ جیسے سر عبدالرحمن اس کے لباس کی تعریف کر رہے ہوں۔

”وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے کہ تم نے کپڑے کا لباس پہن رکھا ہے مگر اتنے بیہودہ رنگوں کے جوڑ کیوں لگا رکھے ہیں۔“ — سر عبدالرحمن کا غصہ مزید بڑھ گیا۔

”غریبوں کا فیشن ہے ڈیڈی اور ضرورت کو ایجاد کا باپ بناتے ہوئے۔“ — عمران نے سادگی سے کہا۔

”شٹ اپ یو ڈیم فول۔ باپ کی عزت کا ذرہ بھی خیال نہیں ہے تمہیں۔“ — سر عبدالرحمن برس پڑے۔

”ڈیڈی آپ کی عزت کا خیال ہی تو ہے اس وجہ سے تو ضرورت کو ایجاد کا باپ بنایا ہے۔ آپ کی عزت کے خیال سے ہی تو یہ پہن رکھا ہے ورنہ حال غربت تو یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ جنگل کے انسان کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں اور اگر ایسا کرتا تو یقیناً سب کہتے کہ دیکھو اس کو اپنے باپ کی عزت کا بھی خیال نہیں ہے۔ اب سب کہتے

ہیں کہ دیکھو اس احق نے تو کمال کر دیا۔ غریبوں کو نیا فیشن دینے کے ساتھ ساتھ اپنے باپ کی اور اپنی دونوں کی عزت بچائی۔“ — عمران نے فخر سے سینہ چوڑا کرتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔۔ کیا تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔ کیا بکواس کر رہے ہو کیسے عزت بچائی ہے اس بے ہودہ لباس میں۔“ — سر عبدالرحمن دھاڑے۔

”ڈیڈی خود سوچیں کہ اگر جنگل کے انسان کا لباس پہنتا تو شام تک وہ سارا لباس بکریوں کی خوراک بن چکا ہوتا اور باقی تو آپ سمجھ دار ہیں۔۔۔۔ بس ڈیڈی شکر کریں کہ عزت بچ گئی۔“ — عمران نے شرماتے ہوئے اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”شٹ اپ یو ایڈیٹ دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے اور آئندہ ایسے لباس میں میرے سامنے آئے تو گولی مار دوں گا۔“ — سر عبدالرحمن عمران کی بات کا مطلب سمجھ کر چلائے اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ غصے میں انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ اس سے پوچھ سکیں کہ وہ ان کے محلے میں کیا کرنے آیا ہے۔

”ڈیڈی اگر جان کی امان ہو تو عرض کروں کہ اگر ایسا لباس پہنے کی ہمت نہیں کروں گا تو دوسری صورت میں مجھے آپ کے سامنے آتے ہوئے ہی شرم آئے گی۔“ — عمران نے ڈرتے ہوئے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ کر ان کی گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔

”شام کو کوئی آ جانا یا سلیمان کو کہنا آ کر رقم لے جائے مگر اپنے

باپ کی عزت کا خیال رکھنا اور آئندہ اگر تمہیں ایسا لباس پہنے ہوئے دیکھا تو وہیں گولی مار دوں گا۔“ سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

”جی ڈیڈی۔“ عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ سر عبدالرحمن کی گاڑی جانے کے بعد وہ تیزی سے فیاض کے کمرے کی طرف بڑھا۔ کچھ دیر بعد وہ فیاض کے کمرے میں بیٹھا انسپکٹر رستم کا انتظار کر رہا تھا۔ جبکہ فیاض اپنے سامنے ایک فائل اس طرح کھولے بیٹھا تھا جیسے کسی بہت ضروری کام میں مصروف ہو۔ اس نے عمران سے کہا بھی تھا کہ اول تو انسپکٹر سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نئے بھرتی ہو کر آنے والے رائی کو بھی پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں اور اگر اس کو پھر بھی ملنا ہی ہے تو کسی اور جگہ جا کر ملے مگر عمران کے سامنے فیاض کی ایک نہ چل سکی تھی۔ کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

”یس۔ کم ان۔“ فیاض نے بارعب آواز بناتے ہوئے کہا۔

”سر آپ نے مجھے بلایا تھا۔“ ایک ورزشی جسم کا لمبے قد کا جوان آدمی اندر داخل ہوا۔ جس کی آنکھوں کی چمک اس کی ذہانت کی دلیل دے رہی تھیں۔

”ہاں ان سے ملو یہ عمران ہے۔ سیکرٹ سروس کے چیف کا نمائندہ خصوصی۔ تم سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہے۔“ سوپر فیاض نے

اپنے تعارف کرایا جیسے لٹھ مار رہا ہو۔

”جی جناب۔۔ مگر کیا یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دیا گیا ہے۔“ آنے والا جو انسپکٹر رستم تھا نے چونک کر پوچھا۔

”ابھی تک تو نہیں۔۔ فی الحال اپنی ذاتی دلچسپی کی بناء پر اس کیس کو دیکھ رہا ہوں۔“ عمران نے گول مول جواب دیا۔ ویسے انسپکٹر کی ذہانت دیکھ کر اسے خوشی ہوئی تھی۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔۔ میں آپ کو جانتا ہوں۔ ٹائیکر میرا دوست ہے اس نے کافی دفعہ آپ کا ذکر کیا ہے۔ مجھے خود بھی آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ ایک درخواست ضرور کروں گا کہ اس کیس کے دوران مجھے اپنے ساتھ شامل رکھیں تاکہ آپ سے ملنے والا تجربہ میری سروس کے لیے مشعل راہ بنے۔“ انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے اس بارے میں بھی سوچ لیں گے۔ فی الوقت تو میں تمہارے پاس وہ مٹن دیکھنے آیا ہوں۔“ عمران نے رستم کی بات پر فیاض کا منہ بری طرح سے گزرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اس لیے اس نے رستم کی بات گول کر دی۔

”عمران صاحب۔۔ آپ پکنک پوائنٹ سے ملنے والے مٹن کی بات کر رہے ہیں۔“ انسپکٹر رستم نے پوچھا۔

”ارے واہ۔۔۔ تم تو دماغ کے بھی رستم زمان نکلے۔ دل کی بات دماغ سے سمجھ لیتے ہو۔ سوپر فیاض میں چلتا ہوں۔ چلو بھی رستم

زمان اکھاڑے میں چلنے کا وقت ہو گیا ہے۔“ — عمران نے سراجے ہوئے کہا۔

”تم کدھر جا رہے ہو عمران۔“ — فیاض نے چوکتے ہوئے کہا۔

”کہیں نہیں پیارے۔۔۔ آنا جانا تو لگا رہتا ہے۔“ — عمران نے فیاض کو چھیڑنا چاہا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔“ — فیاض نے اپنے ماتحت کے سامنے مزید الجھنا مناسب نہ سمجھا ورنہ اس کو معلوم تھا کہ عمران نے اس کی مٹی پلید کر دینی ہے۔ اس لیے عمران کے انداز دیکھ کر فوراً ہی خاموش ہو گیا۔

”ہاں تو رستم زمان۔۔۔ تمہارا اس بٹن کے بارے میں کیا خیال ہے۔“ — عمران نے انسپٹر کے کمرے میں پہنچ کر بٹن اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

”میرے ذہن میں جو نقشہ بنا ہے اس کے مطابق تو تفتیش شروع کر رکھی ہے مگر۔“ — انسپٹر رستم نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

”مگر کیا۔۔۔“ — عمران نے پوچھا۔

”ابھی تک کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا۔“ — انسپٹر رستم نے

جواب دیا۔

”کوشش جاری رکھنی چاہیے۔۔۔ نتیجہ شرمندہ ہو کر خود ہی سامنے

آ جاتا ہے۔“ — عمران نے اس بٹن کو بغور دیکھنے کے بعد کہا۔

”ویسے تم نے اب تک کیا کوشش کی ہے۔“

”عمران صاحب۔۔۔ اس بٹن کو غور سے دیکھیں ایسا لگتا ہے کہ کوئی خاص قسم کا نقش ہو جس کے ذریعے کچھ بتانے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ میں نے نقش و نگار کے ماہرین کو آج بلایا ہے تاکہ اس پر بنے ہوئے نقش کے بارے میں معلومات مل سکیں۔“ — انسپٹر رستم نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”یہ یوگانی تاریخ کے مشہور کردار ہرکولیس کی گرہ کا نشان ہے۔ جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ محبت اور پابندی کا نشان ہے مگر اب اس کا تذکرہ شائد چند کتابوں میں ہی رہ گیا ہے جو کہ نایاب کتابیں ہیں اور ایسا لگ رہا ہے کہ یہ بٹن کسی مشین سے ٹوٹ کر گرا ہے۔“ — عمران نے بٹن کو غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔

”عمران صاحب۔ اس بارے میں اب تک ملنے والی لاشوں کے درثاء سے بھی پتہ کیا ہے یہ بٹن ان میں سے کسی کا نہ ہو مگر نتیجہ صفر رہا۔“ — انسپٹر رستم نے اپنی تفتیش سے آگاہ کیا۔

”کیا اس کی سائنسی انداز میں چیکنگ کی ہے۔“ — عمران نے پوچھا۔

”جی عمران صاحب۔۔۔ میں نے اس آئیڈیا کو سامنے رکھ کر بھی کام کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی سائنسی پرزہ استعمال کیا ہو مگر یہ ایک نامعلوم دھات کا بنا ہوا بٹن ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔“ — انسپٹر رستم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے یہ بن میرے پاس رہے گا میں دیکھتا ہوں اس کو کہاں سے رگڑنے پر اس کا جن برآمد ہو گا۔“ — عمران نے کہا اور بن اپنی جیب میں ڈال لیا۔

”رات کے وقت سائی دینے والی چیخوں کے متعلق آپ کی کہ دائے ہے۔“ — انسپکٹر رستم نے عمران کی رائے لی۔

”ابھی تک جو معلومات ملی ہیں اس کے مطابق تو ایسا ہی لگ رہا ہے کہ تنہائی کا شکار سناٹا سردی سے اور اکیلے پن سے ڈر جاتا ہے اور سناٹے کی چیخیں برآمد ہوتی ہیں۔“ — عمران نے آنکھیں سکول گھماتے ہوئے جواب دیا۔

”مطلب۔“ — انسپکٹر رستم الجھ گیا۔

”مطلب یہ رستم زمان صاحب۔۔۔ جب مرغی انڈہ دیتی ہے تو فراہی ہو جاتا ہے یا پھر مزید انڈے دے دیتا ہے۔“ — عمران نے انسپکٹر رستم کو مزید زچ کرنے کے لیے کہا۔

”میں سمجھا نہیں۔“ — رستم الجھ گیا۔

”اگر سمجھ جاتے تو انڈوں کی ٹوکری نہ مگرتی اور تم درجنوں مرغیوں کے مالک ہوتے۔“ — عمران مسکرایا۔

”عمران صاحب۔ وضاحت کر دیں پلیز۔“ — انسپکٹر رستم نے اصرار کیا۔

”جانتے ہو انگریزی والے انکل شیکسپیر نے کیا کہا ہے۔“ — عمران نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

”نہیں۔۔۔ آپ بتا دیں۔“ — انسپکٹر رستم جاننے کے لیے بے چین نظر آ رہا تھا۔

”الفاظ سوچ کے بنا درجات نہیں پاتے۔“ — عمران نے جواب دیا۔ مگر انداز ایسا تھا جیسے کوئی بہت بڑا انکشاف کیا ہو۔

”آپ کی باتیں میرے اوپر سے گزر رہی ہیں۔“ — انسپکٹر رستم نے اپنی بے چارگی ظاہر کی۔

”چلو اچھا ہے۔ پھر ملیں گے۔۔۔ ٹاٹا۔“ — عمران نے کہا اور سیٹی بجاتا ہوا باہر نکل گیا جبکہ رستم کے چہرے پر الجھن اور حیرت باقی رہ گئی تھی۔

دارالحکومت کے لوگوں کی نیندیں اڑا دیں ہیں۔ سرکاری عظیموں نے بہت کوشش کی ہے مگر وہ ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس کے علاوہ پکنک پوائنٹ پر بھی اتنے دنوں سے پہرا موجود ہے مگر پش وپین کی مدد سے پہرے پر موجود افراد کو بے ہوش کرنا بہت ہی آسان ہے۔“ یہ فلب تھا کراتوس کا نائب۔

”کیا پکنک پوائنٹ پر ملنے والی لاشوں پر کسی کو شک تو نہیں ہوا۔“ کراتوس نے پوچھا۔

”باس آپ تو جانتے ہیں کہ پروفیسر زاریک اس معاملے میں بین الاقوامی اتھارٹی رکھتے ہیں۔ بغور دیکھنے پر بھی لاشوں پر کسی کو شک نہیں ہو سکتا ہے مگر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ تو ظاہری بات ہے کہ سچ اگل دیتی۔ اس وجہ سے میں نے پہلے ہی ٹریس کر لیا تھا کہ پوسٹ مارٹم کے لیے ڈاکٹروں کی کوئی ٹیم کام کرتی ہے۔ میری معلومات کے مطابق یہ کام صرف ایک ہی ڈاکٹر کو انجام دینا تھا۔ اس ڈاکٹر کو ٹریس کر کے اسے اتنی بڑی رقم آفر کی گئی تھی کہ وہ ہماری مطلوبہ رپورٹ حیار کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کو چودہ لاشوں کی رقم ایڈوانس میں دی گئی ہے اور اس کو یہ بھی باور کر دیا گیا ہے کہ اگر اس نے رقم لینے کے بعد کسی بھی قسم کی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو اس کو خاندان سمیت ختم کر دیا جائے گا مگر باس کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ پروفیسر زاریک سے لاشیں تیار کروانے کی بجائے اصل لاشیں استعمال میں لاتے۔“ فلب نے کہا۔

دروازے پر ہونے والی دستک سن کر کمرے میں موجود شخص چوٹ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی جسمانی ساخت یوگان کی تاریخی کہانیوں کے دیوتاؤں سے ملتی جلتی تھی۔ گھنے سیاہ بال اس کے چوڑے کندھوں تک آرہے تھے۔ اس کے بازوؤں کی مچھلیاں بنیان میں مچلتی نظر آ رہی تھیں۔ اس کے علاوہ سبز رنگ کی آنکھوں نے اس کی شخصیت کو بہت پرکشش بنا دیا تھا۔ یہ کراتوس تھا، یوگان کا ایک سرکاری تنظیم ہائی آپریشن سروس کا چیف۔ جو اس وقت پاکستان دارالحکومت کی ایک کوشی میں موجود تھا۔ اس کے بارے میں یوگان میں مشہور تھا کہ وہ ہر کوئیس کا دوسرا روپ ہے اور اس کی طرح غلط طور اور ذہین۔ جو اپنے کسی مشن میں ناکام نہیں ہوتا۔

”باس۔۔ حکومتی سطح پر کھلبلی مچ چکی ہے۔۔۔ پکنک پوائنٹ سے ملنے والی لاشوں نے اور رات کو سنائی دی جانے والی چیخوں نے

اب سے کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ یہ آئی ڈی اب سیکرٹ سروس کے لیے کام کرنے والے ایجنٹ علی عمران کے پاس ہے اور پھر اس سے پہلے کہ آئی ڈی واپس حاصل کرنے کے لیے علی عمران کی لوکیشن چیک کرتے۔ سرچنگ آئی نے سگنل آف کر دیئے۔“ — قلب نے تفصیل بتائی۔

”مگڈ تو اس کا مطلب ہے میری پلاننگ کامیاب رہی ہے اور آخر کار یہ آئی ڈی علی عمران کے پاس پہنچ گئی۔ اب میں علی عمران کو بتاؤں گا کہ ذہانت کسے کہتے ہیں۔“ — کراٹوس نے چوکتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی جیسے اسے پوری امید ہو کہ آئی ڈی آخر میں علی عمران کے پاس ہی پہنچے گی۔

”باس میں سمجھا نہیں کہ علی عمران کے قبضے میں آئی ڈی چلی جانے کی وجہ سے آپ کی پلاننگ کیسے کامیاب ہوئی ہے۔“ — قلب نے حیرانی سے پوچھا۔

”قلب۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ اس بار ہمارا مشن کیا ہے۔“ کراٹوس نے قلب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے قلب کی بات کو نظر انداز کر دیا تھا۔

”نہیں باس۔۔۔ پاکیشیا کے دارالحکومت میں خوف و ہراس کی فضاء اس حد تک پیدا کرنا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اور دوسری ایجنسیوں کو کسی اور طرف سوچنے کا موقع نہ مل سکے اور ہائی آپریشن سروس اپنا اصل مشن مکمل کر سکے۔“ — قلب نے جواب دیا۔

”قلب تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں معصوم لوگوں کو مارنے سے گریز کرتا ہوں اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تم ایسی بات دوبارہ کرو۔ ہم جب تک پاکیشیا میں موجود ہیں اس ڈاکٹر پر نظر رکھنا۔“ — کراٹوس نے قدرے غصے سے کہا۔

”سوری باس۔ میں نے تو اپنا خیال پیش کیا تھا کیونکہ مشن کے دوران تو ایسا عموماً ہوتا رہتا ہے مگر آپ کی بات ٹھیک ہے ہمیں بلاوجہ معصوم لوگوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے اور ڈاکٹر کے جسم میں ٹریکنگ کنٹرول لگا دیا گیا ہے جس کی وجہ سے پروفیسر زاریک اس کو مانیٹر کر رہا ہے۔“ — قلب نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے تمہاری اب تک کی کارکردگی اچھی مئی ہے لیکن مجھے اطلاع ملی ہے کل رات آپریشنل ہینل کی آئی ڈی گم ہو گئی ہے۔ کراٹوس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”نہیں باس۔۔۔ پروفیسر زاریک نے رپورٹ کی ہے کہ آپریشنل ہینل نمبر پانچ کی آئی ڈی نہیں ملی۔ یہ مشین آزاد یہ کے استعمال تھی اور کل رات لاش پکنک پوائنٹ پر پہنچنے کی ذمہ داری بھی کی تھی اس بارے میں آزاد یہ سے بات ہوئی ہے مگر اس کا کہنا اس بات کا جواب باس دے سکتے ہیں اس لیے پروفیسر زاریک میں خاموش ہو گئے۔ پروفیسر زاریک نے آئی ڈی کو ٹریس کرنے لیے سرچنگ آئی کو استعمال کیا ہے۔ سرچنگ آئی کی رپورٹ مطابق یہ آئی ڈی پہلے یہاں کے انٹیلی جنس بیورو کے قبضے میں تھی

”اور اصل مشن کیا ہے؟“ — کراتوس نے پوچھا۔
 ”یہی کہ ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنا۔“ — فلپ نے جواب دیا۔
 ”مگر ڈاکٹر غالب کا ایڈریس کہاں سے ملے گا کیونکہ پاکیشیا کے
 اعلیٰ حکام نے اس کو اس قدر خفیہ رکھا ہے کہ باوجود انتہائی کوشش کے
 اکیرمیریا کے سپر ایجنٹس تک بھی اس کو تلاش نہیں کر پائے۔“ کراتوس
 نے کہا۔

”اوہ ہاں۔۔۔ اس بارے میں تو سوچا ہی نہیں۔ یہ تو واقعی مسئلہ
 بن گیا ہے کہ اب اس ڈاکٹر کو کیسے ٹریس کیا جائے۔“ — فلپ
 پریشان ہو گیا۔

”ڈاکٹر غالب کو ٹریس کرنے کے لیے ہی تو میں نے اتنی پیچیدہ
 پلاننگ کی ہے۔“ — کراتوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”مگر ہاں اس بات کا علی عمران اور آئی ڈی سے کیا تعلق
 ہے۔“ — فلپ نے پوچھا۔

”بہت گہرا تعلق ہے بہر حال اس بات کو چھوڑو یہ بات تو تمہیں
 وقت آنے پر سمجھ آ جائے گی۔ فی الحال یہ بتاؤ کہ پاکیشیا سیکرٹ
 سروس اور اس کے لیے کام کرنے والے علی عمران کے بارے میں
 جانتے ہو۔“ — کراتوس کا لہجہ سوالیہ تھا۔

”یہی کہ اس وقت دنیا کی سب سے ٹاپ کلاس سیکرٹ سروس
 ہے جس کے کریڈٹ پر بے شمار کامیاب مشنز ہیں دوسرے لفظوں
 میں کہا جائے تو پاکیشیا سیکرٹ سروس کسی بھی ناممکن مشن کو ممکن

بنادیتی ہے اور علی عمران ایک سنجیدہ مسخرہ ہے جو خود کو احمق دکھا کر
 دوسروں کو بے وقوف بنا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ پاکیشیا سیکرٹ
 سروس کے لیے ریڈھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔“ — فلپ
 نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”اب سنو۔۔۔۔۔ چیف کو یہ مشن اکیرمیریا کی اعلیٰ قیادت نے دیا
 ہے۔۔۔ اس مشن کا بنیادی مقصد ہے پاکیشیا کے سائنسدان ڈاکٹر
 غالب کو اغوا کرنا کیونکہ اس ڈاکٹر کی نت نئی ایجادات سے پاکیشیا کا
 دفاع ناقابل تخیل ہوتا جا رہا ہے جو کہ پاکیشیا کے دشمن ممالک کے
 لیے ناقابل برداشت ہے۔ اس کی ایجادات کی وجہ سے لگتا ہے کہ اس
 کا ذہن موجودہ صدی سے بہت آگے ہے۔ اس وجہ سے اکیرمیریا کے
 اعلیٰ حکام نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس ڈاکٹر کی ذہنی صلاحیتوں کو اکیرمیریا
 کے مفاد کے لیے استعمال ہونا چاہیے مگر پاکیشیا کے اعلیٰ حکام بھی اس
 بات کو بھانپ چکے ہیں کہ ڈاکٹر غالب دشمن ملکوں کی نظروں میں بہت
 اہم کاٹنا بن کر نکلتے لگے گا اور دوسرے ملکوں کے ایجنٹس ان کو اغوا
 کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اس لیے ڈاکٹر غالب کو منظر عام
 سے غائب کر کے کسی خفیہ جگہ پہنچا دیا گیا ہے اس وجہ سے باوجود بے
 غاد کوشش کے اب تک ٹریس نہیں کیا جا سکا مگر ایک اور اطلاع یہ ملی
 تھی کہ پاکیشیا کا علی عمران اس ڈاکٹر کی موجودہ پوزیشن سے باخبر ہے
 اکیرمیریا نے اس کا ایک شخص ہے جس کی مرضی کے بغیر اس سے کچھ اگلوایا
 نہیں جا سکتا اور اس چکر میں اکیرمیریا کی سپر ایجنسی اور ریڈ ایجنٹس

جال میں لہجہ جائے۔ اس ملک میں پولیس کی کارکردگی تو بالکل عام سی ہے وہ یہ باتیں نہیں سوچ سکتے۔ آزاد یہ کو میں نے ہی کہا تھا کہ آپریشنل پینل نمبر پانچ کی آئی ڈی اس جگہ کے قریب پھینک آئے جس جگہ آخری لاش کو پہنچانا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ آئی ڈی کسی نہ کسی طریقے پر عمران تک پہنچ جائے گی۔ میں اس کی ذہانت پر کھنا چاہتا تھا کیونکہ ہمارے ٹاپ کے سائنسدانوں کے مطابق عام ذہن اس آئی ڈی کو مخصوص آپریشنل مشینری کے بغیر نہ تو اوپن کر سکتا ہے اور نہ ہی ریڈ کر سکتا ہے اور اگر ایک دفعہ علی عمران اس آئی ڈی کو اوپن اور ریڈ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پروفیسر غالب کا موجودہ ایڈریس خود بخود ہمارے پاس آجائے گا اور علی عمران ساری عمر اس بارے میں نہیں جان پائے گا کہ پروفیسر غالب کو کیسے ٹریس کیا گیا ہے۔“ کراؤس نے کہا۔ اس کی آنکھیں اپنی پلاننگ کی کامیابی پر چمک رہیں تھیں جیسے اسے پوری امید ہو کہ اس نے جیسا سوچا ہے ویسا ہی ہوگا۔

”لیکن باس ہم اس پروفیسر کو اپنے ملک کے لیے کیوں حاصل نہیں کر سکتے اور ایکریمیا کے لیے کیوں کام کریں۔“ فلیپ نے برا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”میں تمہارے جذبات سمجھ سکتا ہوں۔ میرے جذبات بھی تم سے مختلف نہیں ہیں میں نے اسی وجہ سے پہلے اس مشن پر کام کرنے سے انکار کر دیا تھا مگر پھر سرکاری دباؤ کی وجہ سے اس مشن پر کام کرنا پڑا۔ لیکن حکومتی سطح پر ہماری ایجنسی کی طرف سے یہ بات باور کرا دی

جیسی ٹاپ ایجنسیوں کا خاتمہ بھی علی عمران کے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ایکریمیا نے یوگان کے حکام سے رابطہ کیا کیونکہ ہائی آپریشن سروس کے ریکارڈز میں بھی اب تک ناکامی کا لفظ شامل نہیں ہوا۔ چیف نے یہ مشن پورا کرنے کی ذمہ داری مجھے سونپی ہے۔ مقابلہ کیونکہ علی عمران سے ہے جس کی ذہانت اب سیکرٹ ایجنٹس کے لیے مثال بن چکی ہے اس لیے میں نے اس بار انتہائی طویل اور پیچیدہ پلاننگ کی ہے تاکہ علی عمران اپنی ذہانت کی وجہ سے ہی مار کھائے۔ علی عمران کو شکست دینا میرا مقصد بن گیا ہے۔ میری معلومات کے مطابق پاکیشٹ میں ہونے والے جرائم کو بے نقاب کرنے کے لیے پاکیشٹ سیکرٹ سروس اور علی عمران کسی نہ کسی طریقے سے مجرموں یا دوسرے ملکوں کے ایجنٹس کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور پھر اس کے گرد ایسا جال بنے ہیں کہ وہ ایجنٹس ناکام ہو جاتے ہیں۔ میں نے پاکیشٹ آنے کے بعد سب سے پہلا کام یہی کیا تھا کہ علی عمران کو ٹریس کرنے کی کوشش تھی مگر اس کے بارے میں یہ پتہ چلا کہ وہ ملک سے باہر گیا ہوا۔ اور اس کی واپسی دو ہفتوں تک ممکن ہے۔ اس بارے میں اس باورچی سے فون پر بات ہوئی تھی۔ دو ہفتے ایک طویل وقت تھا لیے اس وقت سے فائدہ اٹھانے کے لیے میں نے یہ پیچیدہ پلان مرتب کی اور اس وجہ سے رات کے وقت چیخوں اور اگلے دن پوائنٹ پر اس علاقے کے کسی آدمی کی لاش پھینکنے کی کارروائی شروع کی گئی تاکہ جب عمران واپس آئے تو اس کا ذہن میرے بجھائے

معنی ہے کہ ایکریمیا یا کسی اور ملک کے لیے یہ ہمارا پہلا اور آخری مشن ہوگا اور اس بارے میں چیف کو میں نے ذاتی طور پر دونوک الفاظ میں کہہ دیا ہے ویسے بھی تم چیف کو تو جانتے ہو وہ بھی یوگان کی ترقی چاہتا ہے اور وہ بھی اس مشن کو اپنی ایجنسی کے لیے نہیں لینا چاہتا تھا مگر پھر براہ راست صدر صاحب کے حکم کی وجہ سے صرف اس شرط پر ہی یہ مشن لیا گیا کہ آئندہ ہماری ایجنسی کسی اور ملک کے لیے مشن نہیں کھل کرے گی۔“ کراؤس کے لہجے میں غصہ جھلک رہا تھا جیسے وہ ایکریمیا کے لیے اس مشن کو پورا کرنے کی وجہ سے کوفت کا شکار ہو۔

”ٹھیک ہے باس میں سمجھ گیا ہوں اور آپ نے بہت اچھا کیا ہے کہ سرکاری سطح پر یہ بات بھی باور کرا دی ہے کیونکہ ہم لوگ کرائے کے ایجنٹس نہیں ہیں کہ دوسرے ملکوں کے لیے کام کریں۔“ فلپ نے کہا جس کے جواب میں کراؤس مسکرا دیا۔

”باس میرے ذہن میں آپ کی پلاننگ سننے کے بعد ایک خیال آیا ہے کہ اس امکان کو اگر ذہن میں رکھا جائے کہ علی عمران آئی ڈی کو اوپن ہی نہ کر سکا تو اس کا متبادل کیا ہوگا اور کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ آئی ڈی کو کچھ اس انداز میں بنایا جاتا کہ کچھ کوشش کر کے اوپر ہو جاتی۔“ فلپ نے اعتراض کیا۔

”نہیں فلپ۔۔۔ اگر اس کو عام انداز کا ہی رہنے دیا جاتا تو علی عمران شک میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے اور دوسرا اس کی بھرپور دماغی

صلاحیتیں ابھر سکیں گی جس انداز میں علی عمران کی دماغی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ اب جب کہ سرچنگ آئی نے سگنل دینے بند کر دیئے ہیں تو اس کا مطلب ہے آئی ڈی اس وقت کسی ایسی جگہ موجود ہے جہاں جدید ترین قسم کے حفاظتی اقدامات کیے گئے ہیں اور لامحالہ انتظامات نے اس آئی ڈی کی موجودگی کے ذخیرہ کا شن بھی دیئے ہوں گے جس کی وجہ سے علی عمران اس آئی ڈی کے بارے میں چونک گیا ہوگا کیونکہ اب تک وہ اس آئی ڈی کو ایک عام سائبن یا کسی گروپ کا نشان سمجھ رہا ہوگا مگر اب جب وہ اس کی حقیقت جاننے کے لیے اس کو کھولنے میں ناکام ہوگا تو لازمی بات ہے کہ پھر بھرپور دماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس آئی ڈی کو اوپن کرنے کی کوشش کرے گا اور وہی وقت ہوگا جب علی عمران اپنی ہی ذہانت سے شکست کھائے گا کیونکہ جب عمران اپنی پوری دماغی صلاحیتوں کو اس آئی ڈی کو اوپن کرنے میں لگائے گا تو اس کے دماغ پر اس کا کنٹرول توجہ بننے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا یا بہت کم رہ جائے گا اور اس وقت سرچنگ آئی پھر سے کام کرنے لگی تھی۔ فی الحال یہ بحث تو لا حاصل ہے کہ سرچنگ آئی دوبارہ کیسے آئی ڈی کو سرچ کرے گی اس کے لیے ہمارے ٹاپ سائنسدانوں نے یقین دہانی کرائی ہے کہ ایسا ہو جائے گا اور اس کو جدید سے جدید نظام بھی ڈس ایبل نہیں کر سکے گا اور یہی وہ وقت ہوگا جب میں سرچنگ آئی کی مدد سے ڈاکٹر غالب کو ٹریس کر لوں گا اور اس کے بعد آئی ڈی خود بخود اس طرح راکھ کا

ڈھیر بن جائے گی کہ علی عمران اس بارے میں کچھ بھی جان نہیں پائے گا اور اس کو یہ بھی یاد نہیں رہے گا کہ اس کے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا ہے اور دوسری بات یہ کہ اگر وہ اس آئی ڈی کو کھول ہی نہ پایا تو اس کا حل بھی میرے پاس موجود ہے مگر مجھے علی عمران کی ذہانت سے بھرپور امید ہے کہ میری پلاننگ کامیاب ہوگی اور علی عمران اس بن کو اوپن کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔“ کراتوس نے کسی استاد کی طرح لیکچر دیتے ہوئے کہا۔ اس کی عادت تھی کہ اس کے ماتحت جب تک کوئی بات اچھی طرح سمجھ نہیں جاتے تھے اس وقت تک انہیں بریف کرتا رہتا تھا۔ کیونکہ کراتوس کا ماننا تھا کہ اگر ہر بات ماتحت پر پوری طرح واضح کر دی جائے تو اس طرح اس کے سیکشن کی کارکردگی میں اضافہ ہوگا اس وجہ سے اس کے ماتحت اس سے ہر بات بلا روک ٹوک پوچھ سکتے تھے۔

”مگر باس میں سمجھ نہیں سکا کہ آئی ڈی اوپن ہونے کی وجہ سے اس ڈاکٹر کا ایڈریس کیسے ٹریس ہوگا۔“ فلپ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”وقت آنے پر علم ہو جائے گا۔ فی الحال اس بارے میں خاموشی ہی بہتر ہے۔“ کراتوس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”گڈ شو باس۔۔۔ ذہانت میں آپ واقعی اس علی عمران سے آگے ہیں۔ میرے لیے مزید کیا حکم ہے۔“ فلپ نے پوچھا۔

”وقت کا انتظار کرو۔۔۔ کیونکہ عملی کام تو ہم لوگ کر چکے ہیں اب

تو بس ادھر بیٹھ کر بن دبانے ہی کا کام باقی ہے۔“ کراتوس نے جواب دیا۔

”یس باس۔“ فلپ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اپنے سب آدمیوں کو کہہ دو کہ انتہائی ضرورت کے وقت بھی اب اس رہائش گاہ سے جانا منع ہے۔“ کراتوس نے سخت لہجے میں ہدایات دیں۔

”یس باس۔“ فلپ نے اس بار بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے اب تم جا سکتے ہو۔“ کراتوس نے کہا اور خود آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ پھر تقریباً دو تین گھنٹے کے بعد اچانک الارم کی آواز گونجنے لگی۔ کراتوس ہڑبڑا کر جلدی سے اٹھ بیٹھا اور پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ڈیوائس نکالی اور اس پر موجود ایک بن دبانے کے بعد کمرے میں موجود ایک بڑی مشین کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ تیزی سے مشین پر موجود ٹنوں کو آپریٹ کر رہے تھے۔ آخر میں اس نے مشین پر موجود رنگ کا بن دبا دیا اور مشین کے ایک خانے سے مائیک نکال کر اپنے بے سائے ایڈجسٹ کر لیا۔

”تمہارا ذہن میری آواز کے تابع آچکا ہے۔ بولو ہاں“ کراتوس نے سخت لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ میرا ذہن تمہاری آواز کے تابع ہے۔“ چند

لمحے کے بعد مشین کے پیکیئر سے ایسی آواز ابھری جیسے کوئی بولنا نہ چاہتا ہو مگر الفاظ زبردستی اس کے منہ سے نکل رہے ہوں۔

”اپنا پورا نام بتاؤ۔“ کراتوس کا لہجہ سخت تھا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)۔“ مشین کے پیکیئر سے پھر سے آواز سنائی دی۔ علی عمران کا نام سنتے ہی کراتوس کے چہرے پر رونق آگئی تھی۔

”تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لیے کام کرتے ہو۔“ کراتوس

نے پوچھا۔

”ہاں میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لیے کام کرتا ہوں۔“ علی عمران کی آواز سنائی دی۔

”ایکریمیا کی دو ٹاپ کلاس ایجنسیوں ریڈ ایجنٹس اور سپر ایجنٹس کا خاتمہ تمہارے ہاتھوں کس وجہ سے ہوا تھا۔“ کراتوس نے پوچھا۔ اس کا لہجہ بدستور سخت تھا۔

”یہ دونوں ایجنسیاں ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنا چاہتی تھیں اس وجہ سے ان کے خلاف کارروائی کی گئی۔“ علی عمران نے جواب دیا۔

”ڈاکٹر غالب کو خفیہ مقام پر پہنچانے کی ذمہ داری پاکیشیا کے حکام نے کس کو سونپی تھی اور ان کی موجودہ پوزیشن کے متعلق کس کے علم میں ہے۔“ کراتوس نے پوچھا۔

”ڈاکٹر غالب کو خفیہ جگہ پہنچانے کی ذمہ داری میری تھی اور اب

سوائے چند ایک حکام کے صرف میں ہی جانتا ہوں کہ ڈاکٹر غالب کہاں موجود ہیں۔“ علی عمران کی آواز سنائی دی۔ علی عمران کے جواب کو سن کر کراتوس چونک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ اب اس کے چہرے پر دلچسپی کے تاثرات پھیل گئے تھے۔

”مجھے ڈاکٹر غالب کی موجود پوزیشن کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرو۔ یہ میرا حکم ہے۔“ کراتوس نے پہلے سے بھی سخت لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر غالب کو سرکاری انڈسٹریل ایریا میں موجود فیکٹریوں میں سے ایک فیکٹری کے نیچے موجود لیبارٹری میں پہنچا دیا گیا ہے۔ لیبارٹری کا نام زیرو لیبارٹری ہے اور یہ آبدوز بنانے والی فیکٹری کے نیچے بنائی گئی ہے۔“ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد علی عمران کی آواز سنائی دی۔ اس کے لہجے سے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جواب دینے پر مجبور ہو۔

”اب غور سے سنو علی عمران۔ مجھے ہر قیمت پر ڈاکٹر غالب چاہیے۔ تم مجھے ڈاکٹر غالب کو اس ایریا سے باہر لانے کے لیے تمام کوڈز بتاؤ گے اور یہ بھی بتاؤ گے کہ ڈاکٹر غالب کو باہر بلانے کے لیے کس سے بات کرنی ہوگی۔ تم میرا حکم سن چکے ہو اس لیے جلدی جواب دو۔“ کراتوس نے سرد لہجے میں کہا۔

”ہاں میں تمہارا حکم سن چکا ہوں۔ زیرو لیبارٹری کا انچارج ڈاکٹر غالب ہی ہے تم اس سے سیٹلائٹ نمبر کے ذریعے رابطہ کر سکتے

ہو اور رابطہ ہونے پر تمہیں پرنس آف ڈھمپ کے الفاظ ادا کرنے ہوں گے۔ اس کے بعد کمپیوٹر تمہارا رابطہ ڈاکٹر سے کروا دے گا مگر تمہاری آواز چونکہ کمپیوٹر میں فیڈ نہیں ہے اس لیے کمپیوٹر تمہاری کال نہ صرف کاٹ دے گا بلکہ انٹیلی جنس بھی حرکت میں آجائے گی۔ اس لیے تم تین دفعہ کال کرو گے مگر بات کیے بغیر رسیور رکھ دو گے۔ چوتھی دفعہ کال کرنے پر چیکنگ وائس کنٹرول آف ہو جائے گا اس طرح تم رابطہ کر پاؤ گے مگر ان چاروں کالوں میں درمیانی وقفہ دس سیکنڈ کا ہونا چاہیے۔ مطلب ہر کال تمہیں ٹھیک دس سیکنڈ کے بعد ہی کرنی ہوگی ورنہ دوسری صورت میں کمپیوٹر پھر سے تمہاری کال کو مشکوک قرار دیتے ہوئے انٹیلی جنس کو ٹرانسفر کر دے گا اور یہ سب فون تم انڈسٹریل ایریا سے کرو گے۔ اس کے لیے تم چیکنگ سیکشن کے انچارج میجر راشد کے پاس جاؤ گے اور کوڈ ایکسٹو ہو گا۔ اس کو اپنے آنے کی وجہ بتاؤ گے۔ میجر راشد تمہیں کال کرنے کے لیے سیٹلائٹ فون دے گا اور خود کمرے سے باہر چلا جائے گا۔ اس کے بعد تم دی گئی ہدایات کے مطابق ہی فون کر کے ڈاکٹر غالب کو باہر بلا سکو گے۔ پرنس آف ڈھمپ کا کوڈ سننے کے بعد ڈاکٹر غالب چاہے جتنے بھی مصروف کیوں نہ ہوں وہ اپنا سب کام چھوڑ کر ملنے چلے آئیں گے۔“ علی عمران کی آواز رک رک کر سنائی دے رہی تھی۔ جیسے وہ لاشعوری طور پر خود کو بولنے سے روکنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کے بعد کراتوس علی عمران سے مزید سوالات کرتا رہا اور عمران جواب دیتا رہا۔

”تم اپنی موجودہ لوکیشن بتاؤ۔ کیا یہ جگہ سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ جس جگہ تم اس وقت موجود ہو۔“ کراتوس نے ڈاکٹر غالب کے بارے میں تمام تفصیل پوچھنے کے بعد کہا۔ ڈاکٹر غالب کا ایڈریس وہ معلوم کر چکا تھا۔ ایک ایسا ناممکن کام اس نے ممکن کر دکھایا تھا کہ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ خوشی سے جھومتا ہی رہے۔

پھر اس سے پہلے کہ علی عمران کی آواز پھر سے سنائی دیتی اچانک مشین سے ٹوں ٹوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ کراتوس نے چونک کر مشین کے ساتھ لگی ہوئی بیٹری کی طرف دیکھا اور اگلے ہی لمحے مشین آف کر دی۔ بیٹری گرم ہو کر سرخ نشان تک پہنچ چکی تھی اس وجہ سے مشین سے ٹوں سنائی دینے لگی تھی۔ کراتوس نے گہرا سانس لیتے ہوئے مشین آف کر دی۔ مشین کے آف ہوتے ہی مشین میں سے دھواں سا اٹھنے لگا اور چند ہی لمحوں میں مشین اس دھوئیں میں چھپ گئی۔ پانچ منٹ کے اندر اندر دھواں ہوا میں تحلیل ہو چکا تھا مگر اب وہاں مشین کی بجائے اس کی جلی ہوئی راکھ نظر آرہی تھی مگر کراتوس کے چہرے پر فتح کا نشہ چھلکتا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ کراتوس نے ایئر کام کا رسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور رابطہ ہونے پر فلب کو اپنے کمرے میں آنے کا کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ کراتوس نے پروفیسر غالب کا ایڈریس معلوم کر لیا تھا اور اس کے نقطہ نظر سے یہ اس کی آج تک کی سب سے بڑی کامیابی تھی کہ عمران جیسے شخص سے معلومات اس کی مرضی کے خلاف معلوم کر لیتا۔ اب وہ مزید دیر نہیں کرنا چاہتا

تھا۔ وہ فوری ایک کرنا چاہتا تھا تاکہ ڈاکٹر غالب کو انخوا کر کے مشن کو مکمل کیا جاسکے۔ مگر احتیاط کا دامن اب بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا تاکہ عین آخری وقت میں مشن فیل نہ ہو جائے۔ اس وجہ سے اب وہ پہلے سے بھی زیادہ ہوشیار ہو گیا تھا۔

طاہر آپریشن روم میں بیٹھا ایک فائل پڑھ رہا تھا۔ وہ فائل پڑھنے میں اس قدر غرق تھا کہ ایک دفعہ بھی اس نے سراٹھا کر نہیں دیکھا کہ اس کے قریب پڑا کافی کا گگ بھی اتنی دیر میں ٹھنڈا ہو چکا تھا مگر اچانک گونجنے والے الارم کی وجہ سے نہ صرف بری طرح چونک پڑا بلکہ اس طرح چونکنے سے اس کا ہاتھ کافی کے گگ کو جالگا تھا جس سے کافی میز پر گر گئی تھی۔ طاہر نے فائل کو بند کر کے جلدی سے ایک سائیڈ پر رکھا اور خود دوڑتا ہوا ایک مشین کے سامنے جا کر رک گیا جس پر نہ صرف مختلف بٹن موجود تھے بلکہ کافی تعداد میں سکرینیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ طاہر نے جلدی جلدی مختلف بٹنوں کو ایک ساتھ دبانا شروع کر دیا۔ تمام سکرینیں نہ صرف آن ہو گئیں تھیں بلکہ دانش منزل کا ہر حصہ اب ان سکرینوں پر نظر آ رہا تھا۔ ایک سکرین پر دانش منزل کی پارکنگ کا منظر نظر آ رہا تھا جہاں عمران اپنی گاڑی کو لاک کر کے

اندرونی حصے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ طاہر نے ایک دفعہ پھر بٹن دبایا اس کے ساتھ ہی الارم کی گونجتی آواز آف ہو گئی۔ اس نے چیک کر لیا تھا کہ الارم کیوں گونجنے لگا تھا۔ چیکنگ سٹم نے عمران کے پاس کسی ایسی مشین کی نشاندہی کی تھی جس کی وجہ سے سکیورٹی نظام نے اس کو مفلوک قرار دے دیا تھا۔ طاہر نے اس مشین کو آف کر دیا تھا جس کی وجہ سے الارم بجنا بھی بند ہو گیا تھا۔ اتنی دیر میں عمران آپریشن روم میں داخل ہو چکا تھا۔

”عمران صاحب۔۔ آپ کے اندر آتے ہی چیکر نے کاشن دیا ہے۔“ طاہر نے تیز لہجے میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ میرے خیال میں جس کو میں مشین کا ٹوٹا ہوا کوئی حصہ سمجھ رہا تھا اس میں کوئی گڑبڑ ہے ورنہ چیکر کاشن نہ دیتا۔“ عمران نے اپنی جیب سے ایک بٹن نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ عمران نے دانش منزل کو ایک طرح سے طلسم ہو شرابا بنا رکھا تھا۔ جدید ترین سائنسی آلات سے دانش منزل کو اس طرح لیس کیا گیا تھا کہ دشمنوں کے ہر قسم کے سائنسی حربے ناکام ہو جاتے تھے۔

”عمران صاحب یہ کیا ہے۔“ طاہر نے پوچھا۔

”انٹیکٹر ستم کا تیر اور یہ تیر تو نشانے والا ہی اب تک ثابت ہو رہا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مطلب کہ کوئی کام کی بات پتہ چل گئی ہے۔“ طاہر نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔

”لگ تو ایسا ہی رہا ہے ورنہ چیکر اس بٹن کا وجہ سے کاشن نہ دیتا۔ بہر حال میں اس بٹن کو چیک کر لوں تم کافی بنا لاؤ۔“ عمران نے کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر بٹن کو سامنے موجر میز پر رکھ دیا جبکہ طاہر کافی بنانے چلا گیا تھا۔

عمران کچھ لمحے بٹن کو بغور دیکھتا رہا مگر اس کو اوپن کرنے کے لیے کسی قسم کا کوئی خلا نظر نہیں آ رہا تھا۔ جس سے یہ چلتا کہ اس میں کوئی آلات نصب کیے گئے ہیں۔ عمران نے چند لمحے سوچنے کے بعد سائیڈ پر رکھی ایک مشین کا ہینڈل آن کیا اور مشین پر لگے کچھ بٹن یکے بعد دیگرے دبا دیے۔ بٹن دبتے ہی مشین کی ایک، سائیڈ سے ایک جھوٹا سا خانہ کھل گیا تو عمران نے سر ہلاتے ہوئے وہ بٹن اس خانے میں رکھ دیا اور اس کے نیچے لگے بٹن کو دبا کر خانہ بند کیا۔ اس دوران طاہر نے کافی لاکر عمران کے سامنے رکھ دی تھی اور اب خاموشی سے کبھی مشین کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی عمران کی طرف۔

”طاہر تم میری اور مشین کی طرف ایسے دیکھ رہے ہو جیسے ہم دونوں نے تمہارا ادھار دینا ہو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے اچانک کہا وہ طاہر کی ذہنی حالت اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ اسے جلد مسئلے کا حل چاہتا ہے۔

”عمران صاحب کچھ پتہ چلا۔“ طاہر نے عمران کی بات سن کر ہنستے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔“ عمران نے مختصراً جواب دیا۔

”کیا پتہ چلا۔“ طاہر نے جلدی سے پوچھا۔ جیسے عمران کے چپ ہو جانے پر بے چین ہو گیا ہو۔
 ”یہی کہ زمین گردش کرتی ہے۔“ عمران نے کہا اور کرسی کی پشت پر ٹیک لگالی۔

”عمران صاحب۔ زمین کے بارے میں تو اب سب کو ہی پتہ ہے کہ وہ گردش کرتی ہے اور کون سے مدار میں کرتی ہے اس بارے میں بھی مجھے علم ہے مگر میں اس بن کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔“ طاہر نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”ارے اتنا برا منہ بنا کر بیٹھو گے کہ تو تمہیں کوئی رشتہ بھی نہیں دے گا اور ایسے ہی کنوارے مرنا پڑے گا۔“ عمران نے کہا۔
 ”عمران صاحب پلیز بتا دیں کہ بن کے بارے میں کیا پتہ چلا ہے۔“ طاہر نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

”اچھا بن کے بارے میں پوچھ رہے ہو وہ تو سب کو ہی پتہ ہے کہ بن کس کام آتے ہیں تم کیسے ایکسو ہو کہ تمہیں بن کا استعمال بھی نہیں معلوم۔“ عمران نے کہا۔

”آپ بتا دیں نا۔ تو مجھے بھی پتہ چل جائے گا کہ بن کا استعمال کیا ہے۔“ طاہر نے جواب دیا۔

”اچھا تو غور سے سنو۔ بن گریبان وغیرہ کو بند کرنے کے کام آتا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس کی بات سن کر طاہر جو تجسس کی وجہ سے آگے ہوا تھا یکدم برا سامنہ بنا کر

بیچھے ہو گیا۔ اس کی حالت دیکھ کر عمران مسکرا دیا۔
 ”اب کیا ہوا ہے بنوں کے متعلق اتنی اہم معلومات تو تمہیں دے دی ہیں۔ اب بھی تمہارا منہ بنا ہوا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب میں ان بنوں کی بات نہیں کر رہا ہوں مجھے اس بن کے بارے میں بتائیں جس کی وجہ سے چیکر نے کاشن دیئے تھے۔“ طاہر نے ناراض لہجے میں کہا۔
 ”کونسا بن۔“ عمران نے حیرانی کا اظہار کیا۔

”وہی جو آپ کے پاس تھا۔“ طاہر نے یاد دہانی کرائی۔
 ”اچھا وہ والا بن مگر وہ تو دوغلا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”بن دوغلا کیسے ہو سکتا ہے عمران صاحب۔ پلیز سیدھی طرح بتا دیں۔“ طاہر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اس کو عمران کے بار بار چپ ہو جانے پر شدید کوفت ہو رہی ہو۔
 ”مشین اس کے بچ اور جھوٹ کا فیصلہ کر رہی ہے۔“ عمران نے بدستور اسی لہجے میں جواب دیا۔

”آپ کو یقین ہے کہ یہ بن ایسا نہیں ہے جیسا دکھائی دے رہا ہے مطلب کہ دوغلا ہے۔“ طاہر نے پوچھا۔

”یقین کی بنیاد پر نہیں شک کی بنیاد پر الزام لگتا ہے اور پھر اس الزام کو ثابت بھی کیا جاتا ہے اس بن پر چونکہ چیکر نے الزام لگا دیا

ہے اس لیے اس کو اب ثابت کرنا باقی ہے اور اس کا فیصلہ تو اب مشین ہی کرے گی۔“ — عمران نے جواب دیا۔ اسی وقت مشین کا وہی خانہ ایک دفعہ پھر سے خود بخود اوپن ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے خانے سے ایک پرچی بھی باہر نکل آئی جس پر کچھ الٹی سیدھی لکیریں بنی ہوئیں تھیں۔ عمران نے پرچی نکال کر اس کو پڑھا اور پھر بن کو اٹھا کر خانہ بند کر کے مشین آف کر دی۔

”کیا رہا عمران صاحب۔“ — طاہر نے آگے ہو کر پرچی پڑھنے کی کوشش کی۔

”سچ کو پردوں میں چھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔“ — عمران نے جواب دیا اور پرچی طاہر کی طرف بڑھا دی۔

”مطلب۔“ — طاہر کے لہجے میں اب جھلاہٹ موجود تھی۔ وہ شاید مسلسل اشاروں کنایوں میں باتیں کرنے کی وجہ سے جھلا گیا تھا۔

”مشین اس بن کو دوغلا ثابت نہیں کر پائی اور اس میں مجھے ایسے آثار بھی نظر نہیں آ رہے کہ یہ کھل سکے مگر شک جب یقین میں بدل جائے تو متبادل راستہ اپنا لینا چاہیے۔ میں لیبارٹری میں جا کر اس تفصیلی معائنہ کر لیتا ہوں تاکہ سچ اور جھوٹ ثابت ہو سکے۔“ عمران نے کپ میں موجود کافی اپنے حلق میں انڈیلی اور بن اٹھائے دائرہ منزل کی جدید لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔ طاہر نے طویل سانس لینے ہوئے عمران کی طرف دیکھا۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ عمران اس بن

کے بارے میں اب مشکوک ہو چکا ہے اس لیے اس وقت تک چیکنگ کرتا رہے گا جب تک وہ پوری طرح مطمئن نہ ہو جائے اور چیکنگ کے دوران عمران کسی قسم کی ڈسٹربنس بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ اس وجہ سے عمران کے جانے کے بعد طاہر نے کندھے اچکائے اور ایک دفعہ پھر اسی فائل کو اٹھا لیا جس کو پڑھنے میں پہلے مصروف تھا۔

عمران کئی گھنٹوں سے اس بن کو کھولنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ مگر کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی۔ عمران نے یہ بات تو کنفرم کر لی تھی کہ اس چھوٹے سے بن میں بہت طاقتور آلات استعمال کیے گئے ہیں مگر اس بن کو کھولنے کا طریقہ مل نہیں رہا تھا۔ عمران اس وقت اس بن کو ایک طاقتور مائیکروسکوپ کے نیچے رکھ کر چیک کر رہا تھا کہ اس کو محسوس ہوا کہ بن کی سطح پر سرمئی رنگ کی دو باریک باریک تاریں ایک دوسرے کو اس طرح کراس کر رہی ہیں کہ ناٹ ہی بندھتی محسوس ہوتی تھی اور ان تاروں کو اس طرح رنگ کیا گیا تھا کہ وہ بغور دیکھنے پر بھی بن کا ہی حصہ لگتی تھیں۔ عمران چند لمحوں تک تو اس ناٹ کو دیکھتا رہا اور اگلے ہی لمحے چونک پڑا کیونکہ اس کے مطابق یہ ہرکولیس اٹ تھی۔

”اچھا تو اس طریقے سے اوپن ہو گا۔“ — عمران نے ہنکارہ مرا۔ پھر باریک باریک چینیوں کی مدد سے ان تاروں کو نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ عمران ہرکولیس ناٹ کو اوپن کرنے کے طریقے کے تحت ان تاروں کو کھول رہا تھا۔ چند لمحوں میں ہی بن کی اوپر والی سطح

اوپن ہو گئی اور اس کے اندر باریک تاروں کا ایک جال سا بچھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ عمران نے اس بن کو بغور دیکھنے کے لیے اس کے کھلے حصے کو اپنی آنکھوں کے سامنے کیا۔ اسی وقت بن سے سفید رنگ کی پھواری نگی جو سیدھی عمران کے چہرے سے ٹکرائی۔ عمران بن میں لگے آلات کو دیکھنے میں اس قدر محو تھا کہ بن کو سائیڈ پر نہ کر سکا۔ اس کے ساتھ ہی عمران کا ذہن کسی لٹو کی طرح گھومنے لگا اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے سیاہ پردہ سا چھا گیا۔ کچھ دیر کے بعد جس طرح اندھیرے میں روشنی کی ٹپکی سی کرن اجالا کر دیتی ہے۔ عمران کے ذہن میں ویسا ہی اجالا پھیلنے لگا۔ طاہر کی آواز اس کو ہوش کی دنیا میں واپس لا چکی تھی۔

”عمران صاحب۔۔۔ آپ ٹھیک تو ہیں۔“ طاہر نے عمران کو ہوش میں آتے دیکھ کر اس کی ناک اور منہ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ وہ عمرا کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”ہاں۔۔۔ مگر اب ایسا لگ رہا ہے جیسے سر میں آتش فشاں پھا پھٹ رہا ہو۔“ عمران نے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”آپ تقریباً پچھلے چھ گھنٹے سے لیبارٹری میں موجود تھے۔ ہم آپ سے چائے کا پوچھنے آیا تھا مگر آپ بے ہوش پڑے ہوئے تھے اور زمین گرا یہ بن جل چکا تھا۔“ طاہر نے بتایا۔

”مجھے اتنا تو یاد ہے کہ میں نے بن کو کھولنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی مگر جب اس کو چیک کر رہا تھا تو اچانک اس میں سے ایک

پھواری نگی نکل کر میرے چہرے سے ٹکرائی اور میں فوری طور پر اپنا سر پیچھے نہ کر سکا جس کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔“ عمران نے زمین پر جھک کر جلا ہوا بن اٹھاتے ہوئے کہا مگر اگلے ہی لمحے وہ اپنا ہاتھ پیچھے کر چکا تھا کیونکہ جلے ہوئے بن کو ہاتھ لگاتے ہی بن کسی کاغذ کی راکھ کی طرح بکھر گیا تھا۔

”اوہ۔۔۔ یہ کیا ہوا ہے۔“ طاہر تیز لہجے میں بولا۔

”مجرم بہت چالاک ہیں۔۔۔ بلیک زیرو جا کر لیبارٹری کی فلم لے آؤ۔ ایسا لگ رہا ہے مجرم کوئی بہت گہری چال چل گیا ہے۔ اس لیے اب ان گمشدہ لمحات کی فلم دیکھنی پڑے گی کہ میرے بے ہوش ہونے کے بعد کیا ہوا اور یہ بن کیسے جل کر راکھ ہوا۔“ عمران نے کہا اور طاہر اثبات میں سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا اور جب وہ ایس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک پروجیکٹر موجود تھا۔

”ٹھیک ہے اس کو ادھر ہی سیٹ کر کے آن کر دو۔“ عمران نے کہا۔ طاہر نے جیسے ہی پروجیکٹر آن کیا۔ ایک جھماکے کے ساتھ سامنے دیوار پر لیبارٹری کا اندرونی منظر نظر آنے لگا۔ عمران لیبارٹری میں داخل ہو کر اپنی مخصوص کرسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے بعد عمران اس بن کو کھولنے کی کوشش کرتا نظر آیا۔ عمران اور طاہر دونوں چپ چاپ ان مناظر کو دیکھ رہے تھے۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر وہ حصہ فاروڈ کرنا شروع کر دیا کچھ ہی دیر میں عمران کی بے ہوشی کے مناظر سامنے آچکے تھے اس وجہ سے عمران نے پھر سے فاروڈ کے بن

سے انگلی اٹھائی اور پلے کا بٹن دبا دیا۔ دکھائی دینے والے مناظر میں عمران اب بٹن کھول لینے کے بعد اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے کیے چیک کر رہا تھا کہ عین اسی وقت ایک پھوار سی نکل کر عمران کے چہرے سے ٹکرائی اور اگلے ہی پل عمران بے ہوش ہو چکا تھا اور اس کے ہاتھ سے وہ بٹن زمین پر گر چکا تھا۔ عمران اور طاہر دونوں چونک اٹھے کیونکہ زمین پر گرے اس بٹن سے اب ایک سخت انسانی آواز سنائی دے رہی تھی۔ طاہر نے آواز سنتے ہی کچھ کہنے کی کوشش کی مگر عمران نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور چند لمحوں کے لیے ویڈیو کو سٹاپ کر کے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں کے بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ سرخ ہو رہی تھیں۔ عمران نے ایک دفعہ پھر ہاتھ بڑھا کر پلے کا بٹن آن کر دیا اس کے ساتھ ہی ویڈیو پھر سے چلنے لگی تھی۔

”علی عمران تمہارا ذہن میری آواز کے تابع آچکا ہے۔“ بٹن سے آواز ابھری۔

”ہاں۔۔۔ میرا ذہن تمہاری آواز کے تابع ہے۔“ چند لمحوں کے بعد بے ہوش ہوئے عمران کے منہ سے اس طرح آواز نکل رہی تھی جیسے وہ بولنا نہ چاہتا ہو مگر الفاظ زبردستی اس کے منہ سے نکل رہے ہوں۔

”تمہارا نام کیا ہے۔“ آواز کے پوچھنے پر عمران نے اپنا نام بتا دیا۔ اس کے بعد بٹن سے سنائی دینے والی آواز سخت لمبے میں

عمران سے سوالات کرتی رہی اور عمران نہ چاہتے ہوئے بھی جوابات دیتا رہا جیسے اس کا دماغ اس کے تابع نہ ہو۔

”تم اس وقت کہاں موجود ہو۔“ آواز پھر سنائی دی اور اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا یلکھت اس بٹن سے دھواں نکلنے لگا اور آواز آنی بند ہو گئی۔ عمران کی حالت اب بھی ویسی ہی تھی۔ اس کے بعد کمرے میں پھر سے خاموشی چھا گئی۔ عمران نے ایک دفعہ پھر سے ویڈیو کو فارورڈ کیا اور پھر لیبارٹری میں طاہر آتا ہوا دکھائی دیا۔ جو عمران کو دیکھ کر چونک گیا تھا اور اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے ویڈیو آف کر دی اور طاہر کو پروجیکٹر واپس رکھنے کا کہہ کر آپریشن روم کی طرف چل دیا تھا اور ادھر پہنچ کر اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔ دس منٹ بعد طاہر بھی آ گیا اس کے ہاتھ میں کافی کے دو گ موجود تھے۔ اس نے ایک گ عمران کے سامنے رکھ دیا اور دوسرا اپنے سامنے رکھ لیا۔

”مجرم بہت چالاک ثابت ہوا ہے کالے صفر۔“ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب آپ نے تھوڑی دیر پہلے کیا اپنے مائینڈ کو لاک کیا تھا۔“ طاہر نے پوچھا۔

”ہاں مجرم ایک دفعہ میرے دماغ تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ دوسری دفعہ آواز سننے کی وجہ سے میرا دماغ پھر سے آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا تھا اس وجہ سے میں نے ویڈیو روک کر دماغ کو کنٹرول کیا

تھا۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”اب کیا ہوگا عمران صاحب۔“ — طاہر نے سانس لیتے

ہوئے کہا۔

”ہونا کیا ہے ابھی خبر آجائے گی کہ ڈاکٹر غالب کو اغوا کر لیا گیا ہے۔“ — عمران کا لہجہ اس بار پرسکون تھا۔

”مگر عمران صاحب مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ کی مرضی کے بغیر آپ کے دماغ کو کوئی کنٹرول کر کے معلومات حاصل کر سکتا ہے۔“ — طاہر نے بولنے کی کوشش کی مگر عمران نے بات کاٹ دی۔

”اگر مگر کچھ نہیں طاہر۔ میں بھی انسان ہوں اور یہ پلان بہت ذہانت سے بنایا گیا ہے۔ میں اس ذہین مجرم کے ذہن کی داد دیتا ہوں۔ اب مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ راتوں کو چیخنا اور لاشوں کا ملنا بھی ٹریپ کا حصہ تھا مجرم دراصل ڈاکٹر غالب کا ایڈریس جاننا چاہتا تھا اور اس بارے میں انہوں نے پتہ کر لیا ہوگا کہ ڈاکٹر کا ایڈریس صرف مجھے ہی معلوم ہے اب ظاہری بات ہے کہ وہ مجھے اغوا کر کے اگلو نہیں سکتے تھے اس لیے انہوں نے میرے دماغ کو الجھانے کے لیے یہ ماسٹر پلان بنایا اور اس قدر پیچیدہ طریقہ اختیار کیا کہ واقعی میرا ذہن الجھ گیا کیونکہ مجھے ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہ سب ڈاکٹر غالب کا ایڈریس ٹریس کرنے کے لیے پلان کیا گیا ہے اور جب اس ہٹن کو اوپن کرنے کی باری آئی تو اس وقت بھی مجرموں نے

ذہانت کا ثبوت دیا اور اس کو کھولنے کے نظام کو اس قدر مشکل بنا دیا کہ میری تمام دماغی صلاحیتیں اس کو کھولنے میں لگ گئی اور میرا کنٹرول دماغ پر دو وجوہات کی بنا پر کم ہو گیا۔ ایک تو یہ کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس طرح دماغ کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے اور دوسرا یہ کہ میرا دماغ صرف اسی ہٹن کی مشینری کو سمجھنے کے لیے مصروف تھا۔ اس کے بعد رہی سہی کسر اس پھوار نے پوری کر دی جس کی وجہ سے میرا دماغ فوری طور پر ماؤف ہو گیا اور اتنا موقع بھی نمل سکا کہ میرا ذہن ٹریننگ کے مطابق آٹو لاک ہو جاتا۔ میں اتنے ذہین مجرم سے ملنا چاہوں گا کالے صفر۔ واقعی پہلی دفعہ اتنی زبردست شکست کا مزہ آیا ہے۔“ — عمران نے تفصیلی جواب دیا۔

”مگر اب ڈاکٹر غالب کا کیا ہوگا۔“ — طاہر نے پوچھا۔ اس کو پاکیشیا کے مستقبل کی فکر ہو رہی تھی کیونکہ ڈاکٹر غالب کی اہمیت وہ بھی اچھی طرح جانتا تھا۔

”بلیک زیرو۔۔۔ اب ذہانت کا مقابلہ صرف ذہانت سے ہوگا۔ اب دیکھتے جاؤ کیا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر کی تم فکر مت کرو اگر مجرموں نے ان کو ہاتھ کی گھرائی میں بھی چھپا دیا تو میں انشا اللہ ڈھونڈ نکالوں گا۔ تم حفاظتی نظام آن کر لو میں زیرو لیبارٹری جارہا ہوں تاکہ وہاں جا کر صورتحال چیک کر سکوں ہو سکتا ہے کہ ادھر سے کوئی کلیوٹل جائے۔“ — عمران نے جواب دیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پیر ونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ویسے اس کو امید تھی کہ ڈاکٹر غالب کی گمشدگی کے بارے میں

’عمران صاحب پہلے چار افراد آئے تھے۔ چینگ کرنے پر ان کے پاس سے خوفناک اسلحے کی موجودگی کا انکشاف ہوا تھا مگر انہوں نے نہ صرف پرنس آف ڈھمپ کا ریفرنس دیا بلکہ کوڈ ورڈز بھی ٹھیک بولے تھے۔ ان کے بقول انہیں ایکسٹو کی طرف سے ڈاکٹر غالب کو لینے بھیجا گیا ہے۔ کوڈ ورڈز کی وجہ سے میں نے انہیں سیٹلائٹ فون مہیا کیا اور مجھے دی گئی ہدایات کے مطابق خود اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد ڈاکٹر غالب تشریف لائے اور ایکسٹو کے نمائندے سے بات کرنے کے بعد ان کے ساتھ چلے گئے۔ مجھے یہ سارا معاملہ مشکوک لگ رہا تھا کیونکہ میری ریڈنگ کے مطابق ان میں سے ایک شخص میک اپ میں لگ رہا تھا جس کی وجہ سے میں نے باقی افراد کا بھی بغور جائزہ لیا تو وہ سب بھی میک اپ میں تھے۔ میں نے ان سے اس بارے میں بات کی تو انہوں نے کہہ دیا تھا کہ سیکرٹ سروس کے ممبران کو میک اپ میں رہنا پڑتا ہے تاکہ انہیں کوئی پہچان نہ سکے ان کی یہ بات ویسے بھی قابل قبول تھی اور اس شخص کا لوجہ بھی پاکیشٹائیوں جیسا تھا۔ اس لیے میں نے انہیں جانے دیا کیونکہ عام حالات کے بارے میں تو ہدایات ہیں کہ آپ خود ہی آکر ڈاکٹر غالب کو اگر کہیں جانا ہوا تو چھوڑ کر آئیں گے مگر ایمر جنسی میں کوڈ ورڈز کے بعد کارروائی کی جاسکتی ہے۔“ میجر راشد نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے بتایا۔

”چوٹ ہوگئی ہے میجر۔ وہ ایکسٹو کی طرف سے بھیجے گئے

کسی کو علم نہیں ہوگا کہ انہیں باقاعدہ اغوا کیا گیا ہے کیونکہ مجرموں نے ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنے کی فول پروف پلاننگ کی تھی۔ عمران تیزی سے کار ڈرائیور کرتا ہوا انڈسٹریل ایریا پہنچ چکا تھا۔ گاڑی کو مخصوص جگہ پارک کر کے وہ چینگ آفس کی طرف بڑھ گیا۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میجر کس سوچ میں گم ہو۔“ عمران نے آفس میں داخل ہونے کے بعد کہا۔ کرسی پر بیٹھا ہوا فوجی یونیفارم میں میجر راشد کسی سوچ میں گم تھا اس وجہ سے اسے عمران کے کمرے میں داخل ہونے کا علم نہیں ہو سکا تھا۔

”عمران صاحب آپ خود بھی تشریف لے آئے ہیں مگر ایکسٹو کی طرف سے بھیجے گئے ممبران نے تو کہا تھا کہ عمران صاحب مصروف ہیں اس وجہ سے انہیں ڈاکٹر غالب کو لے جانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔“ کرسی پر بیٹھے ہوئے فوجی نے چونک کر کہا۔

”اتنی بھی بے مروتی اچھی نہیں ہوتی کہ اب تم دعا دینے سے بھی گئے ہو۔ پہلے سلام کا جواب تو دے دو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ سوری عمران صاحب۔ دراصل میرا ذہن کچھ الجھ سا گیا ہے اس وجہ سے سلام کا جواب نہیں دے سکا۔“ میجر راشد نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔

”کیوں میجر تمہارا ذہن کیوں الجھ گیا ہے۔“ عمران نے

پوچھا۔

نمائندے نہیں تھے بلکہ دوسرے ملک کے ایجنٹ تھے جو ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنے آئے تھے۔“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”آ۔ آپ کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر غالب کو اغوا کر لیا گیا ہے مگر یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ انہوں نے کوڈز تو ٹھیک بولے تھے۔“ — میجر راشد کے لہجے میں حیرانی تھی وہ عمران کی طرف ایسے دیکھ رہا تھا جیسے ابھی عمران بولے گا کہ میں مذاق کر رہا ہوں۔

”تمہارے پاس ان سب کی ویڈیو تو موجود ہوگی۔ میں وہ ویڈیو دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ ڈاکٹر غالب کی واپسی کا بندوبست کیا جاسکے۔“ عمران نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا

”اوکے عمران صاحب۔ اس کا مطلب ہے کہ میری چھٹی حس ٹھیک خبردار کر رہی تھی۔“ — میجر راشد نے کہا اور فون کا رسیور اٹھا کر ایک نمبر دبا دیا اور رابطے کا انتظار کرنے لگا۔

”کچھ دیر پہلے جو چار افراد آئے تھے ملن کی ویڈیو میرے آفس میں لنک کر دو۔“ — میجر راشد نے رابطہ ہونے پر ہدایات دیں۔ دوسری طرف سے بات سننے کے بعد اس نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ میز کی ایک دراز سے ایک ریسیور کنٹرول نکالا اور سامنے لگی ہوئی سکرین کو آن کر دیا۔ سکرین پر چار افراد ایک گاڑی سے اترتے دکھائی دیئے۔ ان چار میں ایک عورت بھی موجود تھی۔ عمران کی نظروں نے بھی بھانپ لیا تھا کہ وہ سب میک اپ کیے ہوئے ہیں۔

”میجر آواز اوپن کرو۔“ — عمران نے سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو میجر راشد نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کنٹرول کا ایک اور نمبر دبا دیا۔ عمران بغور ان سب کی گفتگو سنتا رہا۔ اس کے بعد سکرین بلیک ہو گئی تھی کیونکہ اب وہ چاروں افراد میجر راشد کے آفس میں داخل ہو گئے تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد جب وہ دوبارہ آفس سے نکلے تو ان کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر شخص بھی موجود تھا۔ جس کے بارے میں عمران جانتا تھا کہ یہی ڈاکٹر غالب ہیں۔ وہ سب گاڑی میں بیٹھ چکے تھے اور گاڑی تیزی سے وہاں سے روانہ ہو گئی۔ چاروں افراد میں جو شخص سب سے نمایاں تھا۔ اس کی آواز کو سن کر عمران سمجھ گیا تھا کہ یہی وہ سپر مائینڈ ہے جس نے عمران جیسے شخص کو ٹریپ کر کے ڈاکٹر غالب کا ایڈریس ٹریس کیا ہے۔

”ٹھیک ہے میجر ویڈیو بند کر دو اور سرکاری طور پر ڈاکٹر غالب کے اغوا کی رپورٹ اوپر دے دو۔ باقی معاملہ میں سنسجیل لوں گا۔“ عمران نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔ جیسے آپ کہیں۔“ — میجر راشد نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ عمران نے مصافحہ کرنے کے بعد دروازے کا رخ کیا اور آفس سے نکلنے کے بعد پارکنگ کی طرف بڑھ گیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر عمران نے سیل فون نکالا اور نمبر ڈائل کرنے کے بعد جواب کا انتظار کرنے لگا۔

”ایکسٹو۔“ — طاہر کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران صاحب ادھر آجائیں۔“ — عمران جیسے ہی ایئر پورٹ پر پہنچ کر پارکنگ میں کار لگانے کے بعد باہر نکلا۔ اس کو چوہان کی آواز سنائی دی۔

”کیا بنا چوہان۔“ — عمران نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

”عمران صاحب۔ پارکنگ بوائے سے معلومات مل گئی ہیں۔ اس کے مطابق تین آدمی اور ایک عورت اس کار سے اترے تھے جن کی تدوین کی تفصیل مطلوبہ افراد سے ملتی تھی۔ انہوں نے پارکنگ بوائے کو کافی اچھی ٹپ دی تھی اس وجہ سے اس کو یاد رہ گیا تھا۔ اس کے بعد انفارمیشن سے پتہ چلا ہے کہ یہ تینوں مسافر جس ایرالائن پر سفر کر رہے تھے وہ اب سے ایک گھنٹہ پہلے اکیرمیریا کے لیے پرواز کر چکی ہے۔ خاور کو گاڑی کی چیکنگ کے لیے بھیجا تھا مگر کچھ دیر پہلے اس نے اطلاع دی تھی کہ گاڑی کی چوری کی رپورٹ باقاعدہ پولیس اسٹیشن میں درج ہے۔ یہ گاڑی آج ہی چند گھنٹے پہلے چوری ہوئی تھی۔“ — چوہان کا لہجہ شکستہ تھا۔

”چوہان ہم لوگ امید کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے اس وجہ سے اب میں تمہارا ایسا مایوس لہجہ دوبارہ نہ سنوں۔“ — عمران نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

”سوری عمران صاحب اب ایسا نہیں ہوگا۔“ — چوہان -

جواب دیا۔ عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے سیل فون جیب -

نکالا اور ایکسٹو کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”ایکسٹو۔“ — طاہر کی مخصوص آواز گونجی۔

”عمران بول رہا ہوں جناب۔ مجرموں کا ایک گروپ اکیرمیریا پرواز کر گیا ہے۔“ — عمران نے اس بار مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے میں اکیرمیریا میں قارن ایجنٹس کو الٹ کر دیتا ہوں۔“ ایکسٹو نے جواب دیا اور فون رکھ دیا۔

”چوہان تم اس نمبر کو رجسٹریشن آفس میں جا کر چیک کرو۔ ہو سکتا ہے کہ مجرموں کا تعلق دارالحکومت کے کسی ایسے فرد سے ہو جو ان کی مدد کر رہا ہو اور اپنے آپ کو بچانے کے لیے گاڑی کی چوری کی رپورٹ درج کروا دی ہو تاکہ اس کے ہاتھ صاف رہیں اور ایئر پورٹ کے سٹاف سے تم نے ان کے کاغذات کی نقل تو حاصل کر لی ہوگی۔“ — عمران نے کہا۔

”یہ لیں عمران صاحب۔“ — چوہان نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”چیکنگ کے بعد تم چیف کو اطلاع دے دینا۔“ — عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں جا کر چیک کرتا ہوں۔“ چوہان نے مصافحہ کیا اور پھر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ عمران کچھ دیر کھڑا ان کاغذات کو دیکھتا رہا۔ پھر ان کو جیب میں ڈال کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے کافی کوشش کی تھی کہ کسی طرح اس آدمی سے ذہنی

رابطہ ممکن بنا لے جس نے عمران کے ذہن کو ٹریپ کیا تھا مگر کافی کوشش کے باوجود عمران ذہنی رابطے میں کامیاب نہ ہو سکا ویسے عمران کو یہ بھی یقین تھا کہ ان لوگوں کے کاغذات پر لکھا گیا ایکریمیا کا ایڈریس بھی نقلی ثابت ہوگا۔

”عمران صاحب مجرم تو بہت ہوشیار ثابت ہوئے ہیں۔ مشن مکمل کرتے ہی فرار ہو گئے ہیں۔“ طاہر نے کہا۔ عمران کچھ دم پہلے ہی واپس دانش منزل پہنچا تھا۔

”یہ مجرم ضرورت سے زیادہ محتاط ہے۔ اصل مجرم ابھی تک پاکیشا میں ہی موجود ہے اور ڈاکٹر غالب بھی اس ملک سے باہر نہیں گئے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ مجرم نے صرف اپنے ساتھیوں کو تو واپس بھیجا ہے۔“ طاہر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”مجھے ایسا ہی لگ رہا ہے ورنہ اصل مجرم کا جو قد و قامت ہے د آسانی سے چھپ نہیں سکتا تھا۔“ عمران نے کہا۔

”تو اب اس کو کیسے ڈھونڈا جائے عمران صاحب۔“ طاہر

نے پوچھا۔

”طاہر ایسا کرو تمام ممبران سے کہو کہ کیس ختم ہو گیا ہے اس سے سب واپس اپنے فلیٹوں میں جا سکتے ہیں اور حکومتی سطح پر بھی ایسا حکم دے دو تاکہ دوسری ایجنسیاں اس معاملے میں نہ پڑیں۔“ عمران نے کہا۔

”کیوں عمران صاحب۔ اس کی وجہ۔“ طاہر نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ وہ اس حکم کی نوعیت نہ سمجھ سکا تھا۔

”میں چاہتا ہوں جلی تھیلے سے باہر آجائے۔ مجرموں کے ایک گروپ کے چلے جانے کا مطلب ہے ان کا مین آڈی ادھر ہی رک گیا ہے تاکہ جب حالات روشن پر آجائیں تو مجرم ڈاکٹر غالب کو لے کر چلا جائے۔“ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں چل سکا کہ مجرموں کا تعلق کون سے ملک سے ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نگرانی ختم کرنے کے بعد ہم بالکل ہی اندھیرے میں رہ جائیں۔“ طاہر نے پریشانی ظاہر کی۔

”ایکریمیا کے راستے میں جتنے شاپ آتے ہیں کیا تم نے ادارہ اپنے فارن ایجنٹس کو الارٹ کر دیا ہے تاکہ مجرم کسی درمیانی شاپ سے غائب نہ ہو جائیں۔“ عمران نے طاہر کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے مزید سوال کیا۔

”جی عمران صاحب سب فارن ایجنٹس کو نہ صرف الارٹ کر دیا ہے بلکہ مجرموں کی تصویریں بھی فیکس کر دی ہیں تاکہ اگر مجرم میک اپ میں بھی ہیں تو بھی قد و قامت سے کچھ مدد مل سکے۔“ طاہر نے اپنی کارکردگی کے بارے میں بتایا۔

”ٹھیک ہے اچھا کیا۔ اب ایسا کرو ممبران کو انفارم کر دو کیونکہ اہانت سے بنائے گئے منصوبوں کی تہہ تک ذہانت سے ہی پہنچا جا سکتا

ہے۔ ذہین مجرم نے ہر پہلو کی طرف توجہ رکھی ہے۔ اس لیے ہمیں مجرم کو کوئی غلطی کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ تاکہ ایک بار وہ نظروں میں آسکے۔ ویسے بھی مجرم کا قد وقامت اور جسامت عام انسانوں سے بہت زیادہ ہے۔ صرف ایئر پورٹ پر صدیقی کی مستقل ڈیوٹی لگا دو تاکہ مجرم کو ٹریپ کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ جولیا اور تنویر کو شہر میں جتنے پراپرٹی ڈیلر ہیں ان کا پچھلے ایک ماہ کا نہ صرف ریکارڈ چیک کرنے کا حکم دو بلکہ ان کو اس مجرم کی تصویر بھی دو تاکہ اس تصویر کو دکھا کر ڈیلرز سے کنفرمیشن مل سکے۔“ عمران نے مزید ہدایات دیں۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب جیسا آپ کہیں۔۔۔۔۔ ویسے سلطان کا دو دفعہ فون آچکا ہے ڈاکٹر غالب کی گمشدگی کے حوالے سے وہ بے حد پریشان ہیں۔“ طاہر نے کہا۔

”تم نے تسلی دے دی ہوگی۔“ عمران نے جواب دیا۔

”جی عمران صاحب۔۔ انہیں بول دیا ہے کہ مجرم ابھی شہر میں ہیں بہت جلد ڈاکٹر غالب کو رہا کرا لیا جائے گا۔“ طاہر بتایا۔

”چلو اچھا کیا۔ مجھے سوچنے دو کہ کس طرح ملی کو تھیلے سے نکالا جائے۔“ عمران نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ جبکہ خاموش ہو گیا۔

”ہاں ایسے ہو سکتا ہے ممکن ہے بات بن جائے۔“ عمران

نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

”کیسے عمران صاحب۔“ طاہر نے پوچھا۔

”کچھ دنوں کے بعد بڑے پیلانے پر تمام اخباروں میں یہ خبر شائع کرا دو کہ آنے والی اتوار کو ملک کو سائنس میں آگے لے جانے والے تمام سائنسدانوں کو حکومت ایوارڈز سے نوازے گی اور سرفہرست ڈاکٹر غالب کا نام دینا اور ساتھ ہی ان کی ایجادات کی تھوڑی بہت فہرست بھی دے دینا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب مجرم کی ذہانت دیکھ کر تو نہیں لگتا ہے کہ وہ اس ٹریپ میں آئے گا۔ ویسے بھی ڈاکٹر غالب دشمنوں کی قید میں ہیں۔ وہ براہ راست ان سے ہی معلوم کر لیں گے کہ وہ اصل ہیں یا نقل ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ مجرموں نے آپ کے ذہن سے ڈاکٹر غالب کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔“ طاہر نے اعتراض کیا۔

”ہاں بالکل وہ اس ٹریپ میں نہیں آئے گا مگر شک کا شکار ضرور ہو جائے گا کہ اصل ڈاکٹر غالب ہی اس کے پاس ہے کیونکہ ضروری تو نہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک ہی ڈاکٹر غالب ہو اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر غالب کا حلیہ آج تک کوئی نہیں دیکھ سکا ان کی پلاسٹک سرجری ہو چکی ہے اور اس سپر مائنڈ سے بات چیت تم بھی من چکے ہو اس نے صرف ڈاکٹر غالب کا ہی ذکر کیا تھا کسی خاص ڈاکٹر غالب کے بارے میں نہیں پوچھا تھا اور جیسا کہ میں نے بتایا

ہے کہ اتنے بڑے ملک میں ضروری تو نہیں ہے کہ ایک ہی ڈاکٹر غالب ہو اور شک میں پڑنے کی وجہ سے مجرم اس بات کی یقین دہانی کرنا چاہیں گے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 ”اس کا کیا فائدہ ہوگا۔“ طاہر الجھم گیا۔

”مجرم اس ملک میں اجنبی ہے اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی ٹیم واپس جا چکی ہے اس وجہ سے اب وہ اکیلا بھی ہے۔ جہاں تک میں اس کی نفسیات سمجھا ہوں اس کے مطابق وہ اکیلا اس وقت تک محفوظ رہ سکتا ہے جب تک نگرانی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس لیے ایک تو نگرانی ختم کرا دی گئی ہے اور دوسرا یہ کام کرو کہ فارن ایجنٹس کو بھی دخل اندازی سے منع کر دو۔ میں مجرم کو یہ تاثر دینا چاہتا ہوں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور مجرم بھی اب تک اسی خوشی میں ہے کہ نہ اس کی آواز کسی نے سنی ہے اور نہ اس کا حلیہ کسی نے دیکھا ہے۔ اب اکیلا چنا بھاڑ تو پھونک نہیں سکتا اس لیے وہ اس بات کی کنفرمیشن کے لیے فارن کال کرے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”مگر عمران صاحب یہ مفروضہ پر مبنی بات ہے۔ ہو سکتا ہے مجرم خاموش ہی رہے یا کسی اور ذرائع سے اس بات کی تصدیق کرنے کی کوشش کرے۔“ طاہر عمران کے منصوبے پر مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔
 ”ہونے کو تو صنف نازک بھی ہو سکتی ہے اور صنف کرخت بھی۔“

پیارے کالے صفر ہماری زندگیاں بھی تو مفروضوں پر ہی قائم ہیں۔ ویسے بھی حرکت میں برکت ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔
 ”آپ کی بات بھی درست ہے۔“ طاہر نے اس بار مطمئن انداز میں کہا۔

”اب ایسا کرو کہ فارن کال چیکر مشین میں مجرم کی آواز ٹیپ کر دو۔ تاکہ اگر وہ فون کال کرے یا ٹرانسمیٹر پر رابطہ کرے تو چیکر مشین اس کی نشاندہی کر سکے اور کال سینٹر کو اطلاع کر دو۔“ عمران نے ہدایت دی۔

”عمران صاحب۔۔۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مجرم نے جب آپ سے بات کی تھی تو اپنا لہجہ بدل لیا ہو۔“ طاہر نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا۔
 ”نہیں پیارے۔۔۔ نفسیات کے مطابق جب انسان کو پکڑے جانے کا ڈر نہیں ہوتا تو وہ اپنا اصلی رنگ دکھاتا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔۔۔۔۔ دعا تو یہی ہے کہ اللہ کرے ایسا ہی ہو مگر اس چیکنگ سسٹم کو مسلسل آن رکھنے پر آپ جانتے ہی ہیں کہ کتنی لاگت آجائے گی۔“ طاہر نے دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”آمین۔۔۔ امید پر دنیا قائم ہے۔ میں فلیٹ میں رہوں گا اگر کوئی اطلاع ملے تو فوراً انفارم کرنا اور لاگت کی تم فکر مت کرو اس کا حل

بھی نکال لوں گا۔“ — عمران نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”ٹھیک ہے عمران صاحب۔ آپ کی سب باتوں پر عمل ہو جائے
 گا۔“ طاہر نے جواب دیا اور عمران سے مصافحہ کرنے کے لیے
 ہاتھ بڑھا دیا۔

انڈسٹریل ایریا میں حکومت پاکیشیا کی دس فیکٹریاں تھیں
 جہاں مختلف قسم کی صنعتوں پر کام ہو رہا تھا۔ ان میں سے ایک فیکٹری
 کے نیچے زیرو لیبارٹری بنائی گئی تھی جہاں نئی ایجادات پر طویل ریسرچ
 ہوتی تھی اور اس کو فائل کرنے کے بعد یہ ریسرچ دوسری لیبارٹریوں
 میں بھیج دی جاتی تھی۔ ڈاکٹر غالب اس زیرو لیبارٹری کے انچارج
 تھے جن کی سربراہی میں مختلف موضوعات پر ریسرچ اور پیپر ورک مکمل
 کیا جاتا تھا۔ اس ایریا کی حفاظت کی ذمہ داری ملٹری سیکشن کے ایک
 گروپ کے ذمہ تھی جو چوبیس گھنٹے ڈیوٹی پر موجود رہتے تھے۔ اس
 سیکشن سے وابستہ افراد کی رہائش گاہ بھی اسی ایریا میں موجود رہائشی
 کالونی میں تھی۔ لیبارٹری اور سکیورٹی میں کام کرنے والے افراد کو ہر
 تین ماہ کے بعد ایک ہفتے کی رخصت دی جاتی تھی مگر رخصت کرنے
 سے پہلے ان کے ذہنوں کو لاک کر دیا جاتا تھا اور ایک ہفتے تک ان

کی مشینی طریقوں سے کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ یہ سب معلومات کراٹوس حاصل کر چکا تھا اور اب اس کے مطابق اپنی پلاننگ مرتب کر رہا تھا کہ اس کے نائب قلم نے آکر بتایا کہ اس کے ساتھی تیار ہیں۔ کراٹوس نے اثبات میں سر ہلایا اور قلم کے ساتھ کمرے سے باہر آگیا۔ کراٹوس نے اپنے باقی ساتھیوں کو فوری طور پر پاکیشیا سے روانگی کا حکم دے دیا تھا اب اس کے ساتھ قلم اور آراد یہ کے علاوہ مزید ایک ہی ساتھی باقی تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کراٹوس خود موجود تھا اور تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا انڈسٹریل ایریا کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ان کے پاس ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لیے اسلحہ بھی وافر تعداد میں موجود تھا۔ سیاہ رنگ کی سیڈان تیزی سے بھاگتی چلی جا رہی تھی یہ گاڑی بھی انہوں نے آدھ گھنٹہ قبل پارکنگ سے ہی چرائی تھی۔ ڈھائی گھنٹے کی طویل ڈرائیونگ کے بعد کراٹوس نے گاڑی انڈسٹریل ایریا کے باہر جا کر روک دی۔ ابھی وہ گاڑی سے اترے ہی تھے کہ سامنے سے ایک فوجی جیپ آتی ہوئی دکھائی دی۔ چند لمحوں میں ہی فوجی جیپ نے گاڑی کے قریب پہنچ کر اسے رکنے کا اشارہ دیا اور ایک فوجی جو کیپٹن لگ رہا تھا جیپ سے اتر کر گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا جبکہ اس کے ساتھ آئے ہوئے فوجیوں نے اپنی مشین گنوں کا رخ گاڑی کی طرف کر دیا تھا وہ پوری طرح چوکنے نظر آ رہے تھے۔

”کسی بھی قسم کا ایکشن کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سب اپنے آپ کو پرسکون رکھنا۔“ کراٹوس نے تیز لہجے میں سرگوشی کی۔

”تم سب اپنے ہاتھ اوپر کرلو۔ کسی بھی قسم کی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو مار دیئے جاؤ گے۔“ کیپٹن نے گاڑی کے قریب پہنچتے ہی سخت اور اونچی آواز میں کہا۔

”کیپٹن صاحب جیسا کہہ رہے ہیں ویسا ہی کرو۔“ کراٹوس نے کہا۔ کیپٹن کی ہدایات پر عمل کرنے کے بعد وہ سوالیہ انداز میں کیپٹن کی طرف دیکھنے لگے۔

”یس کیپٹن مزید کوئی حکم۔“ کراٹوس نے پرسکون لہجے میں پوچھا۔

”چپ چاپ کھڑے رہو۔ بولنے کی اجازت نہیں ہے۔“ کیپٹن نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے ہم چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں مگر دیر ہو جانے کی وجہ سے جو جواب طلبی ہوگی اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے اور ایکسٹو کو جواب تم دو گے۔“ کراٹوس نے کہا۔

”اوہ تو تم لوگ ایکسٹو کی طرف سے بھیجے گئے ہو مگر ہمیں تو کوئی اطلاع نہیں ملی ہے کہ ایکسٹو نے کوئی ٹیم بھیجی ہے۔“ کیپٹن نے چونکتے ہوئے کہا۔

”اپنے انچارج میجر راشد سے بات کراؤ جلدی۔ اسے بولو کہ ایمر جنسی ہے۔“ کراٹوس نے کیپٹن کی بات کو نظر انداز کر کے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ کیپٹن کچھ لمحے کھڑا سوچتا رہا اس کے بعد اپنی جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جیپ کا ٹرانسمیٹر آن کیا اور

بات کرنے لگا۔ بات کرنے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور واپس ان کی طرف بڑھ آیا۔

”اوکے آپ لوگ اپنے ہاتھ نیچے کر سکتے ہیں اور اپنی گاڑی میں ہمارے پیچھے آئیں۔“ کیپٹن نے اس بار نرم لہجے میں کہا اور جواب سے بغیر واپس اپنی جیب کی طرف بڑھ گیا۔ کراتوس اور اس کے ساتھی گاڑی میں بیٹھ گئے اور کراتوس جیب کے پیچھے ڈرائیونگ کرنے لگا۔ دس منٹ کے بعد جیب ایک عمارت کے باہر جا کر رک گئی۔

”آجائیں جناب۔“ کیپٹن نے اونچی آواز میں کہا اور کراتوس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اپنے ساتھیوں سمیت گاڑی سے اتر کر عمارت کا رخ کیا۔

”آخری کمرہ ہے جناب میجر راشد کا۔“ کیپٹن نے کم اور واپس مڑ گیا۔ کراتوس اور اس کے ساتھی اطمینان سے چلتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ کمرے کے قریب پہنچ کر کراتوس نے ایک دفعہ دستک دی اور اندر داخل ہو گیا۔

”آئیے جناب۔ کیا ایمر جنسی ہو گئی ہے جو ایکسٹو نے بتائے بغیر ٹیم بھیج دی ہے۔“ کمرے میں بیٹھے ہوئے فوجی یونیفارم میں ملبوس شخص نے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”وہ تو آپ ایکسٹو سے پوچھ لیں میجر راشد کہ اس نے بتائے بغیر کیوں ٹیم بھیج دی ہے ہمارا کام ایکسٹو کے حکم کی تعمیل کرنا ہے ہم

اس سے پوچھنے کی جرات نہیں کر سکتے۔“ کراتوس نے ہنسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں جناب میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا ورنہ ایکسٹو جیسے ذمہ دار چیف سے پوچھنے کی ہمت مجھ میں بھی نہیں ہے بہر حال آپ لہجے کے آپ کی کیا خدمت کی جائے۔“ میجر راشد نے جواب دیا۔

”ڈاکٹر غالب۔“ کراتوس نے مختصراً کہا۔

”ڈاکٹر غالب۔۔ مطلب کہ آپ ان سے ملنے آئے ہیں۔“ میجر راشد نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں ہم انہیں لینے آئیں ہیں۔ انہیں دوسری جگہ شفٹ کرنے کا حکم ملا ہے۔“ کراتوس نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

”اوہ اچھا۔۔ مگر آپ لوگ میک اپ میں کیوں ہیں۔“ میجر راشد نے سخت لہجے میں پوچھا۔ وہ کافی دیر سے بغور سب کو دیکھ رہا تھا۔

”تو آپ کا مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس کے ارکان بغیر میک اپ کے گھوما پھرا کریں تاکہ ان کی شناخت ہر کوئی آرام سے کر سکے۔“ اگر اتوس نے سرد لہجے میں کہا۔

”نہیں میرا مطلب یہ نہیں تھا بہر حال آپ اپنے نام وغیرہ بتائیں تاکہ ریکارڈ میں شامل کر دیا جائے۔“ میجر راشد نے کہا۔

”ریکارڈ میں صرف ایکسٹو کا نام آئے گا اور آپ اچھی طرح

جانتے ہیں کہ ڈاکٹر غالب کا معاملہ کس نوعیت کا ہے اس کے باوجود بھی آپ بچوں جیسے سوالات کر کے ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں اس کے علاوہ آپ ایکسٹو کو فون کر کے ہمارے نام بھی پوچھ سکتے ہیں اگر چیف چاہیں گے تو آپ کو نام بتا دیں گے۔ ہمیں صرف پرنس آف ڈھپ کے بارے میں بتانے کا حکم دیا گیا ہے۔“ کراٹوس نے ایک دفعہ پھر پر اعتماد لہجے میں کہا اور ساتھ ہی کوڈ بھی دہرا دیا۔
 ”آئی ایم سوری۔ آپ تو ناراض ہو گئے ہیں۔ آپ نے کو ٹھیک بتایا ہے آپ کے لیے فون سیٹ لے کر آتا ہوں۔“ میجر راشد نے جلدی سے کہا۔

ایکسٹو کا نام آنے پر اس کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ نام وغیرہ پوچھنے کے بارے میں اس سے غلطی ہوئی ہے اس وجہ سے وہ تیزی سے ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ سفید رنگ کا ایک فون سیٹ نکال کر اس نے کراٹوس کے سامنے رکھ دیا۔

”جناب نمبر تو آپ کو معلوم ہی ہوگا۔ آپ کال کر لیں تو میں دوبارہ اندر آ جاؤں گا۔“ میجر راشد نے کہا اور تیز تیز چلتا ہو کرے سے باہر چلا گیا۔ کراٹوس نے فون سیٹ اپنے سامنے رکھا اور عمران سے حاصل کیے گئے نمبر ملانے لگا۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہوا کراٹوس نے کچھ بولے بغیر رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔ دس سیکنڈ انتظار کرنے کے بعد اس نے ایک دفعہ پھر سے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس بار بھی اس نے کچھ بولے بغیر رسیور رکھ دیا۔

تین دفعہ ایسا کرنے کے بعد اس نے چوتھی دفعہ پھر سے نمبر ڈائل کیا مگر اس بار رابطہ ہونے پر اس نے رسیور واپس کریڈل پر نہ رکھا۔
 ”اپنی آواز فیڈ کرو۔“ رابطہ ہونے پر کھڑکھڑاتی مشینی آواز سنائی دی۔

”پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ پرنس آف ڈھپ۔“ کراٹوس نے فوراً جواب دیا۔

”تمہاری آواز فیڈ ہو گئی ہے۔ اب دو منٹ بعد کال کرنا۔“ مشینی آواز نے کہا اور ساتھ ہی رابطہ ختم کر دیا گیا۔ کراٹوس نے رسیور واپس کریڈل پر رکھا۔

”تم سب تیار رہو۔“ کراٹوس نے پوچھا۔
 ”لیس باس۔“ فلپ نے سب کی طرف سے جواب دیا۔
 ”گڈ۔“ کراٹوس نے کہا اور دو منٹ گزرنے کے بعد ایک دفعہ پھر رسیور اٹھا کر کان سے لگا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔
 ”بولو کیا کام ہے۔“ مشینی آواز سنائی دی۔
 ”ڈاکٹر غالب سے بات کرنی ہے۔“ کراٹوس نے جواب دیا۔

”کوڈ دہراؤ۔“ آواز سنائی دی۔
 ”پرنس آف ڈھپ۔“ کراٹوس نے جواب دیا۔
 ”کوڈ اوکے۔ ویٹ فار ون منٹ تمہاری کال ٹرانسفر کی جارہی ہے۔“ مشینی آواز سنائی دی اس کے ساتھ ہی خاموشی چھا

گئی۔

”ڈاکٹر غالب بول رہا ہوں۔“ کچھ دیر گزرنے کے بعد دوسری طرف سے نئی آواز ابھری۔

”ڈاکٹر غالب آپ کو فوری طور پر دوسری جگہ شفٹ کرنے کا حکم ملا ہے آپ ہمارے ساتھ جا کر وہ جگہ چیک کر لیں تاکہ اس کو آپ کی مرضی کے مطابق تیار کیا جاسکے۔ اس کے بعد آپ کے پاس ایک دہلی کا وقت ہو گا یہاں سے شفٹ کرنے کے لیے۔“ کراتوس نے فوراً ہی مطلب کی بات پر آتے ہوئے کہا۔

”پر مجھے تو ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔“ ڈاکٹر غالب نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر غالب آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس ملک میں آپ کی کیا اہمیت ہے اس لیے ایمر جنسی میں حکم نہیں دیا جاتا بلکہ عمل کیا جاتا ہے۔ آپ کے پاس پندرہ منٹ کا وقت ہے اس لیے جلدی باہر آئیں۔“ کراتوس نے سخت لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے مگر وہ عمران کہاں ہے۔ پچھلی بار وہ مجھے لے کھا تھا۔“ ڈاکٹر غالب نے پوچھا۔

”عمران صاحب آپ کے لیے ہی مجرموں کو ٹریس کرنے کے مصروف ہیں اس لیے ایکسٹو کی ہدایات پر ہمیں بھیجا گیا ہے۔ پلینز دیر مت کریں۔“ کراتوس نے جواب دیا۔

”اوکے۔ میں آ رہا ہوں۔“ ڈاکٹر غالب کی آواز

ادی۔

”ٹھیک یو ڈاکٹر۔“ کراتوس نے کہا اور رسیور واپس کر بیڈل پر رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

”تم جا کر میجر کو اندر بلا لاؤ۔“ کراتوس نے قلب سے کہا۔ قلب سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ میجر راشد کے ساتھ واپس اندر آچکا تھا۔

”ڈاکٹر غالب پندرہ منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔ ان کو یہاں بلائے گا بندوبست کر دیں میجر۔“ کراتوس نے کہا۔

”اوکے جناب۔“ میجر راشد نے کہا اور فون اٹھا کر ایک سر ڈائل کرنے کے بعد ہدایات دے کر فون رکھ دیا۔

”جناب آپ کے لیے کافی منگواؤں۔“ میجر راشد نے اچھا۔

”سواری میجر۔ ہم ڈیوٹی پر ہیں۔“ کراتوس نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جناب۔“ میجر راشد نے کہا۔ پھر تقریباً ۱۵ منٹ کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک اویسز عمر آدی اندر آ گیا۔

”آئیے ڈاکٹر صاحب۔ تشریف لائیں۔“ میجر راشد نے کہا۔ وہ ڈاکٹر کو دیکھتے ہی اس کے استقبال کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

”ہیلو ڈاکٹر۔ آپ کو ہمارے ساتھ جانا ہے۔“ کراتوس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ ”اوه تو آپ ہیں جو اس بار مجھے لینے آئے ہیں۔ آپ میرا عمران سے بات کرادیں کیونکہ میں بہت اہم کام چھوڑ کر آیا ہوں اور کو آج ہی مکمل کرنا ہے۔ اس لیے آپ لوگوں کو مجھے لازماً آج ہی واپس چھوڑنا پڑے گا۔“ ڈاکٹر غالب نے کراتوس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”نو پرابلم ڈاکٹر۔ آپ کو صرف وہ جگہ دکھانی ہے تاکہ آپ اس سہولت کے مطابق کسی چیز کی فراہمی چاہیں تو آپ کے جانے پہلے وہ فراہم کر دی جائے اور بے فکر رہیں آپ کو کچھ گھنٹوں کے واپس یہیں پہنچا دیا جائے گا مگر کل دوپہر تک آپ کو مکمل شفٹنگ کے لیے تیار رہنا ہوگا۔“ کراتوس نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔ ”اچھا اچھا میں سمجھ گیا ہوں۔ میرے خیال میں اب عمران سے با کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو چلو میں تیار ہوں اوکے میجر۔“ ڈاکٹر غالب نے کہا اور کراتوس کے ساتھ کمرے سے باہر آگیا۔ کچھ بعد وہ گاڑی میں بیٹھے واپس جا رہے تھے۔

کراتوس نے کچھ دور جا کر اچانک ڈاکٹر غالب کی کینٹی پر ایک ہک مار کر اسے بے ہوش کر دیا۔

”فلپ کسی پارکنگ میں لے چلو۔ تاکہ کوئی اور گاڑی اسے جاسکے اور تم تینوں اسی گاڑی میں سیدھا ایئر پورٹ چلے جاؤ گے

جب تک سیکرٹ سروس کو اس اغوا کے بارے خبر ملے تو وہ بھی سمجھیں کہ ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنے کے فوری بعد ہی پاکیشیا سے لے جایا جا چکا ہے کیونکہ اب تک میرے خیال میں عمران کو یا حکومتی سطح کے کسی اہل سانس کے کو اطلاع مل چکی ہوگی کہ ڈاکٹر غالب کو انڈسٹریل ایریا سے لے جایا جا چکا ہے اور ہمارے حلیوں اور گاڑی کی تفصیل وہ چیکنگ ایئر یا سے حاصل کر سکتے ہیں اس لیے میں انہیں ڈاج دینا چاہتا ہوں۔“ کراتوس نے کہا۔

”مگر ہاس کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ آپ بھی ساتھ چلتے۔ ڈاکٹر غالب کو لے جانے کا پورا بندوبست کیا جا چکا ہے۔“ آرادیہ نے کہا۔

”نہیں کیونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لیے بہت آسان ہے کسی اسی فلائٹ کو چیک کرنا اور اس طرح ڈاکٹر غالب کو وہ دوبارہ حاصل کر لیں گے مگر تم لوگوں کے جانے کے بعد وہ یہی سوچیں گے کہ ڈاکٹر غالب کو لے جایا گیا ہے اس کے بعد یہاں اتنی سخت چیکنگ نہیں کی اور میں کوئی مناسب وقت دیکھ کر ڈاکٹر کو لے کر واپس پہنچاؤں گا۔“ کراتوس نے جواب دیا۔

”آپ کی بات ٹھیک ہے ہاس۔ بہر حال ہم تیار ہیں۔“ آرادیہ نے جواب دیا۔ اس دوران فلپ نے ایک پارکنگ میں گاڑی روک لی تھی۔ کچھ ہی دیر میں کراتوس نے نہ صرف اپنا ماسک میک اپ کر دیا بلکہ اس نے اپنا کوٹ بھی الٹ کر پہن لیا تھا اب اس کا حلیہ

کراتوس پچھلے چار دن سے مسلسل اپنی رہائش گاہ پر ہی موجود تھا۔ ضرورت کی تمام چیزیں وہ پہلے ہی رہائش گاہ پر جمع کر چکا تھا۔ اب زیادہ وقت وہ یا تو فی وی پر خبریں دیکھتا تھا یا پھر اخبارات پڑھتا تھا مگر اب تک اسے ڈاکٹر غالب کے اغوا کی کوئی خبر نہ پڑھنے کو ملی تھی اور نہ ہی سننے کو ملی تھی جس کی وجہ سے وہ کافی حیران تھا۔ ہر رات وہ اپنی پسندیدہ ایکشن مووی دیکھنے کے بعد سو جاتا تھا مگر آج رات ابھی وہ سویا ہی تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجنے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ چونکا ہوا کر چاروں طرف دیکھنے لگا اس کے ذہن میں ایک لمحے کے لیے آیا کہ شاید سیکرٹ سروس نے اس کی رہائش گاہ پر حملہ کر دیا ہے مگر اگلے ہی لمحے اپنے اس خیال پر وہ مسکرا دیا اور آگے بڑھ کر کارڈلیس فون کا ریسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔“ — کراتوس نے کارڈلیس فون کا ریسیور کان سے لگا

یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔ اس کے ایک ساتھی نے اسی پارکنگ سے گاڑی چرائی اور اب وہ ڈاکٹر غالب کے ہمراہ اس گاڑی میں بیٹھا تھا۔ اپنے ساتھیوں کے جانے کے بعد وہ ڈاکٹر غالب کو لیے واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گیا۔ اس نے احتیاط کی تھی کہ کوئی اس کو دیکھنے نہ پائے اور ویسے بھی یہ علاقہ کافی ویران تھا۔ سڑک سارا وقت ہی سنسان رہتی تھی۔ ڈاکٹر غالب کو باندھنے کے بعد کراتوس واپس اس گاڑی کی طرف آیا اور اس کو ڈرائیو کرتا ہوا دور علاقے میں چھوڑ آیا۔ اس کے بعد اس نے ایک ٹیکسی لی اور واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گیا۔ اس کا چہرہ اپنی کامیابی کی وجہ سے کھل رہا تھا۔ عمران کو شکست دینے کے بعد اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا مقصد پورا ہو گیا ہو۔ اس وقت وہ ڈنڈو طور پر کافی تھکن محسوس کر رہا تھا اس لیے وہ اپنے آپ کو فریش کرنے کے لیے کچھ دیر سونے کے لیے لیٹ گیا۔

یہ رہائش گاہ اس نے درمیانی رابطے کے ذریعے فون پر حاصل کی تھی اور اس درمیانی رابطے کو رقم وغیرہ کی ادائیگی کے لیے بھی لیکر اور درمیانی رابطہ استعمال کیا گیا تھا۔ درمیانی رابطے سے بات چیت ہو گئی تھی کہ اس کے اعتماد کا ایک ملازم صبح کے وقت آکر اخبارا دے جایا کرے گا اور گھر کی صفائی وغیرہ بھی کر دیا کرے گا۔ کھانے پینے کا انتظام کراتوس خود کرتا تھا۔ ڈاکٹر غالب کی بے ہوشی کے دوران اس نے ان کی خوراک کا معقول انتظام کر لیا تھا اس اب وہ بے فکر تھا۔

کر کہا۔

”مبارک ہو کراؤس۔ تم نے انتہائی کامیابی کے ساتھ مشن پورا کیا ہے۔ یہاں کے حالات پر میرے آدمی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ کہیں کوئی چینگ وغیرہ کا سلسلہ نہیں ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے پاکیشیا والوں کو اپنے سائنسدان کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔“ — ہائی آپریشن سروس کے چیف کی آواز ابھری۔

”اوہ آپ ہیں چیف۔۔۔ تھینک یو ویری مچ۔۔۔ ہو سکتا ہے علی عمران نے اس خبر کو چھپا لیا ہو۔ کیونکہ ڈاکٹر غالب کے بارے میں صرف اس کو ہی علم تھا۔ اب اگر حکومتی سطح پر اس بات کا ڈھنڈورا پیٹا گیا تو ہو سکتا ہے عمران کو اپنی شہرت داغدار ہونے کا اندیشہ ہو اور عمران بھی مرنے تک اس بارے میں نہیں جان پائے گا کہ اسی نے ڈاکٹر غالب کا ایڈریس دیا ہے لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ڈاکٹر غالب کا ایڈریس صرف اس سے ہی ٹریس کیا جا سکتا تھا اب ڈاکٹر کے غائب ہو جانے سے وہ یقیناً اپنی شہرت داغدار ہونے سے بچانے کے لیے چپ کا ہی راستہ اختیار کرے گا۔“ — کراؤس نے اپنا تجزیہ بیان کیا۔

”ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے۔۔۔ تمہارا گروپ بھی واپس پہنچ چکا ہے۔ ان کو بھی کسی طرح کی کسی نگرانی کا خطرہ نہیں ہوا۔ اب ہر تمہارا انتظار ہے تمہارے واپس آنے پر تمہاری اس عظیم کامیابی میری طرف سے پارٹی دی جائے گی۔“ — چیف نے جواب

کا۔

”تھینک یو چیف۔ بس بہت جلد واپس آجاؤں گا۔“ — کراؤس نے کہا تو دوسری طرف سے چیف نے احتیاط کرنے کا کہہ کر فون رکھ دیا۔

کراؤس نے رسیور رکھنے کے بعد کچن کا رخ کیا کھانے کا سارا سامان موجود تھا۔ اس نے کھانا بنانے کے بعد ٹی وی آن کیا ایک دفعہ انٹرنیشنل نیوز دیکھنے لگا۔ کچھ دیر دیکھنے کے بعد اسے نیند آگئی۔ اگلی صبح اٹھنے کے بعد اس نے ناشتے کے بعد چائے کا کپ اپنے سامنے لگا کر دیکھ کر انگریزی کا اخبار اٹھا لیا۔ اخبار کے فرنٹ حصے پر چھپی خبر لہ دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ خبر کے مطابق ملک کے مایہ ناز سائنسدانوں کو ایوارڈ دیئے جا رہے تھے۔ جس میں ڈاکٹر غالب کا نام سرفہرست آیا اور ساتھ ہی ڈاکٹر غالب کی چند ایک ایجادات کا بھی ذکر موجود تھا۔ اس نے جلدی جلدی خبر پڑھی پھر اخبار پھینک کر تہ خانے کی طرف بھاگا جہاں اس نے ڈاکٹر غالب کو طویل بے ہوشی کا ایک اور لاش دے دکھا تھا۔ جب وہ کمرے میں پہنچا تو ڈاکٹر غالب اپنے بیڈ پر مستور بے ہوش پڑے تھے۔ اس نے الماری سے ایک انجکشن نکالا، آگے بڑھ کر وہ انجکشن ڈاکٹر غالب کے بازو میں لگا دیا۔ اس کے پیچھے ہٹ کر غور سے ڈاکٹر غالب کی طرف دیکھنے لگا۔ پندرہ منٹ بعد ڈاکٹر غالب ہوش میں آگئے تھے۔

”اوہ یہ میں کہاں ہوں۔ ت۔ تم کون ہو۔“ — ڈاکٹر غالب

نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ ڈاکٹر غالب اپنے آپ کو بندھی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ کراتوس کو وہ پہچان نہیں پائے تھے کیونکہ کراتوس نے اپنا میک اپ تبدیل کر لیا تھا۔

”ڈاکٹر غالب۔ مجھے انسانوں پر تشدد کرنا پسند نہیں ہے اور اگر مقابل آپ جیسی انتہائی پڑھی لکھی شخصیت ہو تو پھر تشدد کرنے واقعی گریز کرتا ہوں لیکن اگر مجھے میری پسند کی معلومات نہ دی جائیں تو میں زندہ انسان کی کھال کسی زنج شدہ بکرے کی طرح اتار ہوں۔ یہ سب بتانے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ آپ سے جو جائے اس کا درست جواب دیں۔“ کراتوس نے سرد میں کہا۔

”مم۔ میں درست جواب دوں گا۔“ ڈاکٹر غالب سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ کراتوس کے لہجے سے حزیہ خوفزدہ ہوئے تھے۔

”کیا آپ اصل ڈاکٹر غالب ہیں۔“ کراتوس نے پوچھا۔

”ہاں میں ہی ڈاکٹر غالب ہوں۔“ ڈاکٹر غالب الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا جیسے اس سوال کے بارے میں حیرت ہو۔

”کیا آپ کے نام کا کوئی اور بھی ڈاکٹر ہے جس کا نام عالم اور آپ کی طرح شہرت یافتہ ہو۔“ کراتوس نے پوچھا۔

”ہو سکتا ہے کوئی اور بھی شہرت یافتہ ڈاکٹر غالب ہو کیونکہ

ہو نامک نہیں ہے۔“ ڈاکٹر غالب نے جواب دیا۔

”علی عمران نے آپ کو کسی قسم کی کوئی ہدایت دی ہوئی ہے۔“ کراتوس نے اس بار الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ کیونکہ ڈاکٹر غالب لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہے ہیں۔

”نہیں علی عمران کو سرد اور نے میرے بارے میں ہدایت دیں اور پھر وہ مجھے ساتھ لے کر آج سے دو ماہ پہلے اس لیبارٹری میں بڑ گیا تھا جہاں سے سیکرٹ سروس کی ٹیم مجھے لینے آئی تھی مگر راستے میں شاید مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔“ ڈاکٹر غالب نے جواب دیا۔

”یہ سرد اور کون ہیں۔“ کراتوس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”سرد اور پاکیشیا میں تمام لیبارٹریز کے انچارج ہیں۔ وہ ہی بتا رہے ہیں کہ کوئی اور ڈاکٹر غالب موجود ہیں یا نہیں مگر میں ان کی بات نہیں جانتا اور نہ ہی ان کا فون نمبر معلوم ہے۔“ ڈاکٹر غالب نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے آپ آرام کریں۔“ کراتوس نے کہا اور دفعہ پھر الماری کی طرف بڑھ گیا اور ایک بار پھر بے ہوشی کا نشانہ بنا کر لے آیا۔

”مگر کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ مجھے اغوا کیوں کیا گیا ہے۔“ ڈاکٹر غالب نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا۔

نے آواز بدلتے ہوئے جواب دیا۔
 ”اوہ۔۔۔ یس سر۔ پلیز ہولڈ کریں۔ میں ابھی لائن ٹرانسفر کرتی
 ہوں۔“ لڑکی نے جواب دیا۔ کچھ دیر کے لیے دوسری طرف
 خاموشی چھا گئی۔

”لیس باس جان بول رہا ہوں۔“ — چند لمحوں کے بعد مردانہ آواز سنائی دی۔

”فون محفوظ ہے۔“ — کراتوس نے پوچھا۔

”لیس باس۔ اسی وجہ سے کچھ لمحات کی دیر ہوگئی تھی۔“ — جان نے جواب دیا۔

”میں چند وجوہات کی وجہ سے اپنی رہائش گاہ بدل رہا ہوں۔ تم فون کر کے باس کو صورتحال بتا دینا اور انہیں کہنا کہ میری چھٹی حس مجھے مسلسل خبردار کر رہی ہے اس وجہ سے میں نے رہائش گاہ چھوڑ دی ہے اور اب کچھ وقت کے لیے رابطہ بھی نہ رکھوں گا۔ کوشش کروں گا کہ جس طرح بھی ہو سکے پراجیکٹ کو مکمل کر کے واپس پہنچ سکوں۔“

جان پاکیشیا میں ہائی آپریشن سروس کا فارن ایجنٹ تھا۔ کراؤس نے پہلے یہ ہی سوچا تھا کہ فارن کال کر کے ڈاکٹر غالب کے بارے میں معلومات حاصل کرے مگر عین آخری لمحے میں اس نے اپنا فیصلہ تبدیل کر لیا تھا اور فارن ایجنٹ کو فون کر کے چیف تک پیغام پہنچانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کا ارادہ فی الحال اپنی رہائش گاہ تبدیل کرنے کا

نہیں تھا۔ مگر اس طرح پیغام دینے کا مقصد تھا کہ اب باس اس کو فون نہ کرے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ ایک ہفتے تک مزید کوئی حرکت نہیں کرے گا اور اسے یقین تھا کہ ایک ہفتے کے بعد پاکیشیا سیکرٹ سروس مایوس ہو کر اس کی تلاش ختم کر چکی ہوگی۔

”جناب آغا سلیمان پاشا صاحب۔ چائے پک رہی ہے یا پائے
 ا رہے ہو۔“ — عمران نے ادنیٰ آواز میں کہا۔ وہ چائے کا
 لٹا کر کچے کرتے اب تھک گیا تھا۔ عمران پچھلے کچھ دنوں سے اپنے
 لٹ میں بیٹھا تھا۔ پلاننگ کے مطابق اخبارات میں اشتہار بھی شائع
 کیے تھے۔ مگر ابھی تک اس کا رد عمل سامنے نہیں آیا تھا۔ اس وجہ
 سے عمران ذہنی الجھن کا شکار تھا۔

”صاحب۔۔۔ چائے تو کب کی بن چکی ہے مگر سوچ رہا تھا کہ
 آپ کو دی جائے یا نہیں۔“ — کچن سے سلیمان کی آواز سنائی
 دی۔

”کیوں جب چائے بن گئی ہے تو سوچنے کا کیا فائدہ۔ ویسے بھی
 اپنے کا کام ہمارا تو ہے نہیں تو کیا فائدہ سوچ میں وقت ضائع کر
 لے جائے ٹھنڈی کرنے کا۔ اس لیے جلدی سے چائے لے کر

پیدا ہو جائیں۔“ — عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ سلیمان کی فرمانبرداری اس کے لیے حیران کن تھی۔

”مگر تم نے ہی تو کہا تھا کہ لال بیک گرا تھا چائے پیتے وقت۔ کیا تم نے جھوٹ بولا تھا؟ جانتے ہو کہ مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔“ — عمران کا پارہ چڑھنے لگا تھا اسے واقعی اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ اس سے جھوٹ بولا گیا ہے۔

”تمہارے حریہ جات اب بند کرنے ہی پڑیں گے تاکہ تم

”کیا کہا۔ لال بیک۔۔۔ مجھے لال بیک والی چائے دے رہے ہو۔ مجھے تمہارا علاج کرنا ہی پڑے گا اب۔۔۔ تمہاری سزا یہ ہے کہ چائے کی یہ پوری پیالی تم ابھی میرے سامنے پیو گے تاکہ حریرہ جات کی وجہ سے جو تمہیں بدتمیزی رہتی ہے وہ نہ رہے۔“ — عمران —

”ارے۔۔ کیا تم واقعی لال بیگ والی چائے پی گئے ہو۔ یہ
نے تو مذاق میں کہا تھا اب تو تمہیں جلدی سے لال بیگ مارنے و
سپرے بھی پلانا پڑے گا تاکہ تمہارے دماغ میں مزید لال بیگ

عقلمندوں کو اشارے کرنے کے قابل ہی نہ رہو۔“ — عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کی مرضی صاحب۔ مگر پھر لال بیک مارنے والے پرے کی جائے بھی بن سکتی ہے۔“ — سلیمان نے آہستہ سے کہا۔

”ارے باپ رے۔۔۔ لال بیک مارنے والے پرے کی جائے۔۔۔ اس سے تو بہتر ہے کہ تم حریرہ جات کھاتے رہو اور عقلمندوں کو اشارے کرتے رہو۔“ — عمران نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”صاحب۔ ایسے ہی سمجھداری کی باتیں کرتے رہیں تو فائدے میں رہیں گے۔“ — سلیمان نے کہا اور مسکراتے ہوئے چائے کی پیالی لیے واپس کچن کی طرف بڑھ گیا اور چند لمحوں بعد تازہ چائے لیے کمرے میں داخل ہوا اور نہایت ادب سے چائے عمران کے آگے رکھ دی۔ عمران نے ایک نظر اسے دیکھا اور کپ اٹھا کر چائے سب کرنے لگا۔ چائے پی کر اور سلیمان سے بات کر کے عمران کے ذہن پر خشکی کی جی تہہ اتر گئی۔ اب وہ اپنے آپ کو چاق و چوبند محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے وہ مسکراتا ہوا اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ کپڑے تبدیل کر کے دانش منزل جاسکے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی میں بیٹھا دانش منزل جا رہا تھا۔

”عمران صاحب۔“ — عمران نے کار ریڈیو سنٹل آنے پر چوک پر روکی ہی تھی کہ دائیں جانب سے جانی پچپانی آواز سنائی

دی۔ عمران نے دائیں جانب دیکھا تو انسپکٹر رستم اپنی بائیک پر موجود تھا۔ عمران نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کر دیا۔

”کیسے ہو بھی رستم زمان۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اللہ کا شکر ہے عمران صاحب۔۔۔ دراصل میں آپ سے ہی ملنا چاہتا تھا۔ کچھ پیش رفت ہوئی ہے تو سوچا آپ سے مزید راہنمائی لے لی جائے۔“ — انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”کس بارے میں پیش رفت رستم زمان صاحب۔“ — عمران نے پوچھا۔

”وہی چیخوں اور قتل والے واقعات کے سلسلے میں۔“ — انسپکٹر رستم نے یاد دہانی کرائی۔

”اوہ۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے سائے ایک کافی شاپ ہے۔ ادھر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔“ — عمران نے کہا اور کار آگے بڑھا دی کیونکہ اس وقت اشارہ کھل گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد عمران اور انسپکٹر رستم ریسٹوران میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

”ہاں رستم زمان۔۔۔ کس اکھاڑے کی مٹی میں کشتی کرنی ہے جا کر۔“ — عمران نے پوچھا۔

”عمران صاحب۔۔۔ اکھاڑے کا تو پتہ نہیں مگر یہ تجزیہ ہے کہ مجرم یوگانی تھے اور یوگان کی کسی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔“ رستم نے جواب دیا تو عمران ایک دم چونک گیا کیونکہ یہ ہی کنفرم نہ ہو رہا تھا

کہ مجرم کون سے ملک سے تعلق رکھتے تھے۔

”کیسے پتہ چلا۔“ — عمران نے کہا وہ یکفخت سنجیدہ ہو چکا

تھا۔

”عمران صاحب میں اس پوائنٹ پر غور کر رہا تھا کہ دارالحکومت میں جو چیخوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا اس میں ضرور کوئی سائنسی راز پوشیدہ ہے کیونکہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ چیخنے والا ایک دم سے غائب ہو جائے۔ میں نے اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی تفتیش کا آغاز ان علاقوں میں ایسی جگہوں سے کیا۔ جہاں سے آواز پورے علاقے میں گونج سکے۔ ہمارے پاس چودہ علاقے ہیں جہاں سے رات کے وقت چیخوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ان سب علاقوں میں چنچیں سنائی دینے سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے بجلی کی تاریں ٹھیک کی گئی تھیں۔ مگر بجلی کے ٹکے کے ریکارڈ کے مطابق ان علاقوں سے نہ ہی بجلی کی تاروں کی شکایت کی گئی تھی اور نہ ہی بجلی کے ٹکے سے کوئی عملہ بھیجا گیا تھا جو جا کر تاریں ٹھیک کرتا۔ مزید تفتیش کرنے پر بجلی کے پولز پر کچھ ایسی ڈیوائس پائی گئی جو دیکھنے میں تو بجلی کے پولز کا حصہ لگتی تھیں مگر جدید آلات نے ان کی نشاندہی کی۔ یہ سب ڈیوائس انتہائی طاقتور قسم کے ریکارڈسٹم تھے جن میں میگا پاور کے پیکر موجود تھے اور یہ سب ڈیوائس ریوٹ کنٹرول تھیں۔ مطلب جب مجرموں کا دل کرتا تھا وہ ان ریوٹ کنٹرول کے ٹرن دبا کر کسی بھی علاقے میں چیخوں کا انتظام کر سکتے تھے۔ میں نے لیبارٹری میں ان

ڈیوائس کو چیک کرنے کے لیے دیا تھا۔ وہاں سے رپورٹ ملی ہے کہ یہ سب ڈیوائس یوگان کی بنی ہوئی ہیں۔ میں نے ان ڈیوائس کے سیل کوڈ کے مطابق یوگان سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی مگر کوشش کے باوجود سیل کوڈ کے مطابق وہ فیکٹری یا شاپ نہیں مل سکی جہاں یہ بنائی گئی ہیں یا فروخت کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے اس ٹرن پر بنی بقول آپ کے ہرکولیس ناٹ کے بارے میں بھی یوگان سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کیونکہ معلومات کے مطابق ہرکولیس ناٹ کا نقش ایک مجرم تنظیم آج سے دس سال پہلے استعمال کرتی تھی مگر پھر پولیس کی طرف سے لکھے گئے کریک ڈاؤن میں وہ پوری کی پوری تنظیم تباہ ہو گئی تھی اور جو اب ایک لوگ پکڑے گئے تھے ان سب کو موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ اس کے علاوہ ان رہائشی علاقوں سے ان افراد کے حلیوں کی تفصیلات بھی حاصل کیں تھیں۔ رپورٹ کے مطابق وہ سب مقامی افراد تھے۔ مگر اب تک ان حلیوں کے حامل افراد کا جس کچھ پتہ نہیں چل سکا اس لیے مجھے لگتا ہے کہ وہ سب میک اپ میں ہوں گے۔“ — انسپکٹر ہم نے اپنی عادت کے مطابق سنجیدہ لہجے میں تفصیل بتائی شروع کر لی تھی۔

”تمہیں یہ خیال کیوں آیا ہے کہ مجرم یوگانی تھے کیا اس کی وجہ وہ ڈیوائس ہیں۔“ — عمران کا لہجہ سوالیہ تھا۔

”جی عمران صاحب۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ مجرم یوگانی

تھے اور ویسے بھی میرے خیال میں میرا تجزیہ ٹھیک ہے۔“ — رستم نے جواب دیا۔

’ایک تجزیے کی وجہ سے حتمی نتیجے کی طرف چھلانگ لگانا بعض اوقات کھائی میں گرا دیتا ہے یاد رکھنا۔“ — عمران کا لہجہ اب ہم سنجیدہ تھا۔

”عمران صاحب اگر مجرم کسی سپر پاور ملک سے تعلق رکھتے تو یقیناً طور پر یوگان جیسے ترقی پذیر ملک کی ڈیوائس استعمال نہ کرتے۔ ملک کے شہریوں کا رجحان ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تر اپنے ملک کی اشیاء ترجیح دیں۔ اب ایک سپر پاور ملک کا شہری کیوں ایک ترقی پذیر ملک کی سائنسی ڈیوائس استعمال کرے گا جبکہ اس کا اپنا ملک سائنس کا کہیں زیادہ ایڈوانس ہو۔“ — رستم نے باقاعدہ دلائل دے ڈالے۔

”تمہیں تو کالے کوٹ میں ہونا چاہیے تھے غلط جگہ آگئے ہو“ عمران نے کہا۔ وہ رستم کے دلائل سے متاثر لگ رہا تھا۔

”مطلب کہ آپ کو میرے دلائل ٹھوس لگے ہیں اس وجہ سے آ مجھے کالے کوٹ یعنی وکیل کے روپ میں آنے کا کہہ رہے ہیں۔“ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”رستم زمان تم اچھے جا رہے ہو۔ کوشش جاری رکھو۔“ — عمران نے کافی کاسپ لے کر کہا۔

”مگر عمران صاحب یہاں آ کر گاڑی پھنس چکی ہے۔“

راستہ نہیں مل رہا ہے میں نے ٹائیگر سے بھی کہا تھا کہ انڈر ورلڈ میں کوشش کرے۔ مگر اس کی طرف سے بھی ابھی تک کوئی مثبت جواب نہیں آیا ہے۔“ — انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”رستم زمان صاحب اس بار مجرم بہت ہی ذہانت بھرا منصوبہ لے کر آئے ہیں کہ سب چکر کھاتے پھریں۔ کیا تم نے اس کیس میں کوئی انتہائی اہم بات نوٹ کی ہے۔“ — عمران کا لہجہ سوالیہ تھا۔

”میرے خیال میں آپ کا اشارہ کہیں اس طرف تو نہیں ہے کہ جس علاقے سے جینیں سنائی دیتی تھی اسی علاقے کے کسی فرد کی لاش پکنک پوائنٹ پر پائی جاتی تھی۔“ — انسپکٹر رستم نے الٹا سوال کیا۔

”بہت خوب انسپکٹر رستم تم جلد ہی ترقی کرو گے۔“ — عمران نے انسپکٹر رستم کی ذہانت سے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”مگر عمران صاحب آج ایک نئی اطلاع ملی ہے جس کی وجہ سے اب تو مجھے لگ رہا ہے کہ یہ سارا ڈرامہ کسی خاص منصوبے کا حصہ تھا۔“ — انسپکٹر رستم نے کہا۔

”اوہ اب کیا اطلاع ملی ہے۔“ — عمران نے چونک گیا۔

”جس ڈاکٹر نے یہ سب پوسٹ مارٹم کیے ہیں اس کے اکاؤنٹ میں اچانک بھاری رقم کی موجودگی نے سب کو چونکا دیا ہے۔ اس سے جب پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے بتایا کہ یہ رقم پکنک پوائنٹ سے ملنے والی ڈمی لاشوں کو اصل کہنے کے لیے دی گئی تھی۔ یہ لاشیں مردہ

خانوں سے حاصل کی گئیں تھیں اور ان پر انتہائی مہارت سے میک اپ کیا گیا تھا۔ اطلاع ملنے پر جب مردہ خانے چیک کیے گئے تو وہاں پر بھی بھاری رقم دے کر مخصوص قد و قامت کی لاوارث لاشوں کو حاصل کیا گیا تھا۔ آج ایک گمنام فون کال بھی رسید ہوئی تھی جس میں ایک فلیٹ کا نمبر بتایا گیا تھا اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ جن چودہ افراد کی لاشیں پکنک پوائنٹ سے ملیں ہیں وہ سب نقلی ہیں اور اصل افراد اس فلیٹ میں موجود ہیں۔ جب اس فلیٹ پر چھاپہ مارا گیا تو فون پر دی گئی اطلاع درست ثابت ہوئی۔ اس سب چکر دیکھ کر تو اب یوں لگ رہا ہے کہ کسی نے مذاق کیا ہے۔“ انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اس بار مجرم ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ کافی رحم دل بھی ہے جو بلاوجہ معصوم لوگوں کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ بہر حال یہ بتاؤ کہ ڈاکٹر سے اور مردہ خانے کی انتظامیہ سے چیک کیا ہے کہ رقم کس طرح پہنچائی گئی تھی اور کسی کی شناخت کے حوالے سے بھی کوئی پیش رفت ہوئی ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”رقم کا ایک پیکٹ ڈاکٹر کو اپنے گھر کے دروازے کے سامنے رکھا ہوا ملا تھا اور ایسا ہی کچھ مردہ خانے میں ہوا تھا۔ صرف فون ہی رسید ہوا تھا اور رقم کے پیکٹ کی جگہ بتا دی گئی تھی اور لاشوں کو ایک پارک میں چھوڑنے کا کہا گیا تھا۔“ انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”ہاں اس پوائنٹ تک تمہارا ذہن ٹھیک پہنچا ہے کہ یہ سب ڈرامہ ایک بڑے منصوبے کا حصہ تھا اور وہ بڑا منصوبہ یہ تھا کہ حکومتی اداروں

کی توجہ اس طرف مبذول کروا کر اصل مشن کو پورا کرنا۔“ عمران نے بتایا۔

”اصل مشن۔۔۔ اوہ عمران صاحب کیا آپ اصل مشن کے بارے میں کلیو حاصل کر چکے ہیں۔“ رستم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”مجرم اصل مشن پورا بھی کر چکے ہیں اور ہم سب ان معاملات میں الجھے رہے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔ ویری ہیڈ۔ اصل مشن کے بارے میں کچھ بتائیں گے آپ۔“ رستم کے لہجے میں بے چینی عیاں تھی۔

”ڈاکٹر غالب کا اغوا۔“ عمران نے مختصر کہا۔

”آپ کا مطلب سائنسدان ڈاکٹر غالب۔“ رستم نے یقین دہانی کرنی چاہی۔

”ٹھیک سمجھے ہو رستم زمان۔ میر پر سوا سیر سامنے آگیا ہے اور یہ ساری کارروائی میرا ذہن الجھانے کے لیے کی گئی تھی۔“ عمران نے کہا اور ساتھ ہی تفصیل بھی بتادی۔

”تو اب ڈاکٹر غالب کو کیسے واپس حاصل کیا جائے گا۔“ رستم نے تجسس بھرے لہجے میں کہا۔

”نی الحال تمہاری وجہ سے مجرموں کا ایک مزید کلیو سامنے آیا ہے۔ اب میں یوگان میں اپنے طریقے کے مطابق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ ہو سکتا ہے کوئی بہتری کی صورتحال مل جائے۔ تم بھی اپنی کوشش جاری رکھو۔“ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب اگر آپ کو کوئی معلومات ملیں تو پلیز۔“ انسپکٹر رستم نے فخرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”بے فکر رہو رستم زمان مجھے تمہاری ذہانت اور کام کرنے کی لگن پسند آئی ہے اس وجہ سے اگر کوئی پیش رفت ہوئی تو تمہیں ضرور بتایا جائے گا۔ بہر حال ابھی مجھے جانا ہوگا۔ تم بھی کوشش کرتے رہو۔ اگر کوئی پیش رفت ہو تو میرا موبائل نمبر تو تمہارے پاس ہے۔ اس پر اطلاع دے دینا۔“ عمران نے کہا اور بیرے کو بلا کر انسپکٹر رستم کے اصرار کے باوجود بل کی رقم ادا کی اور انسپکٹر رستم سے مصافحہ کر کے واپس چل دیا جب کہ انسپکٹر رستم وہیں بیٹھا رہا۔ وہ کسی گہری سوچ میں لگن ہو چکا تھا۔

عمران نے اپنی کار نکالی ابھی کچھ فاصلے پر ہی گیا تھا کہ سامنے کچھ جھوم سا نظر آیا۔ جس نے ساری ٹریفک بلاک کر رکھی تھی۔ عمران نے بھی برا سامنہ بناتے ہوئے گاڑی بند کی اور اس جگہ پر پہنچ گیا۔ ایک اچھے کپڑوں میں ملبوس آدمی جو شکل سے ہی دنیا سے بیزار نظر آتا تھا ایک ٹیکسی والے کے ساتھ بحث کرنے میں مصروف تھا جس کی وجہ سے وہاں ٹریفک جام ہو گئی تھی۔

”کیا ہوا جناب۔“ عمران نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر سامنے کرتے ہوئے پوچھا۔ کارڈ کے مطابق اس کا تعلق سپیشل پولیس سے تھا۔ اس وجہ سے لوگ تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے تاکہ اس کا جگہ دے سکیں۔

”کیا ہونا ہے نظر نہیں آ رہا کیا۔ یہ ٹیکسی والے دن دیہاڑے اڑنے لگے ہیں۔“ ٹیکسی والے سے لڑنے والے نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

”صاحب۔ میرا قصور نہیں ہے۔ یہ صاحب ڈی ٹائن سے بیٹھے ہیں۔ اب یہاں تک میٹر نے جتنا کرایہ دکھایا ہے یہ دینے سے انکاری ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے میٹر کو تیز کیا ہوا ہے میں نے تو انہیں آفر بھی کی ہے کہ جناب آپ کسی بھی ٹیکسی کو بلا لیں اور سفر کر کے دیکھ لیں اگر میرا میٹر تیز نکلا تو جو چور کی سزا وہ میری سزا۔ مگر یہ صاحب گالی گلوچ پر اتر آئے ہیں کہتے ہیں کہ آج سے پندرہ سال پہلے جب اس علاقے کا سفر ٹیکسی میں کیا تھا تو اس وقت اتنا کرایہ بنا تھا اس لیے یہ اس پرانے کرایے کی رقم کے برابر ہی رقم دینا چاہتے ہیں۔ ان کو سمجھا سمجھا کر تھک گیا ہوں کہ مہنگائی کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے یہ پٹرول تو اب سونے کے بھاؤ مل رہا ہے مگر یہ صاحب سمجھنا نہیں چاہ رہے۔ حالانکہ میں نے ان کے بیٹھنے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ کرایہ میٹر کے مطابق حکومت کے قانون کے مطابق ہوگا ورنہ یہ دوسری ٹیکسی دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے ان کو ہاتھ پکڑ کر تھوڑی اپنی ٹیکسی میں سوار کیا تھا۔ کسی اور ٹیکسی کو دیکھ لیتے۔“ بوڑھے ٹیکسی ڈرائیور نے صورت حال واضح کی۔

”تمہارا نام کیا ہے۔“ عمران نے اس بار سخت لہجے میں پوچھا۔ اس آدمی کا بات کرنے کا انداز عمران کو بھی پسند نہیں آیا تھا۔

”کیوں کیا کرنا ہے۔ ویسے میرا نام اے زیڈ ہے۔“ اس نے اس بار بھی بدتمیزی کا مظاہر کرتے ہوئے کہا اور جان بوجھ کر نام کے پہلے حروف بتائے۔

”آج سے پندرہ سال پہلے والی تنخواہ کیا اب بھی لے رہو تم۔ یا پھر آج سے پندرہ سال پہلے جو تم سوچتے تھے۔ آج بھی وہی سوچیں تمہارے دماغ میں ٹھہسی ہوئی ہیں کیا۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب پندرہ سال سے کام کر رہا ہوں اس وجہ سے تنخواہ تو بڑھے گی اور سوچ بھی کیسے رک سکتی ہے۔ سوچنے کے عمل سے ہی تو زندگی کا پتہ چلتا ہے۔“ اے زیڈ نے اس بار نرم لہجے میں جواب دیا۔ وہ عمران کا لہجہ سن کر مرعوب ہو گیا تھا۔

”تو پھر روڈ پر حماشہ لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ شکل سے تو پڑھے لکھے نظر آتے ہو مگر کیا فائدہ اگر اپنی تعلیم کو استعمال نہ کیا جائے خود تو ہر سال تنخواہ میں اضافہ مانگتے ہو اور ڈرائیور کو کرایہ وہی پندرہ سال پہلے والا دینا چاہتے ہو۔ خود تو کہتے ہو کہ سوچنے کے عمل سے ہی زندگی کا پتہ چلتا ہے مگر دوسروں کی سوچوں پر پہرے لگانا چاہتے ہو۔ آنکھیں کھول کر جینا سیکھو۔ اپنے ارد گرد کے ماحول سے فائدہ اٹھاؤ صرف کنویں کا مینڈک بن کر ہی نہ رہ جاؤ۔ جس کو یہ پتہ ہے کہ کنویں کی چار دیواری ہی سب کچھ ہے۔ کنویں سے باہر کچھ نہیں ہے۔ جب تک تم کنویں سے نکل کر نہیں دیکھو گے تب تک کیسے دے

میں ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں جان سکتے ہو۔ انسانوں کے ساتھ انسانوں والا رویہ اور زبان استعمال کرو۔ نہیں تو انسانیت سے ہی خارج ہو جاؤ گے۔“ عمران کا لہجہ بدستور سخت تھا۔

”سو۔ سوری جناب۔ معافی چاہتا ہوں۔ غل۔ غلطی ہو گئی ہے۔“ اے زیڈ نے ہکلاتے ہوئے کہا اور جیب سے مطلوبہ کرایہ نکال کر جلدی سے ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھا اور لوگوں کو اپنی طرف مگھورتے دیکھ کر جلدی سے سڑک کر اس کر کے بھاگ گیا۔

”آپ سب بھی جاپیئے اور معاشرے کی اصلاح تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے اچھے انداز میں کمرے گی عادت ڈالیں ورنہ حیوانوں اور انسانوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔“ عمران نے سب افراد کو جانے کا کہہ کر اپنی گاڑی کا رخ کیا اور خود دانش منزل کی طرف جانے والے راستے پر گاڑی موڑ دی۔

”عمران صاحب آج چھ دن ہونے والے ہیں مگر ابھی تک نہ ہی بحرسوں کا پتہ چلا ہے اور نہ ہی ڈاکٹر غالب کے بارے میں کوئی خبر ملی ہے۔ دشمن آپ کے ٹریپ میں بھی نہیں آیا۔ اب تو اتوار گزر رہے ہوئے کافی دن ہو گئے ہیں مگر فارن کال چیکر پر بھی کوئی کال ٹریس نہیں ہوئی۔“ طاہر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ عمران اس وقت دانش منزل میں موجود تھا۔ انسپکٹر رستم کی کوششوں کے بارے میں وہ طاہر کو بتا چکا تھا اور اب پچھلے دو گھنٹوں سے وہ یوگان سے معلومات کے حصول کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کو کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی۔ اس

کے چہرے کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر کافی الجھا ہوا ہے کیونکہ ابھی تک مجرموں کے بارے میں ایک معمولی سا کلیو بھی حاصل نہ ہو سکا تھا۔

”مجھے لگتا ہے کہ جا کر اماں بی سے اپنے دماغ کی بیٹری چارج کروانی ہی پڑے گی ورنہ تو سوچ سوچ کر بھی کوئی طریقہ سامنے نہیں آ رہا۔ اس بار مجرم بہت ہوشیار ہونے کے ساتھ ساتھ ٹھنڈا کر کے کھانے کا عادی لگ رہا ہے۔ یوگان میں بھی اپنے فارن ایجنٹس کو الٹ کر دیا ہے تاکہ اگر مجرموں کا تعلق یوگان سے ہے تو اس بارے میں معلومات مل سکیں۔ اس کے علاوہ کوشش کی تھی کہ ہرکولیس ناٹ کو بنیاد بنا کر کسی معلومات دینے والی ایجنسی سے انفارمیشن مل جائیں۔ مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”آپ کے کہنے پر ایکریمیا میں ایئرپورٹ پر ان افراد کے چلے بھی چیک کرانے کی کوشش کی ہے مگر وہ مجرم جو پاکیشیا سے ایکریمیا کے لیے پرواز کر گئے تھے وہ بھی پہلے ہی اتر گئے تھے۔ جب جہاز نے فیول بھروانے کے لیے لینڈ کیا تھا اور فارن ایجنٹس کو ڈانج دینے میں بھی کامیاب رہے جو اس سٹاپ پر موجود تھے۔ اس بار لگ رہا ہے کہ مجرم پاکیشیا سیکرٹ سروس کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔“ — طاہر نے کہا۔

”اس بار مسئلہ یہ ہے کہ مجرموں نے اپنے آپ کو اس طرز اثر و گراؤنڈ کیا ہے کہ کوئی سرا ہی ہاتھ میں نہیں آ رہا ہے۔“ — عمرا

نے جواب دیا۔

”مگر ڈاکٹر غالب کی رہائی بھی انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ جن ملکی معاملات میں وہ کام کر رہے ہیں مزید دیر کرنے کی صورت میں ان میں کافی نقصان ہو سکتا ہے۔“ — طاہر نے کہا۔

”ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ — عمران نے جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر اس پر ٹائیگر کی فریکوئنسی بیٹھ کر ناشروع کر دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی کالنگ۔ اور۔“ — عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”ایس باس ٹائیگر بول رہا ہوں۔ اور۔“ — چند لمحوں کے بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”کتنی دفعہ بتایا ہے کہ ٹائیگر بولا نہیں کرتے اور ایک تم ہو کہ پڑھے لکھے ٹائیگر بن کر بولنا شروع ہو جاتے ہو۔ اور۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب استاد کے سامنے غرانے کی بجائے سبق ہی سنایا جاسکتا ہے باس۔ اور۔“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔ جبکہ عمران بھی مسکرا دیا۔

”کیا انٹرورلڈ میں یوگان سے تعلق رکھنے والے ایسے لوگ موجود ہیں جن کا رابطہ یوگان میں اور پاکیشیا میں اونچے لیول پر ہو۔ اور۔“ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

”کس سلسلے میں باس۔ اگر تفصیل بتا دیں تو ٹریس کرنے میں

آسانی ہو جائے گی۔ اور۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

”ایک سائنسدان ڈاکٹر غالب کو اغوا کیا گیا ہے۔ کچھ دن پہلے جو کینک پوائنٹ پر لاشیں ملیں ہیں اور رات کے وقت مختلف علاقوں میں جو چیخنے چلانے کا سلسلہ شروع ہوا تھا وہ سب اس سلسلے کی کڑی ہے۔ ابھی تک مجرموں کے بارے میں کنفریشن نہیں ہے لیکن اس واردات میں جو اشیاء استعمال ہوئی ہیں وہ سب یوگان کی بنی ہوئی ہیں۔ مجرم چونکہ بے حد ہوشیار اور چالاک ہے۔ اس لیے میرا اندازہ ہے کہ وہ باہر کے کسی ریفرنس کو بھی استعمال نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ کوئی ایہ ریفرنس استعمال کرے گا جو اس کے قریب کا ہو۔ جس آسانی سے ان مجرموں نے یہ چلانے والا چکر اور لاشوں کا چکر چلایا تھا اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ریفرنس یہاں پاکیشیا میں کافی تعلقات رکھتا ہے۔ اس لیے کوئی ایسا ریفرنس ڈھونڈنے کی کوشش کرو۔ جو ادھر بھی حکام سے تعلقات رکھتا ہو اور یوگان میں بھی اس کی جان پہچان ہو اور۔۔۔۔۔ عمرن نے تفصیل بتا دی تاکہ ٹائیگر کو ٹریننگ ملے آسانی ہو جائے۔

”شکریہ باس۔ میں جلد سے جلد معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔ عمران نے اوہ اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”عمران صاحب آپ نے خاص طور پر یوگان کے بارے میں ہدایت کیوں دیں ہیں۔ حالانکہ یوگان سے سوائے چیزوں سے کو

بھی تعلق ثابت نہیں ہو سکا۔۔۔۔۔ طاہر نے کہا۔

”حرکت میں برکت ہے کے مقولے پر عمل کر رہا ہوں۔ ابھی تک کیونکہ سب یوگان میڈ ہی اشیاء سامنے آئی ہیں۔ اس وجہ سے انڈورولڈ میں چیکنگ کے لیے کہا ہے ہو سکتا ہے مجرم اس بارے میں سوچ نہ سکیں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے انڈورولڈ میں بھی رابطے ہیں۔ کیونکہ عموماً ایسا ہوتا نہیں ہے۔ مگر کافی دفعہ ٹائیگر کی وجہ سے ہم لوگ کافی اہم معلومات حاصل کر چکے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب کیا اب بہتر نہیں ہوگا کہ ہم ممبران کو بھی ٹریننگ کے کام پر لگا دیں۔ کیونکہ اب تو دیے ہی کافی دن ہو گئے ہیں اور یہ بات تو اب تک کنفرم ہی لگ رہی ہے کہ مجرم دارالحکومت میں ہی موجود ہے۔ میرے خیال میں تو اب مزید ڈھیل دینے کی بجائے سب ممبران کو ہر طرف پھیلا دینا چاہیے۔ تاکہ کہیں نہ کہیں سے کوئی کلیول جائے۔۔۔۔۔ طاہر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم ایسا کرو۔ جولیا کو فون کر کے کہہ دو کہ سب ممبران کی ڈیوٹی لگا دے اور ساتھ ہی لیبارٹری سے حاصل شدہ تصویر کے مطابق اس مخصوص شخص کا قد و قامت بھی بتا دینا۔ مخصوص قد و قامت کی وجہ سے ممبران کو کافی آسانی ہو جائے گی۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔۔۔۔۔ طاہر نے کہا اور فون اپنی طرف کھسکا لیا۔ جبکہ عمران آنکھیں بند کر کے گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

بعض اوقات اس سے کافی اہم معلومات بھی مل جاتی تھیں۔ اب کافی عرصہ گزر جانے کے بعد دونوں کی دوستی کافی گہری ہو چکی تھی۔ ٹائیگر اس وقت ولیم کے کمرے میں بیٹھا اپنا پسندیدہ ایپل جوس پی رہا تھا جبکہ ولیم اپنے دونوں کانوں کے ساتھ فون لگائے مصروف تھا۔

”ٹائیگر زیر زمین دنیا میں اس وقت بیس ایسے لوگ موجود ہیں جن کا تعلق یوگان اور پاکیشیا کے اعلیٰ حکام کے علاوہ انڈر ورلڈ سے بھی ہے مگر ان میں سے پانچ تو آج کل پاکیشیا سے طویل عرصے سے باہر ہیں۔ جبکہ باقی پندرہ افراد کی فہرست فوری مل سکتی ہے اگر چاہیے تو بتاؤ۔“ ولیم نے ایک رسیور دائیں کان سے ہٹا کر واپس کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا مگر اس دوران دوسرا رسیور بدستور اس کے بائیں کان کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔

”انہی پندرہ افراد کی لسٹ کافی ہے۔“ ٹائیگر نے جوس کا سب لینے کے بعد کہا۔

”پندرہ منٹ میں فہرست مجھے ہر صورت چاہیے۔“ ولیم نے ٹائیگر کی بات پر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فون پر کہا اور دوسرا رسیور بھی واپس فون کے کریڈل پر رکھ دیا۔

”اب کچھ بتاؤ گے بھی کہ کیا ہوا ہے اتنی افراتفری میں یوگانا افراد کی لسٹ منگوانے کا کیا مقصد ہے۔ اگر تفصیل سے بتاؤ تو ہو سکتا ہے کہ میں بہتر طریقے سے کوئی مدد کر سکوں۔ اس سے تمہارا ہی فائدہ ہوگا۔“ ولیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر اس وقت زیر زمین سی کلب میں موجود تھا۔ زیر زمین
دنیا میں یہ بڑے پیمانے کا کلب سمجھا جاتا تھا اس کا مالک ولیم بہت سال پہلے یوگرائن سے آیا تھا مگر پھر اسے پاکیشیا کا ماحول بے حد پسند آیا اور اس لیے وہ مستقل ہی پاکیشیا کا ہو کر رہ گیا۔ ولیم بڑے پیمانے پر مخبری کا دھندا کرتا تھا مگر اس سارے چکر میں وہ اپنے ہاتھ ہیر پو کر رکھتا تھا۔ ولیم نے اپنی زندگی کا اصول بنا رکھا تھا کہ جس ملک میں رہتا اس کا وفادار بن کر رہتا تھا اور اس ملک کے خلاف کسی قسم کی جگہ مخبری نہیں کرتا تھا جو ملک سے غداری کے زمرے میں آتی ہو۔ ٹائیگر کے ساتھ ولیم کی جان پہچان کافی سال پہلے ہوئی تھی، کچھ ملاقاتوں کے بعد ٹائیگر نے محسوس کر لیا تھا کہ ولیم کام کا آدمی ہے اس لیے ایسے آدمی سے دوستی رکھنی چاہیے تاکہ انڈر ورلڈ کی خبروں سے جو امکان فائدہ دے پایا جاسکے۔ ولیم چونکہ بڑی پارٹی تھی اس وجہ سے

”بالکل مجھے جیسے ہی کوئی خبر ملے گی میں تمہیں بتا دوں گا۔“ ولیم نے جواب دیا۔ اس کے بعد ٹائیگر اجازت لے کر کلب سے نکل آیا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر ٹائیگر نے سوچا کہ عمران کو کال کر کے ان پندرہ آدمیوں کے بارے میں بتا دینا چاہیے۔ مگر پھر اس نے اپنا خیال خود ہی مسترد کر دیا تھا کیونکہ فی الحال تو عمران کو رپورٹ دینے والی ایسی کوئی خبر نہیں تھی۔ اس وجہ سے ٹائیگر نے سوچ لیا تھا کہ ایک دفعہ ان سب افراد کو چیک کر لینے کے بعد عمران کو فون کرے گا۔ فائل میں موجودہ پہلے آدمی کی لوکیشن چیک کر کے ٹائیگر نے اپنی گاڑی اس سمت میں بڑھا دی۔ پھر اگلے چار گھنٹوں کے اندر اندر ٹائیگر اپنے مخصوص طریقوں سے ان پندرہ آدمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کر چکا تھا مگر ان میں سے کوئی بھی اس واردات میں ملوث نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخر ٹائیگر نے ٹرانسمیٹر نکالا تاکہ عمران کو رپورٹ دے سکے پھر کچھ سوچ کر ٹرانسمیٹر واپس جیب میں ڈالا اور عمران کے فلیٹ کی طرف جانے والے سڑک پر گاڑی موڑ دی۔ ٹائیگر کو کافی دن ہو گئے تھے عمران سے ملے ہوئے اس لیے اس نے سوچا تھا اس طرح رپورٹ دینے کے ساتھ ساتھ عمران سے بھی مل لیا جائے گا۔ کچھ دیر کے بعد وہ عمران کے فلیٹ میں ڈرائنگ روم میں بیٹھا جائے لی رہا تھا۔ اپنی اب تک کی چیکنگ کے متعلق اس نے عمران کو تفصیل سے رپورٹ دے دی تھی اور عمران بھی اس کی رپورٹ سے مطمئن نظر آ رہا تھا۔

”تمہاری کوشش اچھی ہے ٹائیگر۔ ان باتوں کو ذہن میں رکھنا اگر

”ہاں اب چونکہ کچھ پیش رفت ہوئی ہے اس وجہ سے تمہیں بریفنگ دی جاسکتی ہے۔“ ٹائیگر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی مختصر و اکثر غالب کے اغوا کے بارے میں وہ معلومات جو عمران کی طرف سے ملیں تھیں وہ ولیم کو بتانے لگا۔

”کافی دلچسپ معاملہ لگتا ہے۔ کلک پوائنٹ پر ملنے والی لاشوں کے بارے میں سنا تھا اور ساتھ ہی مختلف علاقوں میں کسی زخمی کے چلانے کی داستان بھی میرے کانوں تک پہنچی تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ میں نے اس معاملے میں دلچسپی محسوس کرتے ہوئے اپنے خصوصی ذرائع کو کان کھلے رکھنے کے لیے کہا تھا مگر کچھ دن تک کوئی خبر نہ ملنے پر یہ معاملہ میرے ذہن سے اتر گیا تھا۔ اب میں پھر سے سن گن لینے کی کوشش کرتا ہوں ہو سکتا ہے کچھ مزید پیش رفت ہو جائے مگر ابھی تک انڈر ورلڈ میں کوئی ایسی خبر نہیں سنی گئی اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ میرا بخبری کا نیٹ ورک کتنا مستحکم ہے۔ بہر حال میری اپنی پوری کوشش کروں گا کہ تمہاری مدد کر سکوں۔“ ولیم نے کہا۔ اسی دوران ولیم کا اسٹنٹ ایک چھوٹی سی فائل لے آیا۔ ولیم نے فائل لے کر اس کو جانے کا اشارہ کیا اور پھر فائل کو کھول کر دیکھ اور پھر سر ہلاتے ہوئے فائل ٹائیگر کی طرف بڑھا دی۔

”بہت شکریہ ولیم۔ اب میں چلتا ہوں اور تم بھی اپنے کان کھلا رکھنا۔ کوئی معلومات ملیں تو رابطہ ضرور کرنا۔“ ٹائیگر نے فائل ہاتھ میں لے کر بغور پڑھنے کے بعد کہا۔

کوئی پیش رفت ہو تو مجھے فون کر دیتا۔ اب تم جا سکتے ہو۔“ عمران نے کہا اور ٹائیگر چائے کا آخری گھونٹ لے کر مصافحہ کر کے واپس چلا گیا۔ عمران نے ٹائیگر کے جانے کے بعد ڈرینک روم میں جا کر اپنے کپڑے تبدیل کیے اور سلیمان کو بتا کر وائس منزل چلا آیا۔

”عمران صاحب اب تو پانی سر سے اوپر جا چکا ہے۔ مگر ابھی تک مجرموں کا کچھ نشان نہیں ملا اور آپ کے علم میں ہے کہ سردار اور بذاتہ خود بھی یہ بات لے آئے ہیں کہ اگر مزید کچھ دنوں تک ڈاکٹر غالب کی بازیابی ممکن نہ ہوئی تو پاکیشیا کو انتہائی نقصان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے کیونکہ ڈاکٹر غالب آج کل ایک انقلابی ایجاد پر کام کر رہے تھے جس پر نہ صرف پاکیشیا کا بلکہ شوگران کا بھی کثیر سرمایہ لگ چکا ہے اگر ڈاکٹر غالب کو بازیاب نہ کیا گیا تو نقصان تو ایک طرف شوگران کو جواب دینا بھی مشکل ہو جائے گا۔“ طاہر نے کہا۔ وہ کافی پریشان ہو رہا تھا۔

”ہاں میں جانتا ہوں۔ اب تک کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئی ہیں۔ مجرموں نے ایسے دم سادھ لیا ہے جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو میں نے اپنے ذرائع سے پراپرٹی ڈیلرز کی بھی چھان بین کروائی ہے مگر ایسا لگ رہا ہے جیسے مجرم اس ملک میں کبھی آئے ہی نہ ہوں۔ مگر میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ڈاکٹر غالب اب بھی پاکیشیا سے باہر نہیں گئے کیونکہ میرے تمام ذرائع ملک سے فرار ہونے والے ہر ہ موڈ پر موجود ہیں اس لیے میں یہ بات تو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ

مرکزی مجرم اور ڈاکٹر غالب اب بھی پاکیشیا میں ہی ہیں۔ میں نے مخصوص ذرائع کی ہر جگہ ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے جو سامنے آئے بغیر ہی معلومات حاصل کر لیں گے اگر مجرموں نے ڈاکٹر غالب سمیت ملک سے فرار ہونے کی کوشش کی تو اس بارے میں بھی عین موقع پر رپورٹ مل جائے گی۔“ عمران نے بھی سنجیدہ لہجہ میں جواب دیا۔

”اوہ اس لیے آپ نے ایک دفعہ پھر ممبران کو چیکنگ سے منع کر دیا تھا۔ مگر عمران صاحب اب ہاتھ پر ہاتھ تو دھر کر نہیں بیٹھا جا سکتا۔“ طاہر نے کہا۔

”جہیں کس نے کہا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھو۔ تم بے شک ہاتھ پر پاؤں دھر کا بیٹھ جاؤ۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مسلسل سنجیدگی اختیار کر کے اب اس کی ذہنی رو پھر سے بہک رہی تھی۔

”عمران صاحب میں اس وقت بہت سنجیدہ ہوں۔“ طاہر نے جواب دیا۔

”تو میں نے کب کہا ہے کہ تم رنجیدہ ہو مگر رنجیدہ ہونے کا فائدہ سنجیدہ ہونے سے زیادہ ہے۔“ عمران نے کہا۔

”وہ کیسے۔“ طاہر نے حیرانی سے پوچھا۔

”صاف ظاہر ہے اگر سنجیدہ آدمی سے کسی نے کوئی بات کرنی ہو تو پہلے بہت دفعہ سوچتا ہے اور جب سوچ سوچ کر تھک جاتا ہے تو پھر

سوچتا ہے کہ اب اتنا سوچ لیا ہے تو مزید سوچنے کا فائدہ نہیں ہے اور نہ ہی بات کرنے کا فائدہ ہے۔ جب کوئی کام نکلے گا تو بات کی جائے گی مگر رنجیدہ آدمی کو دیکھ کر کوئی نہ کوئی تو پوچھ ہی بیٹھتا ہے کہ بھائی تم رنجیدہ کیوں ہوں۔“ — عمران نے اپنا فلسفہ بیان کیا۔

”عمران صاحب بات ڈاکٹر غالب پر ہو رہی تھی اور میں انہی کے بارے میں اب رنجیدہ بھی ہو گیا ہوں۔“ — طاہر نے کہا۔

”ارے تم کیوں رنجیدہ ہو گئے پیارے کالے صفر اور ڈاکٹر غالب کو کیا ہوا ہے۔“ — عمران کے لہجے میں حیرانی تھی۔

”آپ ایسے پوچھ رہے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔“ — طاہر نے شکوہ کیا۔

”وہی تو پوچھ رہا ہوں کہ کیا ہوا ہے ڈاکٹر غالب کو۔“ — عمران نے پھر سے سوال دہرایا۔

”عمران صاحب۔ پلیز میں بہت پریشان ہوں۔ آپ جیسا کہ ذہن میرا تو ہے نہیں کہ اپنے آپ کو ایسی صورتحال میں بھی پرسکوا رکھ سکوں۔ ڈاکٹر غالب کو بازیاب کرانے کے لیے اب کوئی حل سو: ہی ہوگا۔“ — طاہر نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”اوہ تو کیا ڈاکٹر غالب کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ مجھے پہلے بتاتے اب تک ان کو بازیاب کروا لیتا۔ تم اب اپنی طرح ہر بات کو بھی پر نشین بنانے لگے ہو۔“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں ایسے جیسے اسے ڈاکٹر غالب کے اغوا کی رپورٹ ابھی ابھی ملی ہو۔ اس:

ساتھ ہی عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹیلی فون اپنی طرف کیا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”ہیلو۔ پرنس راشد بول رہا ہوں۔“ — رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے سخت آواز سنائی دی۔

”بس نام کے ہی پرنس ہو۔ ایک کام بولا تھا وہ تو اب تک تم سے ہوا نہیں ہے اور پرنس بنے پھر رہے ہو۔ کیا تم وہی شہزادے تو نہیں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ چھوڑو تم بھی شہزادے ہی ہو۔ اب تم اس شہزادے کے بارے میں تو جانتے ہی ہو گے کہ پاکیشیا میں جو کام کاج کا نہیں ہوتا اسے شہزادہ بولا جاتا ہے۔“ — عمران کی زبان تیزی سے چلنے لگی۔

”ارے عمران صاحب۔۔۔ قبلہ ذرا زبان کی رفتار کو بریک لگائیں ایسا نہ ہو سننے والوں کی سماعت میں دھماکے گونجنے لگیں پھر آپ شکوہ کریں گے کہ آپ بولتے رہتے ہیں اور کوئی جواب نہیں دیتا۔ جواب تو تب ملے گا جب سماعت باقی رہے گی لیکن اگر آپ کے الفاظ اسی طرح تیز رفتاری سے سماعت پر بم گراتے رہے تو بتائیے جواب کیسے ملے گا۔ ویسے حضرت آپ نے جو کام ہمارے سپرد کیا تھا اس کو بخوبی سرانجام دینے کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔“ — پرنس راشد نے جلدی جلدی جواب دیا جیسے اسے ڈر ہو کہ اگر ایک لمحے کے لیے بھی رکا تو عمران کی زبان کو روکنا مشکل ہو جائے گا۔

”گڈ۔۔۔ میں ابھی آرہا ہوں۔“ — عمران نے اس بار سنجیدہ

”عمران صاحب آپ نے اس بار ممبران سے کوئی کام نہیں لیا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔“ طاہر نے پوچھا۔

”اس بار مجرم حد سے زیادہ ذہین لگتے ہیں۔ سیکرٹ سروس کے افراد اپنے مخصوص قد وقامت کی بنیاد پر جلد ہی پہچانے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ ٹرینڈ ایجنٹ اپنے چاروں طرف سے ہر وقت ہوشیار رہتے ہیں اور ان کی نظریں گردش میں رہتی ہیں ایسے میں ان کو با آسانی ٹریس کیا جاسکتا ہے اور ڈاکٹر غالب کا معاملہ واقعی ایسا ہی ہے کہ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا جس سے پاکیشیا کو کوئی نقصان پہنچے۔ اس لیے میں اس بار ایسے لوگوں کو سامنے لا رہا ہوں جن پر شک نہ کیا جاسکے اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ مجرموں کو پوری طرح آزاد چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ مخصوص ذرائع سے ان کی پورے دارالحکومت میں تلاش جاری ہے مگر یہ اور بات ہے کہ اب تک کوئی سراغ نہیں ملا۔“ عمران نے اس بار تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔ تو یہ بات ہے۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ آپ اس بار اتنے بے فکر ہو کر کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔ مگر یہ مخصوص ذرائع کون سے ہیں۔“ طاہر نے پوچھا۔

”اس کے لیے تم ریکارڈ روم سے گرین فائل نکال کر مطالعہ کر سکتے ہو۔ جب پچھلے دنوں تم اپنے کسی کام سے ملک سے باہر تھے اس وقت میں نے اس مخصوص ذرائع کی فائل بتائی تھی مگر تمہارے ساتھ پھر ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ پھر مجھے ملک سے جانا پڑ گیا تھا اور جب

لجے میں کہا اور فون رکھ دیا۔

”کیا بنا عمران صاحب۔ ایسا لگ رہا ہے کہ مجرموں کا پتہ چل گیا ہے۔“ طاہر نے پرامید لہجے میں کہا۔

”امید پر دنیا قائم ہے۔ انسان کا کام ہے مسلسل کوشش کرتے رہنا۔ جب تک نتیجہ نہ نکل آئے اور اب یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ نتیجہ مثبت ثابت ہو۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مگر یہ پرنس راشد کون ہے۔ پہلی دفعہ اس کا نام سنا ہے۔“ طاہر نے پوچھا۔

”پرنس راشد بھی اپنے نام کی طرح خوب ہے۔ ایک دفعہ ٹائیگر کے رابطے سے ملاقات ہوئی تھی۔ آدمی کام کا ہے اس لیے کبھی کبھار اس سے کام لے لیتا ہوں۔ اس کے ذمے کام لگایا تھا کہ پورے دارالحکومت میں چیک کرے کہ کون کون سے ایسے غیر ملکی ہیں جو طویل عرصے سے پاکیشیا میں مقیم ہوں اور ان کے رابطے بھی ان کے اپنے ملکوں کے علاوہ پاکیشیا کے اعلیٰ حکام سے بھی ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”مگر اس طرح بہت طویل فہرست سامنے آئے گی۔ اب نہ جانے کتنے غیر ملکی ہوں گے۔“ طاہر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

”اب جتنے بھی ہوں۔ حرکت میں برکت کے مقولے پر عمل کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے اللہ کوئی راستہ کھول دے۔“ عمران نے جواب دیا۔

واپس آیا تو یہ کیس شروع ہو چکا تھا۔“ — عمران نے جواب دیا۔
 ”ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں اس گرین فائل کو آج ہی دیکھ لوں گا۔“ — طاہر نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے تم چیک کرو۔ اتنی دیر میں پرنس راشد سے مل لوں جا کر۔“ — عمران نے جواب دیا اور پھر مصافحہ کر کے دروازے کا رخ کیا۔

جلد ہی اس کی کار ایک ریسٹوران کے سامنے موجود تھی۔ عمران نے کار پارک کی اور پھر قدم بڑھاتا ہوا ریسٹوران کے اندر داخل ہو گیا۔ عمران کافی دفعہ یہاں آچکا تھا اس لیے یہاں کا عملہ اس کو اچھی طرح جانتا تھا۔ عمران سیدھا منیجر کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ منیجر کے کمرے پر پرنس راشد کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ عمران نے دروازے پر دستک دی اور پھر دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ — پرنس کی خدمت میں کنگ سلام پیش کرتے ہیں۔“ — عمران نے اندر داخل ہوتے ہی انتہائی خشوع و خضوع سے سلام کرتے ہوئے کہا۔

”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ — مگر قبلہ عمران صاحب آپ کنگ کیسے بن گئے۔ ابھی کچھ دیر پہلے تو آپ سے فون پر بات ہوئی تھی اس وقت تو اچھے بھلے تھے مگر یہ بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا۔“ پرنس راشد نے باقاعدہ مصافحہ کرتے ہوئے شکستہ لہجے میں کہا۔

”میں نے سوچا کہ پرنس نامی بیماری کا علاج تو ممکن نہیں ہوتا اس

لیے کنگ ہی بن جائیں تو بہتر ہے۔“ — عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے جواب پر پرنس راشد بے اختیار ہنس پڑا۔

”کیا نوش فرمانا پسند کریں گے عمران صاحب۔ آپ کے لیے اپیل جوس منگوا لوں۔“ — پرنس راشد نے پوچھا۔

”تم ایسا کرو بس رپورٹ نوش کروا دو تا کہ میں مجرموں کے خلاف کام شروع کر سکوں کیونکہ پاکیشیا کی سلامتی کو اس وقت شدید خطرہ لاحق ہے۔“ — عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”پاکیشیا کے لیے تو جائق بھی حاضر ہے عمران صاحب۔ یہ لیس رپورٹ۔ اہم افراد کے ناموں کے گرد نشان لگا دیا ہے۔“ — پرنس راشد نے ایک فائل نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
 ”بہت شکریہ۔“ — عمران نے فائل کھول کر ایک نظر دیکھی اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

”ارے آپ اتنی جلدی جارہے ہیں۔“ — پرنس راشد نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”پھر کسی وقت ملاقات ہوگی۔“ — عمران نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور پھر مصافحہ کرنے کے بعد دروازے کا رخ کیا۔ کچھ دیر کے بعد عمران اپنی گاڑی میں بیٹھا رانا ہاؤس کی طرف جا رہا تھا۔ عمران اس فائل کا تفصیل سے معائنہ کرنا چاہتا تھا۔

عمران جلد ہی رانا ہاؤس پہنچ گیا تھا پھر جوزف اور جوانا سے مل کر وہ اس وقت اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا فائل پڑھ رہا تھا۔ اس کے

سامنے ایک سادہ کاغذ موجود تھا جس پر وہ فائل میں سے دیکھ دیکھ کر کچھ لکھتا جا رہا تھا۔ پھر عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کی اور غور سے صفحے کو دیکھنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ان میں سے کوئی کام کا نہیں ہے۔“ — عمران نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا اور پھر میز پر موجود ٹیلی فون کو اپنے سامنے سرکایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”انسپکٹر رستم بول رہا ہوں۔“ — رابطہ قائم ہونے کے کچھ دیر بعد آواز سنائی دی۔

”رستم زمان کیا کوئی پیش رفت ہوئی ہے۔“ — عمران نے اپنا تعارف کرانے کے بعد پوچھا۔

”نہیں عمران صاحب۔ وہ کیس تو اب بند ہی ہو گیا ہے۔ ویسے میں نے اپنے طور پر کافی کوشش کی تھی مگر کوئی بات نہیں بنی۔“ انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”تم نے کہا تھا کہ جن علاقوں سے رات کے وقت چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں وہاں پر بجلی کے محکے کی گاڑیاں دیکھیں گئیں تھیں جو بجلی کی تاروں کو ٹھیک کرنے آئیں تھیں۔“ — عمران نے یاد دہانی کراتے ہوئے پوچھا۔

”جی عمران صاحب۔ مگر بجلی کے محکے کے لوگ انجان تھے اور ان کے ریکارڈ میں بھی ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ گاڑیاں ان دنوں میں استعمال ہوئی ہوں۔ میں نے خود ریکارڈ چیک کیا تھا۔“ — انسپکٹر

رستم نے جواب دیا۔

”صرف ریکارڈ دیکھ کر ہی کیس حل نہیں ہوتے یاد رکھنا۔ کیس حل کرنے کے لیے ریکارڈ لکھنے والوں کو بھی دیکھنا پڑتا ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ شکر یہ عمران صاحب میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔“ — انسپکٹر رستم نے پر جوش انداز میں کہا۔

”گڈ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ تم واقعی رستم زمان ہو مگر تم کیا سمجھ ہو۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب میں اب یہاں سے سیدھا بجلی کے محکے میں جاؤں گا اور کسی ایسے فلرک کو گھیرنے کی کوشش کروں گا جس سے معلومات مل سکیں۔“ — انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”شاباش۔۔۔ اچھے جا رہے ہو انسپکٹر۔۔۔ تمہیں لازمی کسی بڑے آدمی کا نام سننے میں ملے گا اور مجھے وہ نام چاہیے۔ تو میں کب تمہیں فون کروں دوبارہ۔“ — عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ اسے انسپکٹر رستم کی ذہانت پر خوشی ہوئی تھی کہ صرف اشارہ کرنے پر وہ بات سمجھ گیا تھا۔

”عمران صاحب آپ مجھے دو گھنٹے کے بعد فون کر لیں۔“ انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔“ — عمران نے جواب دیا در فون رکھ دیا۔ عمران نے اس بار دانستہ انسپکٹر رستم کو آگے کیا تھا

کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا انسپکٹر رستم ایک ذہین آفسر ہے اور اس کی درست انداز میں راہنمائی کرنے سے وہ ایک بہترین آفسر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے عمران نے سوچ لیا تھا کہ انسپکٹر رستم کی وقتاً فوقتاً ٹریننگ کرتا رہے گا تاکہ انٹیلی جنس انسپکٹر رستم کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔ پھر دو گھنٹے گزرنے کے بعد عمران نے دوبارہ فون کیا۔

”انسپکٹر رستم بول رہا ہوں۔“ — انسپکٹر رستم کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ کیا بنا انسپکٹر۔“ — عمران نے پوچھا۔

”عمران صاحب۔ آپ کا کہنا ٹھیک ثابت ہوا ہے اور ایک نامیہ سیٹھ نظام کا ملا ہے جو گرینڈ ہوٹل کا مالک ہے۔“ — انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے اتنا ہی بہت ہے مگر ابھی سرکاری سطح پر اس کا ردوائی کا ذکر مت کرنا کیونکہ میں جن مجرموں کے پیچھے ہوں وہ غائب ہو سکتے ہیں۔“ — عمران نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔۔ جیسا آپ کہیں مگر کیا کچھ تفصیل مجھے بھی مل سکتی ہے تاکہ میری ذہنی خلش دور ہو سکے۔“ — انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”بس اتنا سمجھ لو کہ جیسے ہی صورتحال کچھ مزید کلکیر ہوتی ہے میرے ساتھ اس کیس میں شامل ہو جاؤ گے اور ساتھ ہی تمہارا کارکردگی کا تمہیں انعام بھی دیا جائے گا۔“ — عمران نے کہا۔

”عمران صاحب آپ کے یہ الفاظ میرے لیے کسی تحفے سے کم نہیں ہیں کیونکہ میں آپ کے بارے میں جانتا ہوں اس لیے مجھے خوشی ہے کہ آپ کو میری کارکردگی پسند آئی ہے۔“ — انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”ایک پوائنٹ نوٹ کر لو ہمیشہ کامیاب رہو گے وہ یہ کہ جو کام بھی کرو اس پر اپنی پوری کوشش لگا دو اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو اگر تم حق پر ہوئے تو جیت تمہاری ہی ہوگی۔ اب کیونکہ مجھے جلدی ہے اس لیے پھر بات ہوگی۔“ — عمران نے سلام کر کے رسیور رکھ دیا مگر اگلے ہی لمحے پھر سے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”ٹائیگر سٹیٹنگ۔“ — رابطہ ہوتے ہی ٹائیگر کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ رانا ہاؤس آجاؤ۔ تمہارے ذمے ایک کام لگانا ہے مگر جلدی آتا۔“ — عمران نے کہا اور فون رکھ دیا۔

”جوزف اندر آ جاؤ۔“ — عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ اگلے ہی لمحے جوزف کمرے میں موجود تھا۔ جوزف کی عادت تھی جب بھی عمران کمرے میں موجود ہوتا تھا تو وہ اس کے کمرے کے باہر کھڑا رہتا تھا۔

”یس یاس۔“ — جوزف نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”سلیمان کے ہاتھ کی چائے پی کر تو میرے خون کا رنگ ہی اس کی پتلی اور بد مزہ چائے کی طرح ہو گیا ہے۔ میں نے سنا تم نے

چائے بنانے کا کوئی نیا فارمولا ایجاد کیا ہے کہ چائے پیتے ہی خون رنگ دوبارہ لال ہو جاتا ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”باس میں ابھی آپ کے لیے چائے لے کر آتا ہوں۔“ جوزف نے تیزی سے کہا اور واپس مڑ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران کو اس وقت چائے کی طلب ہو رہی ہے۔

”ٹائیگر بھی آرہا ہے اس کے لیے بھی ساتھ ہی بنا لیتا اور جوتا کہہ دو۔ جب ٹائیگر آئے تو اسے اوپر ہی لے آئے۔“ — عمران نے جلدی سے کہا۔

”لیس باس۔“ جوزف نے مڑے بغیر جواب دیا کمرے سے باہر نکل گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد کمرے کے دروازے دستک ہوئی۔

”ہاں آ جاؤ جوتا۔ دروازہ کھلا ہوا ہے۔“ — عمران نے بیروں کی مخصوص چاپ سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ٹائیگر اور آئے ہیں اور دستک کا انداز جوتا کا تھا۔

”لیس باس آپ نے یاد کیا تھا۔“ — ٹائیگر نے آگے بڑھ کر عمران سے باقاعدہ مصافحہ کرتے ہوئے سلام کیا۔

”ہاں بھٹو۔ ابھی جوزف چائے لے آئے گا اس کے بعد تھ سے بات ہوتی ہے۔“ — عمران نے سلام کا جواب دینے بعد کہا۔ اتنی دیر میں جوزف بھی چائے کی ٹرائی لے کر آ گیا۔ اگر

ممران، ٹائیگر اور جوتا کو ٹرائی سے چائے نکال کر پیش کی۔ چائے پینے کے بعد جوزف ٹرائی لے کر واپس چلا گیا۔

”اب سنو۔ اس فہرست میں پانچ نام ایسے ہیں جو یوگانی ہیں اور تی افراد دوسرے ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان کے رابطے بہر حال لی سطح پر ہیں۔ یہ ایک نام ہے سینٹھ نظام کا جو گرینڈ ہوٹل کا مالک ہے۔ تم نے اپنے مخصوص حربوں سے اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ جان لو کہ سینٹھ نظام کے رابطے ان میں سے کس کے ساتھ زیادہ مگرے ہا۔ اس کے لیے تم دو دن کا وقت لے سکتے ہو۔ بہر حال ان میں نیچ یوگانی بھی شامل ہیں ان کو خصوصی طور پر چیک کرنا یہ وہی سلسلہ، جو تم انڈر ورلڈ میں چیک کر رہے تھے۔ کام انتہائی ہوشیاری سے اچھیے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ مجرموں کو ذرا بھی بھٹک پڑے بلکہ یہ مجرم انتہائی ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے دشمن نہیں ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے پاکیشیا میں قتل عام سے گریز ہے۔ اس وجہ سے میں بھی مجرموں کے ساتھ رعایت کرنا چاہتا ہوں مگر ساتھ ہی سبق بھی سکھانا چاہتا ہوں کہ آئندہ وہ پاکیشیا میں کسی دہائی سے بھی گریز کریں۔“ — عمران نے کہا اور فہرست کے حوالے کر دی۔

”باس۔ میں دو دن بعد رپورٹ پیش کر دوں گا۔“ — ٹائیگر جواب دیا۔

”ٹھیک ہے تو جاؤ اور اپنا کام شروع کر دو۔“ — عمران نے

کہا۔
”اوکے پاس۔“ ٹائیگر نے کہا اور سلام کر کے واپس

گیا۔
”ماسٹر کیا کوئی کیس شروع ہو چکا ہے۔“ جونا نے ٹائگر کے جانے کے بعد پوچھا۔

”ہاں۔ مجرم اپنا ہاتھ دکھا گئے ہیں۔“ عمران نے کہا
پھر جونا کے کہنے پر مختصراً تفصیل بھی بتادی۔

”ماسٹر یہ تو بڑا ذہین مجرم لگا ہے۔ میرے خیال میں تو اذہانت کم ہی کسی مجرم تنظیم کے پاس ہوتی ہے اور ایسی رحم دلی کا مجرم تنظیموں سے توقع کرنا ہی بے کار ہے جیسی رحم دلی یہ سپر مایہ پاکیشیائیوں کے لیے دکھا رہا ہے اس لیے میرے خیال میں تو یہ کسی ملک کی ایجنسی سے وابستہ ہوگا۔“ جونا نے کہا۔
”میرا اپنا بھی یہی خیال ہے۔ دیکھتے ہیں اونٹ کس کروٹ جا رہا ہے۔“ عمران نے جواب دیا جبکہ جونا نے اثبات میں سر دیا۔

ایک بڑے کمرے میں بڑی سی میز کے پیچھے ایک دبلا پتلا آدمی ایٹھا ہوا فائل پڑھنے میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے کی ساخت اس کو بنیادی طور پر انتہائی عیار ثابت کر رہی تھی۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز نے اسے بری طرح چونکا دیا۔ اس آدمی نے برا سامنہ کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور پھر منہ بتاتے ہوئے رسیور اٹھا کر کان پر لگالیا۔

”میں نے کہا تھا کہ میں بہت اہم کام میں مصروف ہوں مجھے شرب نہ کیا جائے۔“ اس آدمی نے غصیلے لہجے میں فون اٹھاتے ہی کہا۔

”سوری سر مگر ریڈ ہونل کے مالک سیٹھ نظام کی کال ہے انہوں نے کہا تھا کہ بہت ہی ضروری بات کرنی ہے اس وجہ سے آپ کو کال اٹھانا پڑی۔“ دوسری طرف سے نسوانی آواز نے معذرت

کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ سینٹھ نظام کو کیا ضروری کام پڑ گیا ہے۔ ٹھیک ہے شیلا تم کال ٹرانسفر کر دو۔“ اس آدمی نے لمبا سانس بھرتے ہوئے کم اور فائل بند کر دی۔

”ہیلو۔۔۔ سینٹھ نظام بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد دوسرے طرف سے آواز سنائی دی۔

”جی سینٹھ صاحب کیسے یاد کیا ہے۔ میری سیکرٹری بتا رہی تھی کہ تمہیں کوئی ضروری کام ہے۔“ اس آدمی نے پوچھا۔

”یس مسٹر جان۔۔۔ ایک بڑا سودا تھا اس لیے براہ راست آ۔۔۔ سے بات کرنا چاہتا تھا۔“ سینٹھ نظام نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ گڈ۔۔۔ مگر کتنی مالیت کا سودا ہو گا۔“ جان نے جواب دیا۔ جان وڈ لینڈ کا چیئرمین تھا اور اس کا تعلق یوگان سے تھا۔ وہ بہ

طویل عرصے سے پاکستان میں مقیم تھا اس لیے مقامی زبان بالکل مفاد افراد کی طرح بولتا تھا۔

”دو کروڑ ڈالر زکا تو ہو گا مگر پارٹی خود آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔“ سینٹھ نظام نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ ٹھیک ہے تم پارٹی کو میرے پاس بھیج دو میں بات کر لوں گا اور تمہارا حصہ بھی ڈیل ہونے کے بعد تمہیں مل جائے گا۔“ جان نے جواب دیا۔

”میں آج تین گھنٹے کے بعد کا وقت دے رہا ہوں پارٹی کو

اس کے علاوہ ایک اور بات بھی کرنا چاہتا تھا۔“ سینٹھ نظام نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

”سینٹھ نظام تم ہمارے کاروبار میں بنیادی کردار رکھتے ہو اس وجہ سے کھل کر بول سکتے ہو جو بولنا چاہو۔“ جان نے سخت لہجے میں کہا۔

”مسٹر جان میں نے اپنے جن ذرائع کو بجلی کے محکمے میں استعمال کیا تھا ان سے اطلاع ملی ہے کہ انٹیلی جنس پوچھ پڑتا ل کر رہی ہے۔“ سینٹھ نظام نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”اوہ یہ اہم خبر ہے۔ کیا تمہارا نام تو کسی سطح پر نہیں آ رہا ہے۔“ جان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”چونکہ سارا معاملہ میں نے ہی طے کیا تھا اس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ میرا نام بھی انٹیلی جنس کے پاس پہنچ گیا ہو۔“ سینٹھ نظام نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ یہ بات بتانے سے خوفزدہ ہو۔

”ٹھیک ہے تم ایسا کرو کچھ دن کے لیے بیرون ملک چلے جاؤ۔ جب یہ معاملہ ختم ہو گا تو تمہیں واپس بلا لیا جائے گا۔“ جان نے سوچتے ہوئے کہا۔

”میں آج ہی اکیڈمیا چلا جاؤں گا۔ بہت شکریہ جناب۔“ سینٹھ نظام نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔۔۔ مگر جانے سے پہلے پارٹی کو ریفرنس دے جانا میں ان کا انتظار کروں گا۔“ جان نے کہا اور فون رکھ دیا۔

”دو کروڑ ڈالرز۔۔۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ لمبا سودا ہوگا مگر سیٹھ نظام کا نام سامنے آجانا خطرناک ہو سکتا ہے۔“ جان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اس کے ساتھ ہی اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”فلینک میں جان بول رہا ہوں۔ سیٹھ نظام کو فوری طور پر فٹس کرنا ہے مگر میرا نام یا تمہارا نام کسی بھی طرح سامنے نہیں آنا چاہیے۔“ رابطہ قائم ہونے پر جان نے سخت لہجے میں کہا اور فون رکھ دیا۔

جان خفیہ طور پر بین الاقوامی تنظیم شائن سٹار کا مین ایجنٹ تھا جو منشیات کا سب سے بڑا گروپ تھا اور ساتھ ہی یوگان کی ایجنسی کا ایجنٹ بھی تھا جو پاکیشیا میں یوگان کے مفادات کی حفاظت کرتا تھا۔ کراٹوس نے جان کے ذریعے ہی بجلی کے ٹھکے تک رسائی حاصل کی تھی مگر جان کے اس طرح ڈبل ایجنٹ ہونے کی یوگانی ایجنسی کو قطعاً خبر نہ تھی۔ پاکیشیا میں جان پس پردہ رہ کر شائن سٹار کی سربراہی بھی کر رہا تھا اور سیٹھ نظام اس کا مین ایجنٹ تھا۔ سیٹھ نظام نے اب تک بڑی کامیابی سے تمام کام سنبھالا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ سارا کام انتہائی اعلیٰ سطح پر کیا جاتا تھا۔ ان سب کے باوجود جان نے اس بات کا بھی ہر طرح سے خیال رکھا ہوا تھا کہ کسی بھی طرح اس کا نام سامنے نہ آئے کیونکہ نام سامنے آنے پر یوگانی ایجنسی نے ہی اس کے خلاف ہو جانا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جان کو اطلاع دی گئی کہ سیٹھ نظام کا تعاقب کیا جا رہا ہے اور جیسے ہی موقع ملے گا اس کا خاتمہ

کر دیا جائے گا۔ سیٹھ نظام نے اس اطلاع کے بعد سکون کا سانس لیا کیونکہ سیٹھ نظام اس کے لیے کبھی بھی خطرہ بن سکتا تھا کیونکہ سیٹھ نظام کے سامنے آنے کا مطلب تھا کہ جان خود بھی پردے کے پیچھے نہیں رہ سکتا کیونکہ سیٹھ نظام اس کا دایاں ہاتھ تھا جو جان کے بارے میں ہر خبر رکھتا تھا۔ تین گھنٹے کے بعد اس کو دو افراد کے آنے کی اطلاع دی گئی جو کہ سیٹھ نظام کے ریفرفس کو استعمال کر رہے تھے۔ جان نے انہیں ملنے کا وقت دے دیا تھا اور ایک گھنٹے تک ان سے کامیاب مذاکرات کر کے ڈیل فائل کر چکا تھا اور اب وہ اس ڈیل کے ہونے کے بعد بے حد خوش تھا کافی بڑی ڈیل ہوئی تھی اس کو امید تھی اس ڈیل کے بعد وہ منشیات کی جس تنظیم شائن سٹار کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس میں نہ صرف اس کی کارکردگی کو اعلیٰ سطح پر سراہا جائے گا بلکہ ہو سکتا ہے اس کو ایشیا کا چیف بھی نامزد کر دیا جائے کیونکہ یہ ڈیل ابتدائی شکل میں صرف کروڑوں ڈالرز کی تھی آگے چل کر یہ ڈیل اربوں ڈالرز تک پہنچ جانی تھی۔ اس ڈیل کے بعد شائن سٹار دنیا بھر کے منشیات سنڈیکٹس کو پیچھے چھوڑ سکتی تھی اس لیے جان کو اپنے چیف بننے کی پوری امید ہو چلی تھی۔ فون کی گھنٹی اس کو خوابوں کی دنیا سے بھر سے حقیقت کی دنیا میں واپس لے آئی۔ جان نے چونکتے ہوئے فون کی طرف دیکھا اور ایک جھٹکے سے رسیور اٹھالیا۔

”جان سیکینگ۔“ جان نے اپنے پر جوش لہجے پر قابو پاتے ہوئے عام انداز میں کہا۔

فلیمنگ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”اوہ ویری گڈ۔ اب مجھے یاد آگیا ہے علی عمران کے بارے میں۔ یوگان کے ہیڈ کوارٹر سے مجھے خصوصی طور پر علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بچنے کی ہدایات دی گئیں تھیں۔ تم اور تمہارے ساتھی خصوصی انعام کے حقدار ہو۔“ جان نے تیز لہجے میں کہا۔

”شکریہ باس آپ قدر شناس ہیں۔“ فلیمنگ نے اس بار خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”تم آکر اپنا انعام لے جانا۔“ جان نے کہا اور رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا مگر اگلے ہی لمحے ایک خیال آنے پر چونک کر اس نے دوبارہ رسیور اٹھا کر کان پر لگایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”فاسٹر۔“ رابطہ قائم ہونے پر مختصری آواز سنائی دی۔

”جان بول رہا ہوں۔ فوری طور پر بلیک اینڈ وائٹ کلب کے مالک فلیمنگ کو فیش کرتا ہے۔“ جان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”حکم کی تعمیل ہو جائے گی باس۔ مگر فلیمنگ بہت ہوشیار آدمی ہے اس لیے اس کو حتمی طور پر مارنے کا یہ ہی طریقہ ہے کہ اس کے کلب کو ہی میزائلوں سے اڑا دیا جائے جب وہ کلب میں موجود ہو۔“ فاسٹر نے سفاکانہ انداز میں کہا۔

”باس حکم کی تعمیل کی جا چکی ہے۔ نہ صرف سیٹھ نظام کو قتل کر دیا گیا ہے بلکہ سیکرٹ سروس کے لیے کام کرنے والے علی عمران کے شاگرد ٹائیگر کو بھی ختم کر دیا گیا ہے۔“ دوسری طرف سے فلیمنگ کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”ویری گڈ فلیمنگ۔ مگر یہ ٹائیگر اور علی عمران کون ہیں۔“ جان نے حیرت سے پوچھا۔

”باس علی عمران دنیا کا خطرناک ترین جاسوس ہے اس کے مقابلے پر بے شمار بین الاقوامی مجرم تنظیمیں ختم ہو چکی ہیں اور ٹائیگر علی عمران کا شاگرد ہے جو انڈر ورلڈ میں علی عمران کے مفادات کی حفاظت کرتا ہے۔ سیٹھ نظام کے خاتمے کے بعد ٹائیگر کو بھی ادھر دیکھا گیا تھا اور پھر سائنسی آلات کی مدد سے اس کی بات چیت سننے کے بعد یہ بات کنفرم ہو گئی تھی کہ وہ سیٹھ نظام کے قاتل کو ڈھونڈنے میں دلچسپی لے رہا ہے اور چونکہ وہ انتہائی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے میں نے فوری طور پر فیصلہ کرتے ہوئے اس کی کار میں بم لگا دیا مگر اس کو نجانے کس طرح گاڑی میں بم کی موجودگی کا پتہ چل گیا تو اس نے چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دی۔ میں نے اپنے دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ ٹائیگر کے خاتمے تک اس کی نگرانی جاری رکھیں جب انہوں نے ٹائیگر کو گاڑی سے چھلانگ کر بچتے دیکھا تو وہ فوراً حرکت میں آئے اور ٹائیگر کو موقع دیے بغیر انہوں نے اس کو گولی مار دی۔ اس طرح اس بڑے خطرے سے بھی نجات پائی گئی ہے۔“

”ٹھیک ہے جو مرضی کرو مگر مجھے حکم کی فوری تعمیل چاہیے۔“ جان نے ایک دفعہ پھر سخت لہجے میں جواب دیا اور فون رکھ دیا۔ فاسٹر شائن سٹار میں جان کے نائب کی حیثیت سے جانا جاتا تھا اس نے انتہائی ٹرینڈ افراد پر مشتمل ایک چھوٹا سا گروپ بھی بنا رکھا تھا جو شائن سٹار کے مفادات کی حفاظت بھی کرتا تھا۔

”ہونہ اب مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ سیٹھ نظام اور فلیمنگ کے مارے جانے پر اب میرا نام کہیں نہیں آئے گا اور ایک دفعہ شائن سٹار مجھے ایشیا کی سربراہی دے دے تو یوگان سے تعلق ختم کر لوں گا تاکہ پھر کھل کر کام کیا جاسکے۔“ جان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر ایک طرف ریک کی طرف بڑھ گیا اور ریک میں موجود شراب کی بوتلوں میں سے ایک بوتل اور گلاس اٹھا کر واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر شراب کو گلاس میں ڈال کر پینے میں مشغول ہو گیا۔

ٹائنگر میک اپ میں انتہائی جدید فیشن کے سوٹ میں گرینڈ ہوٹل میں داخل ہوا مگر ہوٹل میں چاروں جانب افرا تفری مچی ہوئی تھی جس کی وجہ سے ٹائنگر چونک پڑا۔

”یہاں اتنی بھلڈر کیوں مچی ہوئی ہے۔“ ٹائنگر نے ایک ویٹر کو روکے ہوئے پوچھا۔

”اس ہوٹل کے مالک سیٹھ نظام کو کچھ دیر پہلے ان کے آفس میں کوئی ماریدی مچی ہے۔“ ویٹر نے خوفزدہ انداز میں جواب دیا۔

”اوہ۔ تو کیا پولیس کو اطلاع دے دی گئی ہے۔“ ٹائنگر نے پوچھا۔

”سیٹھ نظام کے بیٹے نے اعلیٰ حکام سے بات کی ہے جس کی وجہ سے انٹیلی جنس کو بھیجا گیا ہے۔ اس وقت وہ لوگ سیٹھ صاحب کے آفس میں موجود ہیں۔“ ویٹر نے جلدی جلدی جواب دیا جیسے

وہ جواب دے کر اپنی جان بچھڑانا چاہتا ہو۔
”ٹھیک ہے شکریہ۔“ ٹائیگر نے کہا اور کاؤنٹر کی طرف

بڑھتا چلا گیا۔

”سینٹھ نظام کا کمرہ کون سا ہے۔“ ٹائیگر نے کاؤنٹر میں سے سخت لہجے میں کہا۔

”جناب ان کو تو کچھ دیر پہلے قتل کر دیا گیا ہے۔“ کاؤنٹر میں نے جواب دیا۔

”مجھے معلوم ہے۔ میرا تعلق بھی انٹیلی جنس سے ہے۔“ ٹائیگر نے ایک بار پھر سخت لہجے میں کہا۔

”جناب چوتھی منزل پر ان کا آفس ہے۔ لفٹ سے نکلتے ۶ دائیں طرف پہلا کمرہ۔“ کاؤنٹر میں نے اس بار گھبرا ہوئے لہجے میں کہا۔

”شکریہ۔“ ٹائیگر نے مختصراً کہا اور لفٹ کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ کچھ ہی دیر میں وہ مطلوبہ کمرے تک پہنچ چکا تھا مگر اس

جنس کے آدمیوں نے ٹائیگر کو اندر جانے سے روک دیا۔

”جاؤ جا کر اپنے آفسر سے کہو کہ ٹائیگر باہر دروازے پر موجود ہے۔“ ٹائیگر نے انپکٹر رستم کو کمرے میں دیکھ کر دروازہ

میں کھڑے آدمی سے کہا۔ وہ آدمی اثبات میں سر ہلاتا ہوا اندر طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد ٹائیگر کو اندر بلا لیا گیا۔

”کیا بنا رستم۔“ ٹائیگر نے اندر داخل ہوتے ہی ”

آواز میں کہا۔ تو انپکٹر رستم چونک پڑا۔ مگر پھر وہ نارمل ہو گیا وہ سمجھ گیا تھا کہ ٹائیگر میک اپ میں ہے کیونکہ ٹائیگر نے اپنے اصل لہجے میں بات کی تھی۔

”اوہ تم۔“ مگر تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ ذرا دو منٹ رکو میں اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دوں پھر تم سے بات کرتا ہوں۔“ انپکٹر رستم نے کہا اور اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔

”ڈیڈ باڈی کو پوسٹ مارٹم کے لیے لے جاؤ اور اس آفس کو سیل کر دو۔“ انپکٹر رستم نے جواب دیا اور ٹائیگر کو ساتھ چلنے کا اشارہ کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

”کیا چکر ہے۔ کیا قاتل کا کوئی سراغ ملا۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا مگر تم نے بتایا نہیں کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو کیا سینٹھ نظام تمہارا جاننے والا تھا۔“ رستم نے پوچھا۔

”سینٹھ نظام مشکوک ہو چکا تھا سلسلہ وہی ہے جس بارے میں تم عمران صاحب سے رابطے میں ہو اور ہدایات عمران صاحب کی طرف سے ملی تھیں کہ سینٹھ نظام کو چیک کیا جائے مگر اب اس کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے قاتل کو ڈھونڈنا پڑے گا۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”مگر کیسے ڈھونڈو گے کیونکہ کوئی ایسا سراغ نہیں ملا جس سے

قاتل کی نشاندہی ہو سکے۔“ انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔
 ”لاش کو سب سے پہلے کس نے دیکھا تھا اور کتنی دیر پہلے کی بات ہے۔“ ٹائیگر نے رستم کا سوال نظر انداز کر کے پوچھا۔
 ”سیٹھ نظام کا آفس بوائے آفس کا وقت ختم ہونے پر صفائی کرنے آیا تھا اس نے ہی لاش کو دیکھا تھا اور ڈیڈ باڈی کی حالت دیکھ کر لگ رہا تھا کہ تین گھنٹوں سے زیادہ ہو گیا ہے قتل ہوئے۔“ انسپکٹر رستم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں اپنے طور پر معلومات کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ سیٹھ نظام کو کس نے قتل کروایا ہے۔“ ٹائیگر جواب دیا۔

”یہ ہوٹل پورا سیکورٹی کیمروں سے کور کیا گیا ہے مگر سیٹھ نظام کمرے میں سیکورٹی کیمرے موجود نہیں ہیں۔ سیٹھ نظام کے کمرے میں جو آخری شخص گیا تھا اس کی تصویر سیکورٹی کیمرے نے محفوظ کر ہے مگر اس شخص نے اپنے چہرے پر ہیٹ اس قدر جھکایا ہوا تھا سیکورٹی کیمرہ اس کی شکل محفوظ نہیں کر سکا اور اس کا قد و قامت بھی سنا ہی ہے جو میرے خیال میں ڈھونڈنے میں مددگار ثابت نہیں ہو کیونکہ ایسے قد و قامت کے افراد تو یہاں ہر طرف موجود ہیں۔ اس علاوہ ہوٹل سٹاف سے بھی پوچھ گچھ کی ہے ان کے کے مطابق بھی شخص اسی حلیے میں اندر داخل ہوا تھا اس لیے کوئی بھی اس کی شناخت نہیں کر پایا ابھی تک۔“ انسپکٹر رستم نے بتایا۔

”اوہ۔ اس کی تصویر کدھر ہے۔ مجھے دکھاؤ۔ ہو سکتا ہے کوئی راستہ نکل آئے۔“ ٹائیگر نے چونتے ہوئے کہا۔

”ابھی لاتا ہوں صبر کرو۔“ انسپکٹر رستم نے کہا اور واپس سیٹھ نظام کے کمرے میں چلا گیا جہاں اس کے ماتحت موجود تھے۔ انسپکٹر رستم نے ایک ماتحت کے قریب جا کر اس سے ایک لفافہ لیا اور اس میں سے تصویر نکال کر کمرے سے باہر آ گیا۔

”یہ ہے تصویر۔“ انسپکٹر رستم نے تصویر ٹائیگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے میں کوشش کرتا ہوں اس کے بارے میں معلومات مل جائیں۔“ ٹائیگر نے تصویر کو بغور دیکھ کر واپس کرتے ہوئے کہا۔

”کیا کچھ اندازہ لگا سکے ہو تصویر کو دیکھ کر۔“ انسپکٹر رستم نے گہری نظروں سے ٹائیگر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے شک ہے کہ اس حلیے میں بلوس شخص کو بلیک اینڈ وائٹ کلب میں دیکھ چکا ہوں اور یقین دہانی کرنے کے لیے اب ادھر ہی جا رہا ہوں۔“ ٹائیگر نے رخصت لیتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

”اگر معلومات مل گئیں تو مجھے بھی انعام کر دینا پلیز۔“ انسپکٹر رستم نے بھی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔“ ٹائیگر نے مختصر جواب دیا اور پھر لفٹ کا رخ

کیا۔ گاڑی میں پہنچ کر ٹائیگر نے پہلے تو واج ٹرانسمیٹر پر عمران کو رپورٹ دی اس کے بعد مزید ہدایات لیتے ہوئے ٹائیگر نے بلیک اینڈ وائٹ کلب کا رخ کیا۔ جوزیر زمین دنیا میں خاصا معروف کلب سمجھا جاتا تھا مگر کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس کے کانوں میں ہلکی سی ٹک ٹک کی آواز سنائی دی۔ اس ٹک ٹک کی آواز کو سنتے ہی ٹائیگر کے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں تھیں وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ آواز کس وقت آتی ہے۔ اس کے بعد شاید اب وقت بھی نہیں تھا کہ گاڑی روک کر اتر سکے کیونکہ ٹک ٹک کی آواز سنتے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ گاڑی میں ٹائم بم لگا ہوا ہے جو کسی بھی لمحے پھٹ سکتا ہے۔ ٹائیگر کا ذہن ایک لمحے کے لیے ماؤف سا ہو گیا تھا مگر اگلے ہی لمحے اس نے پوری قوت سے بریک لگانے کی کوشش کی مگر بریک فیل ہو چکے تھے۔ اس کی گاڑی میں بم لگانے والوں نے گاڑی کے بریک فیل کرنے میں بھی کنبوہ نہیں دکھائی تھی وہ شاید کسی صورت بھی ٹائیگر کو زندہ نہ چھوڑنا چاہتا تھا۔ ٹائیگر کا ذہن اس وقت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ گاڑی سے چارہ کر موت کو گلے لگانے کی بجائے اس نے موت سے بچنے آزمائی فیصلہ کر لیا اور اگلے ہی لمحے تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ اتنی تیزی سے دوڑتی ہوئی گاڑی۔ چھلانگ لگنا بھی دل گردے کا کام تھا۔ ٹائیگر مخصوص اصولوں مطابق چھلانگ لگا چکا تھا مگر اندازے کی ذرا سی غلطی بھی شاید اس ہمیشہ کے لیے معذور بنا سکتی تھی۔ ٹائیگر موت سے بچنے آزمائی کر چکا

اس نے چھلانگ لگاتے ہوئے اپنے ہوش و حواس قائم رکھے تھے اور گاڑی سے چھلانگ لگاتے ہی کچھ فاصلے تک مخصوص انداز میں قلابازیاں کھاتا رہا تا کہ خود کو کنٹرول کر کے چوٹ سے بچ جائے۔ کچھ دیر تک ایک ہی انداز میں قلابازیاں کھا کر گھومتے رہنے کے بعد اب وہ خود کو سنبھال چکا تھا اس لیے آہستہ آہستہ اس کی سڑک پر رول ہونے کی رفتار کم ہوتی چلی گئی اور پھر مکمل طور پر سنبھل جانے کے بعد وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا مگر عین اسی لمحے ایک زور دار دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی گاڑی کے پرچے اڑ چکے تھے۔ ٹائیگر ابھی اس سمت دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک اور دھماکے کی آواز گونجی اور ٹائیگر بے اختیار چلاتا ہوا آگے کی سمت زمین پر گر گیا۔ اس بار دھماکہ دور مار رائل کا تھا۔ ٹائیگر کو خطرہ تھا کہ اگر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو ایک دفعہ پھر سے انجائی گولی کا شکار بن سکتا ہے اس لیے وہ کافی دیر تک ڈانچ دینے کے لیے ایسے ہی پڑا رہا۔ چلایا بھی وہ اسی مقصد کے لیے تھا کہ اس کی بچ سن کر گولی چلانے والے اطمینان کر لیں کہ نولی اسے لگ گئی ہے۔ کچھ دیر اسی طرح پڑا رہنے کے بعد اچانک انسپکٹر رستم کی آواز سن کر وہ بڑی سے سیدھا کھڑا ہو گیا۔ رستم اپنی جیب سے اتر کر بھاگتا ہوا ٹائیگر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ٹائیگر کے پوچھنے پر اس نے بتایا تھا کہ وہ گرینڈ ہونٹل سے واپس زکی طرف جا رہا تھا کہ اچانک ایک زور دار دھماکے کی آواز نے اس چونکا دیا اور ابھی دھماکے کی بازگشت ختم نہ ہوئی تھی کہ آگے جانے

”میرے خیال میں تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر یہ اچانک حملہ اور پیچھے
تمہاری گاڑی کے پرزے بھی اڑتے ہوئے دیکھے ہیں۔ یہ سب کیا
چکر ہے۔“ انسپکٹر رستم نے کہا اور پھر جیب کی رفتار آہستہ کرتے
ہوئے نائل رفتار پر لے آیا۔

”وہ تو میں اس وقت ہی بتا سکتا ہوں جب وہ حملہ آور پکڑا جاتا مگر
میرے خیال میں تمہیں نمبر پلیٹ دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔“ ٹائیگر
نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”اس گاڑی پر نمبر پلیٹ موجود نہیں تھی مگر گاڑی کے بمپر پر اڑتے
ہوئے گلدھ کی تصویر ضرور لگی ہوئی تھی۔“ انسپکٹر رستم نے جواب
دیا۔

”اُدھ اس کا مطلب ہے کہ میرا شک صحیح تھا کہ سیٹھ نظام کے قتل
میں بلیک اینڈ وائٹ کلب کے مالک کا ہاتھ ہے۔ اس لیے میں اس کی
طرف ہی جا رہا تھا اور گاڑیوں پر یہ تصویر بلیک اینڈ وائٹ کلب کی
پہچان ہے۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ مجھے راستہ بتاتے
چلو۔“ انسپکٹر رستم نے تیزی سے کہا تو ٹائیگر اثبات میں سر ہلا کر
اس کو راستہ بتانے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ دونوں بلیک اینڈ وائٹ کلب
کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ٹائیگر کے کہنے پر انسپکٹر رستم نے جیب کلب
سے دور ایک درخت کے نیچے پارک کی اور پیدل کلب کی جانب
بڑھنے لگے۔ انسپکٹر رستم اس وقت سادہ کپڑوں میں لمبوس تھا جبکہ ٹائیگر

والی گاڑی کو اس نے زور دار بریک لگا کر رکھتے ہوئے دیکھا اس کے
ساتھ ہی اگلی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے ایک آدمی باہر نکل آیا اس
کے ہاتھ میں دو رائفیل موجود تھیں۔ اس سے پہلے انسپکٹر رستم کچھ کرتا
اس آدمی نے انتہائی پھرتی سے رائفیل سے فائر کیا اور پھرتی ہی پھرتی
سے واپس گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی کی سپیڈ بڑھاتا چلا گیا تو وہ بھی
سوچے سمجھے بغیر اپنی جیب کو گمیر میں ڈال کر ایکسیلیٹر دبا تا چلا گیا مگر
دور سے اس نے ایک شخص کو اوندھے منہ زمین پر گرے ہوئے دیکھا۔
وہ سمجھ گیا تھا کہ رائفیل سے اسی شخص کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس شخص کی
مدد کرنے کے لیے وہ اگلی گاڑی کا تعاقب چھوڑ کر اپنی جیب سے اتر کر
اس کی طرف دوڑ پڑا تاکہ اس کو فوری طبی امداد فراہم کی جائے مگر
قریب پہنچنے پر وہ ٹائیگر کو پہچان چکا تھا اس لیے آواز دے دی۔

”ٹائیگر جلدی آؤ۔ میرے خیال میں اب بھی اگلی گاڑی کا تعاقب
کیا جا سکتا ہے۔“ انسپکٹر رستم نے تیز لہجے میں کہا۔ اگلے ہی
لمحے ٹائیگر جیب میں موجود تھا اور انسپکٹر رستم تیز رفتاری کے سب ریکارڈ
توڑتا جا رہا تھا مگر اگلی گاڑی کا کہیں بھی نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

”رک جاؤ رستم۔ میرے خیال میں مجرم نکل چکا ہے کیا تم نے اس
گاڑی کا نمبر دیکھا ہے۔“ ٹائیگر نے یکھتے بولتے ہوئے کہ
ابھی تک وہ جان بوجھ کر نہیں بولا تھا کیونکہ اتنی تیز رفتاری میں اس
رستم کی توجہ دوسری جانب مبذول ہونے کی وجہ سے کسی بھی
ایکسیڈنٹ کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔

رستم نے اٹھ کر کپڑے جھاڑتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”گلتا تو ایسے ہی ہے بہر حال اب تم مجھے میرے ہوٹل ڈراپ کر دو۔ میں اپنا حلیہ تبدیل کر کے انڈر ورلڈ کا چکر لگاؤں گا تاکہ معاملات کی تہہ تک پہنچا جاسکے۔“ ٹائیگر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا تو انسپکٹر رستم نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اپنی جیب کی طرف مڑ گیا۔ ٹائیگر نے ہوٹل کے کمرے میں پہنچنے کے بعد اپنا حلیہ تبدیل کیا۔ اس وقت وہ جہز کی پتلون اور چمڑے کی بلیک جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ ٹائیگر کی گاڑی چونکہ تباہ ہو چکی تھی اس لئے اس نے اپنا ہیوی موٹر سائیکل استعمال کرنے کا ارادہ کیا۔ اب ٹائیگر کا رخ ہوٹل بلیومون کی طرف تھا جو انڈر ورلڈ کا انتہائی مشہور ہوٹل تھا۔ اس کا مالک شرفو زیر زمین دنیا کا انسائیکلو پیڈیا سمجھا جاتا تھا اس کے بارے میں مشہور تھا کہ پاکیشیا کے دار الحکومت میں کوئی بھی جرم ہونے سے پہلے اسے اطلاع مل جاتی تھی۔ ٹائیگر کے شرفو سے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس وجہ سے ٹائیگر نے سب سے پہلے اسے ٹولنے کا سوچا تھا تاکہ سیٹھ نظام کے قاتلوں اور بلیک اینڈ وائٹ کلب کو اڑانے والوں کے بارے میں معلومات مل سکے۔ ٹائیگر نے اپنی موٹر سائیکل پارکنگ میں کھڑی کی اور خود داخلی دروازے سے ہو کر سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگا۔
 ”آؤ آؤ ٹائیگر بڑے عرصے بعد چکر لگایا ہے۔“ کاؤنٹر مین نے ٹائیگر کو آتے دیکھ کر خوشی سے کہا۔
 ”بس مصروفیت رہی ہے۔ بہر حال یہ بتاؤ کیا شرفو موجود ہے۔“

نے نہ صرف اپنا کوٹ اتار کر جیب میں ہی چھوڑ دیا تھا بلکہ اپنا ماسک میک اپ صاف کر کے اصل شکل میں آگیا تھا۔
 ”مین دروازے کی طرف سے نہیں جانا اندر۔ میں داخلے کا خفیہ راستہ جانتا ہوں۔“ ٹائیگر نے انسپکٹر رستم کو مین دروازے کی طرف جاتے دیکھ کر کہا۔
 ”اوہ۔ مگر۔“ انسپکٹر رستم نے کہنا چاہا مگر ٹائیگر نے اس کی بات تیزی سے کاٹ دی۔
 ”اس کلب کا مالک فلمینک مجھے اچھی طرح جانتا ہے، میک اپ کے باوجود مجھ پر حملے کا مطلب یہ ہی ہے کہ میری نگرانی ہو رہی تھی۔ اس لیے اگر مین دروازے سے اندر داخل ہوئے تو ممکن ہے وہ سامنے آنے کی بجائے پھر سے چھپ کر وار کر جائیں۔“ ٹائیگر نے ایک طرف موجود پتلی سی گلی کا رخ کرتے ہوئے کہا۔ عین اسی وقت ٹائیگر کے کانوں میں میزائل گن چلنے کی مخصوص آواز گونجی۔ اگلے لمحے ٹائیگر نے انسپکٹر رستم کا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف چھلانگ لگا دی اسی وقت فضاء ایک زوردار دھماکے کی آواز سے گونج اٹھی اور جس جگہ بلیک اینڈ وائٹ کلب کی عمارت تھی وہاں پر اب آگ کے شعلے باہر آ رہے تھے اور ہر طرف انفراتفری مچ گئی تھی۔ دھماکا اتنا شدید تھا کہ ٹائیگر اور انسپکٹر رستم اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے اور ایک جا لڑھکتے چلے گئے۔
 ”اس کا مطلب ہے کہ مجرم ہر سراغ بند کر رہے ہیں۔“

ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ہاں باس اپنے کمرے میں موجود ہیں۔“ کاؤنٹر میں نے

جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں اس سے مل لوں جا کر۔“ ٹائیگر نے جواب دیا اور سیدھے ہاتھ پر موجود راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ پہلے ہی کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر ٹائیگر نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اسے کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ کاؤنٹر میں نے اس کی آمد کی اطلاع شرفو کو دے دی ہوگی اس وجہ سے دروازہ کھلا ملا تھا۔ ”بڑے بے مروت ہو ٹائیگر۔ مانا کہ تم بڑے آدمی ہو مگر کبھی کبھار چکر لگانے میں کیا حرج ہے۔ اب بھی تمہاری آمد بلا مقصد نہیں ہو سکتی۔ تم ضرور اپنے ہی کسی مطلب سے آئے ہو گے۔“ کرسی پر بیٹھے پھیلی ہوئی جسامت کے شخص نے اٹھ کر ٹائیگر کا باقاعدہ استقبال کرتے ہوئے شکوہ کیا۔

”تم تو جانتے ہی ہو شرفو کہ انڈر ورلڈ میں اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے مسلسل حرکت میں رہنا پڑتا ہے اس وجہ سے وقت نہیں ملتا اور تمہاری ذہانت پر تو مجھے اعتبار ہے اس لیے تمہاری یہ بات بھی درست ہے کہ میں یہاں کام سے ہی آیا ہوں۔“ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

”باقی باتیں تو بعد میں ہوگی میں پہلے تمہارے پسندیدہ ایپل جوس کا آرڈر کر دوں۔“ شرفو نے فون اپنی طرف کر کے رسیور اٹھا

کر کہا اور پھر دو جوس لانے کا کہہ کر فون رکھ دیا۔

”سیٹھ نظام کے بارے میں جانتے ہو۔“ ٹائیگر نے سوال کیا۔

”سیٹھ نظام وہی جو آج قتل ہوا ہے۔“ شرفو نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں وہی۔ مجھے اس کے قاتل کے بارے میں معلومات چاہیں۔“ ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”سیٹھ نظام کے بارے میں سنا تھا کہ وہ منشیات کی کسی بین الاقوامی تنظیم سازش سے تعلق رکھتا ہے مگر یہ تعلق براہ راست نہیں تھا بلکہ وہ اس تنظیم کے کسی بڑے کا درپردہ ایجنٹ تھا مگر اس بڑے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں مل سکی ہیں اور رہی اس کے قتل کی بات تو اس میں بلیک اینڈ وائٹ کلب کا فلیمنگ شامل تھا۔ اس کے خاص آدمی ٹیری نے یہ قتل کیا تھا۔“ شرفو نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”گنڈ شو اس کا مطلب ہے کہ مجھ پر حملہ بھی ٹیری نے ہی کیا تھا کیونکہ وہ خاصہ ننھا ہوا قاتل ہے۔“ ٹائیگر نے سرد لہجہ میں جواب دیا۔

”تمہارے اوپر حملہ کیا مطلب۔“ شرفو نے اس بار چونکتے ہوئے کہا۔

”گرینڈ ہوٹل کے پاس میری گاڑی میں بم رکھا گیا تھا مگر مجھے اس کے بارے میں جیسے ہی علم ہوا میں نے چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دی

مگر اس سے پہلے کہ میں چوکنہ ہوتا۔ کچھ فاصلے پر ایک آدمی کو اپنے اوپر فارنگ کرتے ہوئے دیکھ چکا تھا اس لیے میں چلانے کا ڈرامہ کر کے اوندھا لیٹ گیا تھا جس کی وجہ سے میری نے دوبارہ فارنگ نہیں کیا کیونکہ ویسے بھی وہ خود کو بہت بڑا نشانے باز سمجھتا ہے۔ تمہیں اس بارے میں یقیناً اطلاع مل چکی ہوگی کہ بلیک اینڈ وائٹ کلب کو میزائلوں سے اڑا دیا گیا ہے۔ مجھے اس بارے میں معلومات چاہیں کہ اس میں کس کا ہاتھ ہے۔“ ٹائیگر نے تفصیل بتانے کے بعد سوال کیا۔

”میں نے اس بارے میں بہت کوشش کی ہے کہ حملہ آوروں کے بارے میں کچھ معلومات مل جائیں مگر ابھی تک کوئی کامیابی نہیں ہوئی ہے۔“ شرفو نے جواب دیا۔

”اوہ۔ مگر تمہارے خیال میں ایسا کون ہو سکتا ہے جو اس حد تک جائے کہ پورے کلب کو ہی میزائلوں سے اڑا دے۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”ٹائیگر یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ زیر زمین دنیا میں نہ جانے کیسے افراد موجود ہیں جو رقم کے لیے کچھ بھی کرنے کے لیے تیار جاتے ہیں اس کے علاوہ بلیک اینڈ وائٹ کلب کی آج کل کوئی اہم سرگرمی سننے میں نہیں آرہی تھی کہ اس پر ایسا کوئی حملہ کرتا۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ معاملہ وہیں پہنچ چکا تھا جہاں سے چلا تھا۔ ٹائیگر نے کہا۔

”کیا مطلب۔“ شرفو نے حیرت سے پوچھا۔
 ”مطلب کچھ نہیں مگر میرے ذہن میں ابھی ایک خیال آیا ہے کہ اگر شائن سٹار کے بارے میں معلومات مل جائیں تو ہو سکتا ہے کہ اس آدمی کے بارے میں بھی پتہ چل جائے جس کا تعلق سیٹھ نظام سے تھا کیونکہ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ اس چکر میں وہ آدمی بہر حال ضرور شامل ہوگا۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اس بارے میں حتمی طور پر تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اگر تم کہو تو میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔“ شرفو نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے تم کوشش کرو اور جیسے ہی کوئی اطلاع ملے فوراً مجھے فون کر دیتا۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اوکے۔ مجھے خوشی ہوگی کہ میں تمہارے لیے معلومات حاصل کر سکوں۔“ شرفو نے کہا۔

”شکریہ شرفو۔ اب میں چلتا ہوں۔ تمہارا جوس ادھار رہا پھر کبھی سہی۔“ ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تمہارا اپنا ہی ہوٹل ہے جب مرضی آؤ۔“ شرفو نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر نے مصافحہ کیا پھر سوچ میں ڈوبا ہوا ہوٹل سے نکل پارنگ میں اپنی موٹر سائیکل کی طرف ڈھنسنے لگا۔ موٹر سائیکل کے قریب پہنچ کر اس نے سوچا کہ شائن سٹار کے بارے میں باس سے بات کر لینی چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس

”میری خیال اب اتنے دن گزر چکے ہیں کہ اب حرکت میں آیا جاسکتا ہے۔“ کراتوس نے بڑبڑاتے ہوئے خود کلامی کی۔ آج صبح سے ہی وہ کافی بوریت محسوس کر رہا تھا۔ اس طرح چپ چاپ بیٹھے ہوئے اسے کافی دن ہو گئے تھے اس لیے اب اس کے لیے مزید ممکن نہیں تھا کہ ایسے بیٹھا رہے۔ اب وہ ہر صورت میں اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اس نے فون اٹھا کر اپنی طرف کیا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”وڈ لینڈ۔“ رابطہ قائم ہونے پر نسوانی آواز سنائی دی۔

”ہیلو ہنی۔ جان مائیک کو لائن ٹرانسفر کر دو پلیز۔ میں ان کا دوست جیکب بات کر رہا ہوں۔“ کراتوس نے لہجہ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ اس بار اس نے جان بوجھ کر لہجہ اور نام تبدیل کر لیا تھا۔

”ہائے سر۔ پلیز ہولڈ کریں۔“ جواب ملا۔

بارے میں باخبر ہو یا اپنے ذرائع سے پتہ لگا سکے۔ یہ سوچتے ہوئے مائیک نے وائچ ٹرانسمیٹر کو آن کیا اور عمران کو کال ملانے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد عمران کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔

”عمران سپیکنگ۔ اور۔“ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”مائیک بول رہا ہوں باس۔ آپ نے جس سلسلے میں ذمہ داری لگائی تھی اس میں مزید پیش رفت کے بعد ایک نام شائن شار سامنے آیا ہے جو منشیات کی بین الاقوامی تنظیم ہے اور سیٹھ نظام کے قتل میں اس تنظیم کے کسی چیف کا ہاتھ ہے اور سیٹھ نظام در پردہ شائن شار کا ایجنٹ تھا مگر ابھی تک اس چیف کے بارے میں کوئی معلومات نہیں مل سکی ہیں۔ اور۔“ مائیک نے جلدی سے تمام تفصیل بھی بتا دی۔

”ٹھیک ہے تم اپنی کوشش جاری رکھو۔ اور اینڈ آل۔“ عمران نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر آف ہو گیا۔ مائیک سر ہلاتے ہوئے اپنی موٹر سائیکل شارٹ کرنے لگا اس کے ذہن میں ٹرینک کرنے کے لیے ایک خیال آچکا تھا اس وجہ سے وہ سیدھا اب ادھر ہی جانے کا سوچ رہا تھا۔ اس کی موٹر سائیکل تیزی سے سڑک پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

”نہیں مسٹر جیکب میں جان مائیک بول رہا ہوں مگر میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔“ — کچھ دیر لائن پر خاموشی رہنے کے بعد مردانہ آواز سنائی دی۔

”کیا حوالے کے لیے ہائی آپریشن کا نام کافی رہے گا جان یا پھر لکڑیوں کے سودے کا حوالہ بھی دیا جاسکتا ہے۔“ — کراؤس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ۔ یہ آپ ہیں۔ سب سے پہلے تو مبارکباد وصول کریں کیونکہ پاکیشیا میں اب تک ڈاکٹر کے اغوا کے معاملے میں کوئی خاص ایکشن نہیں لیا گیا اور نہ ہی حکومتی سطح پر اس اغوا کو کوئی خاص اہمیت دی گئی ہے اور ہاں فون لائن محفوظ ہے اس لیے آپ بھی کھل کر بول سکتے ہیں۔“ — جان نے یکدم مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”تھینک یو جان۔ یہ مشن میرے لیے ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اتنے دن چپ چاپ رہنے کے بعد پاکیشیائی حکام یقیناً یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ ڈاکٹر غالب کو ملک سے باہر لے جایا جا چکا ہے ان کے پاس تلاش کرنے کا اب کوئی کلیو بھی نہیں ہے اس وجہ سے ان کے لیے خاموشی ہی بہتر ہے۔ بہر حال میں اب بور ہو چکا ہوں اس لیے میں نے اب حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے آدمیوں کے ذریعے مزید نگرانی کراؤ کہ حکومتی پر کیا سیکرٹ سروس اس معاملے کو اب بھی دیکھ رہی ہے کیا۔“ کراؤس نے پوچھا۔

”باس میں نے اس بارے میں پہلے ہی خیال رکھا ہوا تھا بس ایک اطلاع ملی تھی کہ جن ذرائع کو استعمال کر کے بجلی کے محکمے سے مخصوص گاڑیاں استعمال کی گئیں تھیں اس بارے میں انٹیلی جنس دلچسپی لے رہی ہے اس لیے اس مخصوص رابطے کو ہی درمیان سے ہٹا دیا گیا ہے۔“ جان نے جواب دیا۔

”اوہ یہ اہم اطلاع ہے مجھے ایک ایک بات تفصیل سے بتاؤ۔“ کراؤس کا لہجہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ یہ خبر اس کے لیے کافی اہمیت رکھتی تھی۔

”باس پاکیشیا میں اثر و رسوخ استعمال کرنے کے لیے میں نے ایک ایشیائی کو اپنا نائب بنایا ہوا تھا جس کے تعلقات پاکیشیا میں اعلیٰ حکام سے بھی تھے۔ آپ کی ہدایات کے مطابق بجلی کے محکمے کی جو گاڑیاں استعمال میں لائی گئیں تھیں ان کا انتظام میرے دست راست نے ہی لیا تھا۔ اس کا نام سیٹھ نظام تھا۔ سیٹھ نظام میرے بارے جانتا تھا۔ اس لیے جیسے ہی میرے علم میں یہ بات آئی کہ انٹیلی جنس سیٹھ نظام تک رسائی ہے میں نے فوری فیصلہ کرتے ہوئے اسے فٹش کرا دیا تاکہ ہم لوٹ رہ سکیں۔“ — جان مائیک نے بتایا۔

”جس پارٹی کے ذریعے فٹش کرایا ہے کیا وہ تمہارے بارے میں قی ہے۔“ — کراؤس نے سوال کیا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔ میں نے ہر پہلو کا دھیان رکھا ہے۔ رابطے کو بھی آف کیا جا چکا ہے۔ اس لیے تلاش کرنے والے اب

اندھیرے میں ہی ٹھوکریں کھاتے پھریں گے۔“ — جان مائیک
لہجہ فخریہ ہو گیا۔

”اس کے علاوہ کوئی اور خاص بات تو نہیں ہے۔“ — کرا تو
نے پوچھا۔

”ایک اور خبر ہے تو سہی باس مگر میرے خیال میں وہ اس
متعلق نہیں ہے۔ آپ کو جتنا دیتا ہوں۔ خود فیصلہ کر لیں۔“ —
مائیک نے جواب دیا۔

”کھل کر بات کرو جان۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے
پہیلیاں بوجھتا پھروں۔“ — کرا تو اس کا لہجہ سخت ہو گیا۔

”سینٹھ نظام کے قتل میں انڈر ورلڈ کا ایک اہم ممبرہ ٹائیگر کافی د
لے رہا تھا۔ یہ انڈر ورلڈ میں خاصا معروف نام ہے مگر میرے آد
نے اسے اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے اسے بھی راستے سے ہٹا د
اور یہ سب کام ایسے ہوئے ہیں کہ میرا ان سے براہ راست یا دو
تک کوئی واسطہ نہیں ثابت ہو سکتا۔“ — جان مائیک نے ایک
لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا اور اس کے علاوہ باقی معلومات بھی حرا
رف تفصیل سے بتا دیں۔

”یہ ٹائیگر کیا کوئی خاص اہمیت رکھتا تھا یا صرف انڈرو
بد معاش ہی تھا۔“ — کرا تو اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد ک
”سننے میں آیا ہے باس کہ یہ ٹائیگر علی عمران نامی مشہور جا
شاگرد تھا۔ اس کے کسی معاملے میں دیکھے جانے کا مطلب ہوتا

علی عمران بذات خود اس معاملے کے پیچھے ہے۔“ — جان مائیک
نے جواب دیا۔

”اوہ اس کا مطلب ہے کہ علی عمران تک کسی نہ کسی طرح بہر حال
اطلاع پہنچ چکی ہے کہ سینٹھ نظام سارے معاملے سے تعلق رکھتا ہے
اس لیے اس نے اپنا آدمی سینٹھ نظام کے پیچھے لگایا ہوا تھا۔ گڈ شو جان۔ تم
نے بروقت کارروائی کر کے مشن کو محفوظ بنا لیا ہے۔“ — کرا تو اس نے
حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے پرجوش لہجے میں کہا۔

”تھینک یو باس۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کو میری کارکردگی پسند آئی
ہے۔“ — جان مائیک نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”اب تم ایسا کرو کہ ہمیں پاکیشیا کے ہمسائے ملک تک پہنچانے کی
منصوبہ بندی کرو تا کہ جلد از جلد ڈاکٹر کو یہاں سے لے جایا جاسکے۔
اتنے دن خاموش بیٹھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ پاکیشیا سیکرٹ
سروس اور علی عمران اب تک اس معاملے کو بھولے نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے
اب ایسا لگ رہا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے کھل کر ہی مقابلہ کرنا
پڑے گا۔ میں نے اب کھل کر حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس
لیے تم واپسی کا بندوبست کرنے کی کوشش کرو اور میں علی عمران کو دیکھتا
ہوں۔“ — کرا تو اس نے فیصلہ کن لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”جیسے آپ کی مرضی باس مگر میری رائے ہے کہ جہاں آپ اتنے
دن خاموش بیٹھے ہیں اب مقابلہ کی بجائے خاموشی سے ہی پاکیشیا سے
لکنا بہتر ہے۔ میں کچھ مخصوص ذرائع استعمال کر کے پاکیشیا سے واپسی

کا بندوبست کر سکتا ہوں۔“ — جان مائیک نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

”تفصیل بتاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا طریقہ کار مجھے پسند آجائے۔“
 ”ونکہ میں ذاتی طور پر خود بھی اس وقت مقابلہ کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں اور ڈاکٹر غالب کو لے کر پاکیشیا سے نکلنا چاہتا ہوں۔ اس لیے تم مجھے بتاؤ کہ کون سا رابطہ استعمال کرنا چاہتے ہو۔“ — چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کراؤس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ وہ ذاتی طور پر بھی یہ ہی چاہتا تھا کہ مقابلے کی نوبت نہ آئے کیونکہ مقابلہ تو بعد میں بھی کیا جاسکتا تھا مگر ڈاکٹر غالب کو لے کر جانے کی ذمہ داری وہ حال میں پوری کرنا چاہتا تھا۔

”بہت سادہ سا پلان ہے باس۔ لالچ یا بحری جہاز کے ذریعے آپ کو کافرستان تک پہنچایا جاسکتا ہے اور کافرستان سے آپ آسے۔ کافر آرام سے مکمل کر سکتے ہیں۔“ — جان مائیک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تمہارا پلان تو برا نہیں ہے مگر لالچ کے ذریعے نکلنے میں پکڑ جانے کا امکان زیادہ ہے کیونکہ میرے خیال میں علی عمران نے بارے میں خصوصی انتظامات کر رکھے ہوں گے اور ملک سے نکلنے والے ہر راستے کو بلاک کیا ہوگا۔“ — کراؤس نے حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد کہا۔

”باس اس بارے میں اگر آپ سے کہوں کہ آپ فکر مند نہ ہوں

امید ہے کہ آپ برا نہیں مانیں گے۔ میں یہ بات پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں آپ کو لالچ کے ذریعے بھیجنے کا بندوبست ہو جائے گا اور آپ کی لالچ کی چینگ بھی نہیں کی جائے گی اور آپ خیریت سے کافرستان پہنچ جائیں گے۔“ — جان مائیک نے اس بار مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”جان یہ بہت اہم معاملہ ہے اس لیے جو کچھ تمہارے ذہن میں ہے اس کو میرے ساتھ ڈسکس کرو۔ اگر میں مطمئن ہو گیا تو نہ صرف تمہاری ترقی کے لیے سفارش کروں گا بلکہ تمہیں خصوصی انعام بھی دیا جائے گا۔“ — کراؤس نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”یہ تو آپ کی مہربانی ہے باس مگر مجھے انعام یا ترقی کا لالچ نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کامیاب ہو جائیں۔ اس لیے آپ کو تفصیل بتا دیتا ہوں۔ ایک بین الاقوامی تنظیم کے چیف سے میری دوستی ہے اور اس کے جہاز کافرستان اور پاکیشیا آتے جاتے رہتے ہیں۔ آپ کو اور ڈاکٹر غالب کو جہاز پر کام کرنے والے افراد کے روپ میں کافرستان لے جایا جاسکتا ہے۔ آپ لوگوں کے کاغذات بھی اصل ہوں گے۔ اول تو اس جہاز کو چیک نہیں کیا جائے گا اور اگر کیا بھی گیا تو اصل کاغذات کی وجہ سے معاملہ مشکوک نہیں ہوگا۔“ — جان نے آخر پوری بات بتاتے ہوئے کہا مگر اگلے ہی لمحے اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمایاں ہو گئے تھے اس نے جوش میں اپنی کارکردگی کی دھاک کھانے کے لیے یہ ذریعہ تو بتا دیا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ کراؤس بات کی

تہہ تک پہنچنے کا عادی ہے اور اگر اس کو بینک بھی پڑ گئی کہ یہ جہا
منشیات فروشوں کا ہے تو اس کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

”بہت خوب یہ اچھا خیال پیش کیا ہے۔ ان حالات میں یہ بہتر ا
پلان ہے میں تیار ہوں مگر روانگی کب ہوگی۔“ — کراتوس۔
جواب دیا۔ کراتوس کے جواب پر جان نے بے اختیار طویل سانس
کیونکہ اس کے جواب نے اس کی فکر مندی کافی حد تک کم کر دی تھی
کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بین الاقوامی تقسیموں کے رابطے کسی بھی ملک م
بہت اونچے لیول پر ہوتے ہیں اور بمشکل ہی ان کو چیک کیا جاتا۔
اور ویسے بھی اصل کاغذات کی بناء پر معاملہ مشکوک نہیں ہو سکتا تھ
اس کے علاوہ میک اپ میں وہ انتہائی مہارت رکھتا تھا اس لیے اس
یہ بھی فکر نہ تھی کہ میک اپ کی وجہ سے معاملہ مشکوک ہو سکتا ہے۔
”باس آج شام کو ہی جہاز روانہ ہو رہا ہے۔“ — جان۔

آہستہ سے جواب دیا۔ اب وہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے جوش میں آ
کراتوس کو کیوں بتا دیا مگر پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا کیونکہ ا
تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ یہ جہاز براہ راست شائن شار سے تعلق
تھا اور منشیات کی اسمگلنگ میں استعمال ہوتا تھا۔ بظاہر تو یہ جہاز
برادر جہاز تھا مگر اس پر کام کرنے والے سب افراد شائن شار سے ت
رکھتے تھے اور حکومتی سطح پر بھی انہوں نے کافی تعلقات بنا رکھے
جس کی بنا پر ان کا جہاز چیک نہیں کیا جاتا تھا۔ اپنی کارکردگی کی وہ
کراتوس پر جمانے کے لیے اس نے سوچے سمجھے بغیر ہی جہاز کی آ

ای تھی مگر کراتوس نے معاملے کو زیادہ نہیں کرید ا تھا اس لیے اس کی فکر
مندی کافی کم ہو گئی تھی کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ کراتوس واپس جانے کی
ہلدی میں معاملے کو کریدنا نہیں چاہ رہا۔

”اوہ بہت کم وقت ہے۔ میں کچھ ہی دیر میں تمہاری رہائش گاہ پر
پہنچ جاؤں گا تم اس دوران میرے اور ڈاکٹر کے چلیے کے قد و قامت
کے مطابق دو افراد ڈھونڈ لینا جو جہاز کے عملے سے تعلق رکھتے ہوں اور
ن ایک اور بات کیا تمہارا یہ دوست با اعتبار تو ہے۔“ — کراتوس
نے پوچھا۔

”باس آپ بے فکر رہیں۔ میں ہر قسم کی گارنٹی دیتا ہوں۔ میں آپ
انتظار کروں گا اور ضرورت کا ہر سامان آپ کو مہیا کر دیا جائے گا۔“
ان نے مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اب وہ کراتوس کو کیا
تا کہ دوست کے بارے میں تو اس نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ اصل
تو جہاز اس کی لیڈر شپ میں ہے۔

”ٹھیک ہے واپس پہنچنے پر میں تمہاری ہرزدگی کی خصوصی تعریف
دوں گا اور تمہارے لیے خصوصی انعام کی سفارش کروں گا۔“ کراتوس
پھر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”بہت شکریہ باس۔“ — جان مائیک نے اپنے لہجے میں خوشی
تاثیر پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”میں کچھ ہی دیر میں تمہاری رہائش گاہ پہنچ جاؤں گا۔ میرے پہنچنے
پہلے تم بھی پہنچ جانا۔“ — کراتوس نے ہدایت دی۔

”او کے پاس۔ میں آپ کو رہائش گاہ پر ہی ملوں گا۔“ — جا نے اس بار پھر پہلے سے زیادہ مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اس کی کوشش تھی کہ کراتوس کافرستان جانے والے ذرائع کے بارے میں مزید پوچھ سمجھ نہ کرنی شروع کر دے۔ اس لیے اس نے اپنا لہجہ پہلے سے زیادہ مؤدبانہ بنالیا تھا۔

”او کے۔ گڈ بائی۔“ — کراتوس نے کہا اور ٹیلی فون واں کر ڈیل پر رکھ دیا۔

”پہلے مجھے اپنا اور ڈاکٹر کامیک اپ کر لینا چاہیے اس کے بعد گاڑی کو اڑا کر لانا ہوگا تاکہ فوراً ہی کوٹھی کو چھوڑا جاسکے۔“ — کراتوس نے اس بار خود کلامی کرتے ہوئے کہا اور پھر تہہ خانے کی طرف بڑھ چلا گیا تاکہ اپنا اور ڈاکٹر غالب کامیک اپ کر سکے۔ تقریباً آدھے کے بعد وہ کوٹھی سے باہر نکل رہا تھا اس وقت وہ ایکریمین میک میں موجود تھا اور اس میک اپ کے مطابق وہ برنس نور کے سلسلے پاکیشیا آیا ہوا تھا اس کے کاغذات ہر طرح سے اصلی تھے۔

اس وجہ سے اسے چپک کیے جانے کا بھی ڈر نہ تھا۔ کوٹھی سے کروہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا قریبی مارکیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ یقین تھا کہ قریبی مارکیٹ سے وہ کوئی نہ کوئی گاڑی اڑانے میں کامیاب ہو جائے گا کیونکہ اس نے اس مارکیٹ کی پارکنگ میں کئی ایسی گاڑیاں بھی دیکھیں تھیں جن پر گرد کی تہہ موجود تھی جو اس بات کی نشانی تھی کہ یہ گاڑیاں طویل عرصے سے وہاں کھڑی ہیں اور ان کو اگر چوری

گیا تو کسی کو جلدی پتہ بھی نہیں چلے گا۔ جلد ہی وہ مارکیٹ پہنچ گیا اور اس نے درخت کی اوٹ میں کھڑی ایک گاڑی کو تاڑ لیا اور پھر اگلے کچھ منٹوں میں وہ اس گاڑی کو اپنے لیے قابل استعمال بنا چکا تھا اور اب گاڑی لیے سواپس اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ گاڑی پر موجود گرد اس نے اس حد تک صاف کر دی تھی کہ اب دیکھنے میں گاڑی بری محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اپنی رہائش گاہ میں جا کر اس نے گاڑی کو باقاعدہ گیراج میں کھڑا کیا تاکہ جب بے ہوش ڈاکٹر غالب کو گاڑی میں ڈالا جائے تو کوئی دیکھ نہ سکے۔ بے ہوش ڈاکٹر غالب بھی اس وقت ایکریمین میک اپ میں تھے۔ کراتوس نے ڈاکٹر غالب کو گاڑی میں سیٹ پر اس طرح لٹایا کہ لگ رہا تھا کہ بیٹھے بیٹھے تھک کر آنکھیں بند کیے بیٹھے ہوں۔ اس کے بعد اس نے پوری کوٹھی کا گہری نظروں سے جائزہ لیا تاکہ دیکھ سکے کہ اس سے متعلق کوئی چیز کوٹھی میں موجود نہ رہ گئی ہو۔ پھر ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد وہ سر ہلاتا ہوا واپس گاڑی کی طرف بڑھا۔ گاڑی کو گیٹ سے باہر نکال کر اس نے دروازے کو لاک لگایا اور چابی کو مخصوص جگہ رکھ کر درمیانی ذرائع کو کوٹھی چھوڑنے کے بارے میں اطلاع کر کے گاڑی کو جان کی رہائش گاہ کی طرف جانے والے راستے پر ڈرائیو کرنے لگا۔ ابھی وہ جان کی رہائش گاہ سے دور تھا کہ اچانک ایک سنگل سرخ ہونے کی وجہ سے اس نے گاڑی روک لی۔ اس کے قریب ہی اشارے پر ایک سرخ رنگ کی سپورٹس کار بھی رکی ہوئی تھی جس میں بیٹھا ایک نوجوان آدمی غور سے

اس کی طرف اور ڈاکٹر غالب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کراتوس کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں کیونکہ وہ نوجوان اپنے قد و قامت سے علی عمران لگ رہا تھا مگر اس کا چہرہ علی عمران کا چہرہ نہ تھا۔ وہ چونکہ علی عمران کی فائل نہ صرف بغور پڑھ چکا تھا بلکہ علی عمران کی فائل اس کے ذہن میں بھی محفوظ ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ اس نوجوان کا دیکھنے کا انداز انتہائی تربیت یافتہ افراد جیسا تھا۔ جس کی وجہ سے کراتوس چونکا ہو چکا تھا۔ اسی وقت سگنل گرین ہو گیا اور وہ انتہائی تیز رفتاری سے اپنی گاڑی بڑھاتا چلا گیا۔

کراتوس نے ایکسیلیٹر پوری طرح دبا رکھا تھا اسے کچھ ہی دیر میں اندازہ ہو گیا کہ سپورٹس کار اس کے تعاقب میں موجود ہے۔ اس وجہ سے اس نے گاڑی کا رخ اچانک گلیوں کی طرف موڑ دیا اور اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے پچھلی کار والے کو اتنا بھی موقع نہیں مل سکا تھا کہ بروقت گلی میں مڑ سکتا۔ اس گلی کے آخری سرے سے نکلے ہی اس کی گاڑی ایک دفعہ پھر مین سڑک پر پوری رفتار سے دوڑنے لگی اس سڑک پر کافی ٹریفک تھی۔ اس نے گاڑی کی رفتار آہستہ کرتے ہوئے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی اور اگلے ہی لمحے اس نے بے ہوش ڈاکٹر غالب کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا اور تیزی سے سڑک کے کنارے لکڑی کے تختوں سے بنی ہوئی ایک چھوٹی سی دوکان میں بیٹھے ہوئے اخبار فروش کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”میرے ساتھی کی جان کو خطرہ ہے۔ کچھ خطرناک لوگ ہمارے

تعاقب کر رہے ہیں اس وجہ سے میں نے اپنی گاڑی ادھر ہی چھوڑ دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ابھی کچھ ہی دیر میں ادھر آ جائیں گے میں انہیں یہ تاثر دینا چاہتا ہوں کہ ہم دونوں گاڑی چھوڑ کر ٹیکسی لے کر جا چکے ہیں۔ کیا آپ انسانیت کے نام پر ہماری مدد کریں گے۔“ کراتوس نے اپنی جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر مقامی زبان میں ہی نرم لہجے میں کہا۔ وہ پاکیشیا کی مقامی زبان بھی بہت روانی سے بول رہا تھا۔

”اوه کوئی بات نہیں جناب۔ انسانیت کے نام پر میں آپ کی مدد ضرور کروں گا مگر اس کام کے لیے ان پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ اخبار فروش نے نہایت پر خلوص لہجے میں جواب دیا اور نوٹ واپس بڑھا دیا۔ ویسے ایک ایکریمین کے منہ سے پاکیشیائی زبان سن کر حیران رہ گیا تھا مگر اس نے اپنی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔

”بہت شکریہ جناب مگر یہ نوٹ آپ کو رکھنا ہی ہوگا۔“ یہ کہتے ہوئے وہ اخبار فروش کی دکان کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ اخبار فروش کچھ سوچتے ہوئے نوٹ اپنے ہاتھ میں لیے واپس دوکان کے اندر چلا گیا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ کراتوس کے کانوں میں کسی تیز رفتار گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ مخصوص آواز کی وجہ سے وہ پہچان چکا تھا کہ یہ سپورٹس گاڑی کی آواز ہے۔ کراتوس نے انسانی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سب ڈرامہ کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب اس کی خالی گاڑی اس جگہ پر دیکھی جائے گی تو تعاقب کرنے والا لازمی طور پر اتر کر اخبار فروش سے پوچھ گچھ کرنے کی کوشش کرے

گا کیونکہ گاڑی عین اس کی دوکان کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے دانستہ سڑک کے کنارے اخبار فروش کی یہ چھوٹی سی دکان دیکھ کر اپنی گاڑی کو عین اس کی دوکان کے سامنے روکا تھا۔ اس کے آس پاس کوئی اور دوکان بھی موجود نہ تھی بلکہ کچھ فاصلے پر جا کر لکڑی سے بنی دکانوں کی ایک لائن شروع ہو رہی تھی۔

”اس سفید گاڑی میں سے نکلنے والے افراد کس ست میں گئے ہیں۔“ کراٹوس کے کانوں میں مردانہ آواز گونجی تو وہ بے اختیار چونک گیا کیونکہ یہ آواز عمران کے علاوہ کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی تھی کیونکہ اس نے عمران کی بے ہوشی کے دوران عمران سے کافی سوال و جواب کیے تھے۔ اس لیے عمران کی آواز اس کے دماغ میں محفوظ تھی۔

”صاحب میں یہاں کافی دیر سے موجود ہوں۔ سفید گاڑی میرے سامنے ہی آکر رکی تھی اور پھر اس میں سے ایک آدمی اتر ا اور گاڑی میں موجود دوسرے آدمی کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ اس کے بعد اس نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر اس طرف چلے گئے۔“ اخبار فروش کی آواز سنائی دی۔ اس کے بعد کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پھر سے گاڑی کا انجن شارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔

”صاحب آجائیے۔ آپ کا دشمن جا چکا ہے۔“ تھوڑی دیر کے بعد اخبار فروش نے دکان کے پیچھے جا کر کراٹوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس کا دیا ہوا نوٹ بھی واپس اس کی طرف بڑھا دیا۔

”بہت شکر یہ تمہارا۔ یہ تمہارا انعام ہے۔“ کراٹوس نے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب میں یہ نہیں رکھ سکتا کیونکہ آپ کی مدد میں نے انسانیت کے ناطے کی تھی رقم کے حصول کے لیے نہیں کی تھی۔ اس لیے آپ میرے جذبات کو مجروح نہ کریں۔“ اخبار فروش نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

”بہت خوب۔ بہت خوبصورت ملک ہے پاکیشیا۔ جہاں کے لوگ ایسے جذبات رکھتے ہوں وہ ملک واقعی عظیم ہوتا ہے۔“ کراٹوس نے حیرت زدہ انداز میں اخبار فروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کی ظاہری حالت دیکھ کر صاف لگتا تھا کہ اس کو رقم کی اشد ضرورت ہے مگر اس کی خوداری دیکھ کر وہ نہایت حیران ہوا تھا پھر باقاعدہ دوستانہ انداز میں مصافحہ کر کے وہ اخبار فروش سے رخصت ہو کر واپس اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ یہ ڈرامہ اس نے وقت حاصل کرنے کے لیے بھی کیا تھا کیونکہ اسے علم تھا اس کی گاڑی میں پٹرول جلد ہی ختم ہونے والا ہے کیونکہ پٹرول کی سوئی آخری نقطے تک پہنچنے والی تھی پٹرول ختم ہونے کی صورت میں اسے رکتا پڑنا تھا اس وجہ سے ہو سکتا تھا کہ وہ عمران کے ہاتھ چڑھ جاتا کیونکہ اسے امید تھی کہ عمران اب تک اپنے ساتھیوں کو اس کے بارے میں اطلاع دے چکا ہو گا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس اس کو گھیرنے کی فکر میں ہو گی۔ اس کے علاوہ اس کو پاکیشیا سے نکلنے کی بھی جلدی تھی کیونکہ وڈ لینڈ کے جان کے مطابق

کافرستان کے لیے جہاز شام میں نکلنا تھا اور ابھی اس سفر کے لیے کراتوس کو مخصوص قسم کی تیاریاں بھی کرنی تھیں۔ عمران سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد اس کے ہونٹوں پر اس وقت مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

”علی عمران تمہیں کراتوس کے مقابلے میں دوسری شکست بھی مبارک ہو۔“ کراتوس نے مسکراتے ہوئے یوں خود کلامی کی جیسے وہ تصور میں علی عمران کو دیکھ رہا ہو۔

اس کے بعد وہ ایک دفعہ پھر جان کی رہائش گاہ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ احتیاط کے پیش نظر اس نے کافی فاصلے پر گاڑی چھوڑ کر ایک نیکی ہائر کر لی مگر گاڑی چھوڑنے سے پہلے وہ مقامی ماسک میک اپ اپنے میک اپ کے اوپر ہی لگا چکا تھا اور بے ہوش ڈاکٹر غالب کو بھی ایک ماسک لگا دیا تھا جس سے ان دونوں کی شخصیت بالکل ہی بدل کر رہ گئی تھی۔

نیکی ڈرائیور کو اس نے بتایا تھا کہ اس کے عزیز کو مخصوص قسم کا دورہ پڑا ہے اور ان کی دوار رہائش گاہ میں رہ گئی ہے مگر گاڑی کے خراب ہونے کی وجہ سے ان کو نیکی لینی پڑی ہے۔ جس پر نیکی ڈرائیور نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا تھا کیونکہ وہ بے ہوش ڈاکٹر کو دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد کراتوس نہ صرف رہائش گاہ پر موجود تھا بلکہ وہ جان سے مل بھی چکا تھا اور اب اس کے خصوصی کمرے میں بیٹھا جہاز کے عملے کے ان دو افراد کا انتظار کر رہا تھا جن کا روپ اس

نے اپنا نا تھا۔ ان دونوں افراد کو خاصی رقم دے کر اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ جب تک انہیں مزید حکم نہیں ملے گا انہوں نے کسی بھی صورت اپنی رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلنا اور وہ دونوں جان کی حیثیت اچھی طرح جانتے تھے اس لیے وہ فوراً تیار ہو گئے تھے۔ ان دونوں کی رضا مندی سے بعد جان نے انہیں بھی اپنی رہائش گاہ پر بلا لیا تاکہ کراتوس کو میک اپ کرنے اور آواز تبدیل کرنے میں آسانی ہو جائے اور ڈاکٹر غالب کو بھی میک اپ میں جہاز کے میڈیکل روم میں مریض کی حیثیت سے داخل کروانے کی منصوبہ بندی کر لی تھی۔ اب وہ پوری طرح مطمئن ہو چکا تھا کیونکہ اب کچھ ہی دیر میں وہ پاکیشیا سے اپنا مشن کامیابی سے پورا کر کے جانے والا تھا۔ ان افراد کے آتے ہی کراتوس نے جلد ہی اپنا اور ڈاکٹر غالب کا میک اپ ان دو افراد جیسا بنا لیا تھا۔ میک اپ کے بعد جان نے انہیں تہ خانے میں پہنچا دیا کہ جیسے ہی جہاز پاکیشیا کی سمندری حدود سے نکلے گا انہیں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ اس کے بعد جان نے اپنے خاص آدمی کو ان کے ساتھ بندرگاہ کی طرف روانہ کر دیا۔ جہاز کے نکلنے میں تقریباً ایک گھنٹے کا وقت باقی تھا۔ کراتوس اور ڈاکٹر کے جانے کے بعد جان اس وقت اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا جہاز کے کپتان کو فون پر خصوصی ہدایات دے رہا تھا کہ کراتوس کو بالکل پتہ نہ چلنے پائے کہ اس جہاز کا تعلق اس سے ہے۔ پھر مطمئن ہو کر جان نے فون بند کرنے کے بعد ریک میں سے شراب نکالی اور اس کو گلاس میں ڈال کر گھونٹ گھونٹ

پینے لگا۔ وہ ابھی شراب پی ہی رہا تھا کہ اچانک اس کا سر گھومنے لگا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ کچھ ہی دیر میں وہ جھومتا ہوا بے ہوش ہو کر زمین پر گر چکا تھا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو کرسی پر بندھا پایا اس کے ساتھ وہ دونوں افراد بھی موجود تھے جنہیں وہ تہہ خانے میں چھوڑ آیا تھا اور جن کا میک اپ کراتوس نے خود پر اور ڈاکٹر غالب پر کیا تھا۔ کچھ ہی فاصلے پر ایک دیو قامت آدمی کھڑا جان کو گھور رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اس قدر کشتگی اور سفاکی نظر آ رہی تھی کہ جان کے پورے جسم سے پسینہ ابل پڑا اور اس کو اپنی روح تک نکلتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ کچھ منٹوں کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان شخص جس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی اندر داخل ہوا۔ جان مائیک کا دل بری طرح سے کانپ رہا تھا۔ اس کی چھٹی حس اسے بار بار احساس دلا رہی تھی کہ وہ بہت بڑا مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے۔

عسمران ماسک میک اپ میں اپنی سپورٹس کار میں بیٹھا سٹنل کے گرین ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی اور سٹنل پر بھی صرف عمران کی ہی گاڑی موجود تھی مگر ٹریفک قوانین کی وجہ سے وہ سڑک کے سناں ہونے کے باوجود ریڈ لائٹ پر رکا اس کے گرین ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ عمران کو اشارے پر کھڑے ابھی چند لمحات ہی گزرے تھے کہ ایک سفید رنگ کی گاڑی عمران کی گاڑی کے برابر میں آکر رک گئی۔ عمران نے ویسے ہی سرسری سی نگاہ گاڑی پر ڈالی۔ گاڑی نئے ماڈل کی ہونے کے باوجود کافی گرد آلود ہو رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک اونچا لبا اکیڑیمین بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک اور اکیڑیمین آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ اس لمحے سٹنل گرین ہوا اور سٹنل گرین ہونے پر عمران نے اپنی گاڑی آگے بڑھا لی مگر اگلے ہی لمحے وہ چونک گیا کیونکہ اس آدمی کے لمبے چوڑے

قد وقامت کی وجہ سے اس کے ذہن میں شک اچانک ہی ابھرا تھا سفید گاڑی کافی آگے جا چکی تھی۔ اب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ سفید گاڑی میں بیٹھا ہوا شخص عمران کو دیکھ کر نہ صرف چونک گیا تھا بلکہ وہ بار بار عمران کی طرف بھی دیکھ رہا تھا۔ عمران کے ذہن میں جیسے بجلی آ کوندی۔ اسے یاد آ گیا کہ اس مخصوص قد وقامت کا شخص ڈاکٹر غالب اغوا کرنے والے افراد میں نہ صرف شامل تھا بلکہ ان افراد کا لیڈر بھی تھا۔ جو ایکریمیں آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ اس کا آنکھیں بند کر کے بیٹھنے کا انداز بھی غیر فطری سا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ شخص بے ہوش تھا۔ اس خیال کے آتے ہی عمران اچھل پڑا کیونکہ اسے محسوس ہو لگا تھا جیسے ڈاکٹر غالب پر ایکریمیں میک اپ کر کے انہیں بے ہوش کے عالم میں لے جایا جا رہا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی عمران گاڑی کے ایکسیلیٹر کو دباتا چلا گیا اور اس کی گاڑی بندوق سے نکل گئی۔ طرح بھاگتی چلی گئی۔ کچھ ہی دیر میں عمران اس سفید گاڑی کو نہ صرف دیکھ چکا تھا بلکہ سفید گاڑی کی رفتار دیکھتے ہوئے عمران نے گاڑی رفتار بھی مزید بڑھالی مگر اگلی گاڑی کا ڈرائیور بھی کافی ماہر تھا، اس درمیانی فاصلہ اب تک کم نہیں ہوا تھا۔ اگلی گاڑی انتہائی تیز رفتاری موڑ کھینچتی ہوئی اچانک بائیں جانب گلیوں میں گھستی چلی گئی ڈاکٹر غالب کو دیکھ کر عمران کو سکون محسوس ہوا تھا کیونکہ اگر انہیں اغوا کرنے والا ملک سے لے جاتے تو انہیں بازیاب کروا کر واپس لانا زیادہ بڑا تھا عمران بھی انتہائی تیز رفتاری اور مہارت سے گاڑی ڈرائیو کر

اور مسلسل گاڑی کا چھپا کر رہا تھا مگر اگلی گاڑی کے ڈرائیور کی بے پناہ انہداریت کی وجہ سے اسے شدید مشکل پیش آرہی تھی جس کی وجہ درمیانی فاصلہ ابھی تک کم نہیں ہوا تھا۔ عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی جیسے ہبت ہو کر رہ گئی تھی۔ اگلی گاڑی کے ڈرائیور نے تیزی سے بھاگتی ہوئی گاڑی کو ایک کھلی میں اچانک ہی موڑ دیا اور عمران کی گاڑی سیدھی نکل گئی۔ اسے آخری لمحے تک احساس نہ ہو سکا تھا کہ سفید گاڑی کا ڈرائیور اس طرح اچانک کھلی میں مڑ گیا ہے جب اسے ڈانچ کا احساس ہوا اس نے تیزی سے سیرنگ گھمایا اور گاڑی موڑ کر تیزی سے واپس آ کر اس کھلی میں مڑ گیا مگر جب تک عمران اس کھلی میں پہنچا اس وقت تک اگلی گاڑی غائب ہو چکی تھی۔ عمران نے اپنی گاڑی کی سپیڈ کم نہ کی اور گاڑی کو ایسے ہی بھگاتا رہا۔ کافی دور جا کر کھلی ایک بڑی سڑک سے مل گئی تھی۔ عمران کے لیے اب فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ دائیں طرف الی سڑک پر گاڑی موڑی جائے یا بائیں طرف والی سڑک پر سفید گاڑی کو تلاش کیا جائے۔ اسی شش و پنج میں اس نے اللہ کا نام لے کر الی بائیں طرف موڑ لی۔ کچھ ہی فاصلے پر اس نے سفید رنگ کی گاڑی کو سڑک کے کنارے کھڑے دیکھا جس کے اگلے دونوں دوازے کھلے ہوئے تھے۔ گاڑی جس جگہ کھڑی نظر آرہی تھی اس پاس ہی ایک اخبار فروش کی دوکان بھی موجود تھی۔ وہاں ایک رینک بھی اچھی خاصی تھی۔ عمران نے اس گاڑی کے سپیڈ کم کر دیا اور گاڑی روکی اور تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اگلی گاڑی کی

طرف دوڑا مگر اچلی گاڑی خالی تھی۔ عمران نے گاڑی کا بغور جائزہ لیا تاکہ مجرموں کا کلیو مل جائے مگر تلاشی کے باوجود گاڑی سے کوئی کا مل سکا۔ مجرموں کو پا کر کھونے کا احساس عمران کے ذہن میں کچھ رہا تھا اور مجرم کی ذہانت کے سامنے وہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگا تھا جس نے نہایت ہوشیاری سے اسے ایک دفعہ پھر دھوکہ دیا تھا۔ عمران کچھ لمبے دہاں کھڑا گاڑی کو گھورتا رہا پھر مڑ کر اخبار کی دوکان کی طرف بڑھ گیا۔

”اس سفید گاڑی میں سے نکلنے والے دو آدمی کس سمت میں ہیں۔“ عمران نے سلام کرنے کے بعد جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس آدمی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”صاحب میں یہاں کافی دیر سے موجود ہوں۔ سفید گاڑی میں سامنے ہی آکر رکی تھی اور پھر اس میں سے ایک آدمی اتر آیا اور میں موجود دوسرے آدمی کو اپنے کندھے پر اٹھا کر ایک ٹیکسی روکا اس میں بیٹھ کر اس طرف چلا گیا ہے۔“ اخبار فروش نے طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور جلدی سے نوٹ پکڑ کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے مرتبہ پھر سفید رنگ کی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ لمبے سفید گاڑی جائزہ لینے کے بعد عمران واپس اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور دور جانے کے بعد وہ گاڑی ایک سائیڈ پر کر کے روک چکا تھا نے ڈیش بورڈ کھول کر اس میں سے سیاہ رنگ کا ایک باکس

پر نگے ایک بیٹن کو دبا دیا۔ عمران کی آنکھوں میں سوچ کی چمکیاں صاف دکھائی دے رہیں تھیں اس نے گاڑی کے سامنے والے خانے سے ایک بیاریک سی اور چھوٹی سکرین نکالی جس پر اس نے آڑی ترجمی لکیریں نظر آ رہی تھیں اور ان لکیروں میں سبز رنگ کا ایک نکتہ جل بجھ رہا تھا اور کچھ ہی دیر میں وہ نکتہ سبز سے سرخ ہو گیا۔ اب وہ نکتہ سکرین پر آڑی ترجمی لکیروں پر جیسے دوڑنے لگا تھا۔ اس نے حرکت میں دیکھ کر عمران کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ اخبار فروش سے بات کرتے ہی عمران کو احساس ہو گیا تھا کہ اخبار فروش جھوٹ بول رہا ہے۔ مگر زور زبردستی کرنے کی بجائے اس نے ایک طریقہ سوچا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مجرم ڈاکٹر غالب کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ مجرم اس کے پاس ہی کہیں موجود ہے۔ عمران مجرم کو ایسے وقت میں پکڑنا چاہتا تھا جب وہ ڈاکٹر غالب کو نقصان پہنچانے کے قابل نہ ہو۔ اس سے عمران دوبارہ سفید گاڑی کی طرف گیا تھا اور جائزہ لینے کے لئے اس میں فلکسڈ سپاٹ لگا دیا تھا۔ فلکسڈ سپاٹ کی مدد سے اب وہ گاڑی میں بیٹھا سفید گاڑی کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا۔ وہ نکتہ گاڑی کی نشاندہی کر رہا تھا اور آڑی ترجمی لکیریں مختلف سرکوں اور گلیوں کو ہرگز رہی تھیں۔ اس نکتے کے سرخ ہوتے ہی عمران نے اپنی گاڑی انجن شارٹ کیا اور پھر سکرین پر نظر آنے والے نقشے کو دیکھتے ہوئے ای ڈرائیو کرنے لگا۔ عمران اس وقت سست روی سے ڈرائیو کر

رہا تھا کیونکہ فکسڈ سپاٹ کی وجہ سے اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی سفار
گاڑی کی منزل ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ تقریباً پندرہ منٹ
بعد وہ نکتہ ایک دفعہ پھر سے سبز ہو کر جلنے بجھنے لگا۔ جس کا مطلب
کہ گاڑی اب رک چکی ہے۔ عمران نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی
جلد ہی اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں سفید گاڑی کھڑی ہوئی تھی مگر اس
بھی گاڑی بالکل خالی تھی اور اس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ گاڑی جو
جگہ کھڑی تھی سڑک کا وہ حصہ بھی کافی سنسان تھا اور کوئی عمارت وغ
بھی نہ تھی۔ بس اکا دکا گاڑیاں کچھ دیر کے بعد آتی جاتی نظر آ رہی
تھیں۔ عمران اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا کیونکہ مجرم ایک مرتبہ
ذہانت کا ثبوت دے چکا تھا۔

”اس کا مطلب ہے کہ مجرم کی منزل یہاں سے قریب ہی
رہائش گاہ ہے جس کی وجہ سے یہاں پر گاڑی روکی گئی ہے اور
ہو سکتا ہے کہ یہاں سے آگے کا سفر ٹیکسی سے کیا گیا ہو“
نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ انسانی نفسیات کے مطابق اس کو یقین
مجرم کی رہائش گاہ بہت زیادہ دور نہیں ہوگی اس لیے اس نے
گاڑی یہاں چھوڑ دی ہے۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر
تھے جیسے شکار کو ہاتھ سے نکلنے دیکھ کر شکاری کے چہرے پر
ہیں۔ اب عمران کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ تھا کہ
کی رہائشی کالونیاں چیک کرے۔ بالآخر سرتوڑ کوشش کے بعد
سے کچھ ہی فاصلے پر ایک رہائشی کالونی کے چوکیدار نے عمران

کہ ایک ٹیکسی سے ایک لمبا چوڑا آدمی اترتا تھا اور بے ہوش ساتھی کو
کندھے پر اٹھائے کوشی میں گھس گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کوشی
کی نشاندہی بھی کر دی تھی۔ یہ سن کر عمران نے سکون کا سانس لیا اور
مجرم کو ٹریپ کرنے کے لیے گاڑی میں جا کر میک اپ باکس نکالا اور
ایک ماسک نکال کر اس کو چہرے پر ایڈجسٹ کیا اور اپنی شرٹ اتار کر
اس کو اتار کر پہن لیا شرٹ ڈبل رنگ کی تھی۔ اب عمران کا حلیہ یکسر
تبدیل ہو چکا تھا۔ اس نے ڈیش بورڈ سے بے ہوش کرنے والی گیس
گن نکالی اور پھر اپنی گاڑی کچھ فاصلے پر چھوڑ کر پیدل ہی اس کوشی کی
طرف بڑھنے لگا۔ ایک محفوظ جگہ دیکھ کر عمران نے گیس گن
کوشی میں فار کر دیا۔ عمران نے جو گیس فار کی تھی وہ بہت تیز تھی اس
میں یہ خوبی بھی تھی کہ وہ گیس تہہ خانوں تک بھی رسائی حاصل کر سکتی
تھی۔ عمران کچھ دیر گیس کی بو ختم ہونے کا انتظار کرتا رہا اس کے بعد
اس نے ارد گرد دیکھتے ہوئے ایک اونچی چھلانگ لگائی اس کے ہاتھ
ایک لمحے کے لیے کوشی کی دیوار پر نظر آئے اور اگلے لمحے جیسے وہ اڑتا
ہوا کوشی کے اندر داخل ہو گیا۔ کوشی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ عمران
احتیاط انداز میں کوشی کے اندرونی حصوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پوری
کوشی کی تلاشی کے دوران صرف ایک کمرے میں ایک ادیبز عمر آدمی
کرسی پر بے ہوش نظر آیا۔ عمران نے باریک بینی سے ایک دفعہ پھر کوشی
کی تلاشی لی اس بار اس نے ایک خفیہ سیف بھی ڈھونڈ نکالا۔ اس سیف
کی تلاشی کے دوران اس میں موجود ایک فائل پر شائن مار کا نام دیکھ کر

وہ چمک گیا۔ شائن سار کے بارے میں عمران جانتا تھا کہ یہ شیاوا فروشوں کی بین الاقوامی سطح کی تنظیم ہے جس کا نیٹ ورک مختلف ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ عمران پر جوش ہو گیا کیونکہ فائل کی موجودگی اس بات کا ثبوت تھی کہ عمران درست جگہ پہنچا ہے۔ ایک تہہ خا۔ میں عمران کو ایک لمبا چوڑا مقامی آدمی اور ایک ادھیڑ عمر آدمی بھی لے آگئے مگر دونوں کے چہرے ان حلیوں سے یکسر مختلف تھے جس نے عمران نے انہیں ٹریفک سنٹرل پر دیکھا تھا۔ وہ دونوں بھی بے ہوش تھے مگر ادھیڑ عمر آدمی کو قریب سے دیکھ کر عمران سمجھ گیا تھا کہ وہ شخص ڈا غالب نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی جیب سے سیل فون نکال کر رانا ہاؤس کا نمبر ڈائل کیا پھر جوانا کے فون اٹھانے پر عمران نے اسے کونٹریکٹر ایڈریس بتاتے ہوئے بڑی گاڑی لانے کا کہا۔ اس کا ارادہ تھا یہاں پر پوچھ گچھ کرنے کی بجائے ان تینوں کو رانا ہاؤس لے چلتے۔ اطمینان سے پوچھ گچھ کر سکے۔ کونٹریکٹر میں موجود شائن سار کی فائلوں وہ پہلے ہی اپنے قبضے میں لے چکا تھا اس کے علاوہ اب کونٹریکٹر میں اور قابل توجہ چیز باقی نہ تھی جس سے مجرموں کا سراغ لگانے میں ملتی۔

کچھ دیر کے بعد عمران کے سیل فون پر جوانا نے اپنے آئے اطلاع دے دی۔ عمران نے جا کر کونٹریکٹر کا بڑا دروازہ کھول دیا۔ کے بعد عمران اور جوانا چلتے ہوئے اندرونی کمرے کی طرف بڑے لگے مگر اچانک عمران کو ہلکے سے کھٹکے کی آواز سنائی دی اور اس

پہلے کہ وہ چوکنا ہوتا اس کا ذہن تیز ہو کی وجہ سے تاریک ہوتا چلا گیا تھا اور اس کو اتنا موقعہ بھی نہ مل سکا کہ اپنا سانس روک کر خود کو بے ہوش ہونے سے بچا پاتا جبکہ جوانا پہلے ہی بے ہوش ہو کر گر چکا تھا۔

وفات
عظیم
حکام

ا ہوئے کاؤنٹر میں سے کہا۔

”اوہ ٹائیگر تم۔۔ بڑے دنوں بعد آئے ہو۔“ ڈاگ نے چوہکتے ہوئے کہا۔

”ہاں مصروفیت ہو گئی تھی مگر آج فارغ ہوا تو سوچا چکر لگا لوں۔“ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا ہوا ٹائیگر تم مل گئے۔ مجھے کچھ پیسوں کی اشد ضرورت تھی مگر تمہارے علاوہ سب ہی مطلبی اور خود غرض ہیں اس لیے کوئی مدد کرنے کو تیار نہیں ہے میں سوچ ہی رہا تھا کہ تمہیں فون کروں آج۔“ ڈاگ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

”ڈاگ تم جانتے ہو ٹائیگر کے لیے پیسہ اہمیت نہیں رکھتا اور تمہارے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ تم اس وقت واقعی پریشان ہو اس لیے تمہاری مدد کرنا تو ضروری ہے۔“ ٹائیگر نے نرم لہجے میں کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر بڑے فونوں کی ایک گڈی نکال کر ڈاگ کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

”اوہ نہیں ٹائیگر میری ضرورت اتنی زیادہ رقم کی نہیں ہے، ڈاگ نے چوہکتے ہوئے کہا اس کے چہرے پر یلکھت رونق آگئی تھی۔

”کوئی بات نہیں رکھ لو۔ تمہیں پتہ ہے کہ میں دی ہوئی چیز واپس نہیں لیتا۔“ ٹائیگر نے ایک بار پھر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ بہت شکریہ ٹائیگر۔ دراصل میرے چھوٹے بیٹے کا ایکسڈنٹ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے رقم کی اشد ضرورت تھی مگر کہیں سے رقم کا

ٹائیگر شرفو کے کلب سے سیدھا ماؤنٹین کلب میں پہنچا۔ ماؤنٹین کلب کچھ عرصہ پہلے ہی بنا تھا مگر اتنی کم مدت کے باوجود وہ کلب جرائم پیشہ افراد میں خاصہ مقبول ہو چکا تھا اور اب یہ کہا جاتا تھا کہ دارالحکومت میں جرائم پیشہ افراد جرم کے بعد ماؤنٹین کلب میں با آسانی چھپ جاتے ہیں اور پولیس ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی کیونکہ اس کلب کا مالک پولیس کو باقاعدہ ہر ہفتے کلب کے معاملات سے بے خبر رہنے کے لیے بڑی رقمیں دیتا تھا اس لیے ٹائیگر نے شرفو کے ہوٹل کے بعد سیدھا ماؤنٹین کلب جانے کا فیصلہ کیا۔ ٹائیگر ویسے بھی اس کلب کی مقبولیت کے بعد باقاعدگی سے اس کلب میں آتا جاتا رہتا تھا کیونکہ بعض اوقات بڑے جرائم کا سراغ ادھر سے مل جاتا تھا۔ کلب میں داخل ہونے کے بعد ٹائیگر سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

”کیسے ہو ڈاگ۔“ ٹائیگر نے کاؤنٹر کے قریب رکتے

بندوبست نہیں ہو رہا تھا۔“ ڈاگ نے ممنون لہجے میں کہا،
ٹائیگر کا بار بار شکریہ ادا کر رہا تھا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ اب کیسا ہے تمہارا بیٹا اور یہ علاج معالجے کے۔۔۔
مزید کچھ رقم رکھ لو۔“ ٹائیگر نے چونکتے ہوئے کہا اور ساتھ
جیب سے ایک چھوٹے نوٹوں کی گڈی نکال کر ڈاگ کے سامنے ر
دی۔ ڈاگ نے انکار کرنا چاہا مگر ٹائیگر نے زبردستی وہ گڈی بھی اس
جیب میں ڈال دی۔

”ٹائیگر تمہیں تو پتہ ہے کہ مجھے بے گناہ ہونے کے باوجود کچھ سا
جیل میں سزا کاٹنی پڑی تھی اس کے بعد مجھے عزت داروں
معاشرے نے باوجود بے گناہ ہونے کے قبول نہیں کیا تو مجھے مجبو
کلب کی نوکری اختیار کرنی پڑی مگر مجھے یہ سمجھ نہیں آتا تم انڈر ورلڈ
کیسے آگئے ہو کیونکہ پورے انڈر ورلڈ میں تم سے زیادہ شریف آدمی
نے نہیں دیکھا جو دوسروں کی دل کھول کر مدد کرتا ہے۔ یہ اور بات
جب تم غصے میں آتے ہو تو تم سے خطرناک آدمی بھی کوئی نہیں
مگر تم انڈر ورلڈ میں کیوں آئے ہو۔“ ڈاگ نے حیرت
لہجے میں پوچھا۔ اس کے لہجے میں جھجک تھی جیسے وہ یہ سوال نہ پو
چاہتا ہو مگر حیرت کی وجہ سے پوچھ بیٹھنے پر مجبور ہو گیا ہو۔

”کچھ سوال ایسے ہوتے ہیں جن کے جواب نہیں ہوتے اس
اس بحث کو چھوڑو میں یہاں خاص مقصد کے لیے آیا ہوں۔ مجھے
لوگوں کی تلاش ہے جنہوں نے بلیک اینڈ وائٹ کلب کو میزبانوں

اجاہ کیا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ دیری سوری ٹائیگر میرا مقصد تمہیں ناراض کرنا نہیں تھا میں تو
اپنی حیرت کی وجہ سے پوچھ بیٹھا تھا اور بلیک اینڈ وائٹ کلب کی تباہی
میں فاسٹر گروپ کا نام سنا جا رہا ہے۔ سنا ہے فاسٹر کسی بین الاقوامی
تنظیم کا نمائندہ بن گیا ہے۔“ ڈاگ نے جلدی جلدی کہا۔

”فاسٹر گروپ۔ ٹھیک ہے میں اسے جانتا ہوں کافی ہوشیار گروپ
ہے۔“ ٹائیگر نے چونکتے ہوئے جواب دیا تو ڈاگ نے اثبات
میں سر ہلا دیا۔ ٹائیگر نے رخصت لیتے ہوئے واپسی کا رخ کیا اب اس
کا رخ فاسٹر کلب کی طرف تھا جو ڈارک ایریا کا سب سے بدنام کلب
سمجھا جاتا تھا۔

ٹائیگر سوچ رہا تھا کہ فاسٹر کو کسی ایسے طریقے سے اغوا کیا
جائے کہ اس کے باقی کلب سے لڑائی بھڑائی نہ لڑنی پڑے کیونکہ وہ پورا
علاقہ ہی فاسٹر کے زیر اثر تھا اور ویسے بھی فاسٹر اور ٹائیگر میں کچھ ماہ
پہلے ایک بات پر جھگڑا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے دونوں میں کافی گرما
گرمی ہو گئی تھی۔ اس لیے ٹائیگر نے پہلے اپنے ہونٹ کا رخ کیا ادھر
سے میک اپ تبدیل کر کے وہ ڈارک ایریا کے فاسٹر کلب میں جانے
کے لیے تیار ہو گیا۔ ٹائیگر کلب میں پہنچا ہی تھا کہ اچانک وہ علاقہ
پاروں جانب سے گولیوں کے شور اور انسانی چیخوں کی آوازوں سے
گونج اٹھا۔ ٹائیگر کو پھرتی سے ستون کی اوٹ لینی پڑ گئی کیونکہ کلب میں
اگر پولیس کے مابین لڑائی شروع ہو گئی تھی اور دونوں طرف سے فائر ہو

رہے تھے اس فائرنگ سے کلب میں موجود کئی لوگ مارے گئے تھے علاقہ دار حکومت کا سب سے بدنام ترین علاقہ تھا اس لیے ٹائیگر معلوم تھا کہ یہاں پولیس کبھی نہیں آئے گی۔ یہاں آئے روز ایسے قتل و غارت اور لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا تھا مگر نئی بات یہ تھی کہ پہلی وار فاسٹر کلب کے اندر ایسے کھلے عام لڑائی ہوئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ٹائیگر دونوں طرف کی پارٹیوں کو پہچان چکا تھا اس میں سے ایک پارٹی بلیک اینڈ وائٹ کلب سے متعلق تھی اور دوسرا گروپ فاسٹر کا تھا۔ بلیک اینڈ وائٹ گروپ شائد جان چکے تھے کہ ان کے کلب کی تباہی میں فاسٹر گروپ کا ہاتھ ہے۔ ٹائیگر نے ایک کونے میں کھڑے فاسٹر کو بھی پہچان لیا۔ اب ٹائیگر کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا جب وہ اکیلے فاسٹر پر قابو پا سکے فاسٹر ٹائیگر سے کچھ ہی فاصلے پر اب ایک ستون کی اوٹ سے مخالفین پر فائرنگ کر رہا تھا۔ ٹائیگر نے ریگتے ہوئے اور اپنے آپ کو گولیوں کی زد سے بچاتے ہوئے فاسٹر کی طرف بڑھنا شروع کیا پھر خاموشی سے اس کے عین پیچھے پہنچ کر کھڑی جھیلی کا وار اس کی گردن کے پچھلے حصے پر کیا تو اگلے ہی لمحے فاسٹر بغیر کوئی آواز نکالے بے ہوش ہو گیا۔ ٹائیگر کلب آنے سے پہلے ایسے ہی کسی حالات کی وجہ سے گاڑی میں ہی کلب آیا تھا۔ اس نے جھکے جھکے انداز میں دروازے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا اس کے ایک ہاتھ میں فاسٹر کا ہاتھ تھا جو ٹائیگر کے ساتھ ساتھ زمین پر گھسٹتا جا رہا تھا دروازے کے قریب پہنچ کر ٹائیگر نے ایک لمحے کے لیے دونوں گروپوں کی طرف دیکھا مگر کس

کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر وہ چھلانگ لگا کر کھڑا ہوا اور اگلے ہی لمحے بے ہوش فاسٹر کا جسم ایک جھکاکھاتے ہوئے اس کے کندھے پر تھا اس نکلے ساتھ ہی ٹائیگر نے دروازے سے نکل کر دوڑ لگا دی اور اپنی گاڑی کے قریب پہنچ کر بے ہوش فاسٹر کو گاڑی میں ڈالا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے پارکنگ سے باہر لایا اور سپینڈ بڑھاتا چلا آیا۔ ٹائیگر کا رخ اس وقت راستے میں آنے والی ایک زیر تعمیر کونکھی کی طرف تھا۔ ویسے بھی وہ سنسان جگہ تھی اور ٹائیگر فوری طور پر فاسٹر سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا تھا اس لیے اپنے کسی اڈے کی طرف جانے کی بجائے اس نے اس زیر تعمیر کونکھی کا رخ کیا۔ کچھ دیر میں وہ وہاں پہنچ چکا تھا۔ ٹائیگر نے گاڑی سے رسی نکالی اور فاسٹر کو اچھی طرح باندھ کر اس کونکھی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے بعد اس نے فاسٹر کو ایک جگہ بٹھایا اور خود اس کے منہ پر زور زور سے تھپڑ مارنے لگا۔ تیسرا اور پھر چوتھا تھپڑ پڑتے پر فاسٹر کو ہوش آ گیا اور اب وہ بڑی کینہ توڑ نظروں سے ٹیگر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”کون ہو تم اور مجھے کیوں باندھا ہے۔“ فاسٹر نے غراتے ہوئے کہا۔

”تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ ایک منٹ رو میں اپنا میک اپ تار دوں۔“ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اپنا اسک میک اپ اتار دیا۔ جس کے ساتھ ہی فاسٹر کے منہ سے حیرت کی وجہ سے آواز نکل پڑی۔

”اوہ۔ تو یہ تم ہو۔۔ ٹائیگر۔“ فاسٹر نے اس بار سنجیدہ ۱۱
میں جواب دیا۔

”اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو کچھ سوالوں کا جواب دینا ہو گا ورنہ
میرے بارے میں جانتے ہی ہو کہ میں پتھروں کو بھی بولنے پر مجبور کیا
دیتا ہوں۔“ ٹائیگر نے اس بار سرد لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے میں سچ بولوں گا۔“ فاسٹر نے آہستگی سے کہا
اس کو اپنی جان بچنے کی صورت نظر آ رہی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ
ٹائیگر کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر سچ بولنے پر ہو سکتا ہے کہ اس کی جان بچ
دی جائے ٹائیگر کے بارے میں اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ پورہ
انڈر ورلڈ میں سب سے زیادہ اصول پسند وہی ہے۔

”سیٹھ نظام کو بلیک اینڈ وائٹ کلب کے مالک فلمنگ کے کہنے
قتل کیا گیا تھا مگر یہ بات بھی کفرم ہو چکی ہے کہ فلمنگ کو حکم کسی لا
پارٹی نے دیا تھا۔ اب فلمنگ کے بلیک اینڈ وائٹ کلب کو تمہارا
گروپ نے میزائلوں سے تباہ کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ اصل آڈ
نے فلمنگ کو اس لیے راستے سے ہٹایا ہے کہ اس کا نام سامنے
آئے۔ مجھے اس اصل آڈی کا نام چاہیے جس نے تمہیں فلمنگ کو ہلا
کرنے کا ٹاسک دیا تھا۔“ ٹائیگر نے انتہائی سخت لہجے میں کہ
”ٹھیک ہے مگر تم وعدہ کرو کہ تم مجھے چھوڑ دو گے۔ میں تمہیں پو
تفصیل بتا دوں گا۔“ فاسٹر نے جواب دیا۔

”دیکھو فاسٹر تم اس پوزیشن میں نہیں ہو کہ تم مجھ سے اپنی شرائط

مکو اور اگر تم نام نہیں بتانا چاہتے تو میرے بارے میں جانتے ہی ہو کہ
میں جو کچھ جانتا چاہتا ہوں اس کو جان کر ہی رہتا ہوں۔ تمہارے جواب
کے بعد فیصلہ کروں گا کہ تمہیں چھوڑا جائے یا اذیت ناک موت مارا
بائے۔“ ٹائیگر نے کسی بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے کہا اور
ساتھ ہی اپنی جیب سے خنجر نکال کر اس کو فاسٹر کی آنکھوں کے سامنے
لہرایا۔

”میں بتا دیتا ہوں۔ کیونکہ میں تمہارے تشدد کا سامنا نہیں کر سکتا۔
میں آڈی وڈ لینڈ کا جنرل مینیجر جان ہے وہ ایک طرف تو یوگان کی کسی
سرکاری تنظیم کا فارن ایجنٹ ہے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ منشیات کی تنظیم
شائن سٹار کا پاکیشیا میں چیف بھی ہے۔ مجھے جان نے براہ راست فون
ر کے فلمنگ کی ہلاکت کا حکم دیا تھا مگر فلمنگ بہت ہوشیار آڈی تھا
اس وجہ سے میں نے پورے کلب کو میزائلوں سے تباہ کرنے کی تجویز
دی تھی تاکہ فلمنگ کے بچنے کا چانس نہ رہے۔“ فاسٹر نے
بتایا۔

”جان کا ایڈریس کیا ہے اور شائن سٹار نے پاکیشیا میں اپنے اڈے
کہاں کہاں بنا رکھے ہیں۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”میں صرف ایک چھوٹا سا مہرہ ہوں مجھے جو کام جان دیتا ہے وہی
انجام دینا ہوتا ہے اس کے علاوہ اس تنظیم کے بارے میں کچھ نہیں
جانتا۔“ فاسٹر نے جواب دیا۔ اس کے لہجے سے لگ رہا تھا کہ
وہ سچ بول رہا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے جان کا ایڈریس بھی

”تم نے جج بول کر اپنے آپ کو تشدد سے بچا لیا ہے مگر تم نے اتنے انسانوں کو ایک ساتھ ہلاک کر کے انتہائی سنگدلی کا ثبوت دیا ہے اس لیے تمہیں موت کی سزا دی جاتی ہے۔“ ٹائیگر نے سفاک لہجے میں کہا اور یکجہت اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر فاسٹر کے گلے میں گھونپ دیا۔ فاسٹر کو تڑپنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ ٹائیگر نے اپنا خنجر نکالا اور اس کو فاسٹر کے کپڑوں سے صاف کر کے واپس اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اب اس کا ارادہ جان کی رہائش گاہ پر جانے کا تھا کیونکہ اس وقت دوپہر کا وقت ختم ہو رہا تھا اور اس کو امید تھی کہ جان اپنی رہائش گاہ پر ہی ملے گا۔ ٹائیگر پوری تفصیل ایک بار ہی حاصل کر کے عمران کو بتانا چاہتا تھا اس وجہ سے ٹائیگر فاسٹر کے بتائے ہوئے ایڈریس کی جانب تیزی سے گاڑی بھاگ رہا تھا۔ جلد ہی اس نے مطلوبہ کوٹھی ڈھونڈ لی اور پھر کوٹھی کی پچھلی سمت آتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے گیس پمپ نکالا جس میں انتہائی تیز گیس موجود تھی اور اگلے ہی لمحے گیس پمپ سے نکلنے والے چھ سات کپسول کوٹھی کے اندر پہنچ چکے تھے۔ ٹائیگر نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد کوٹھی کی پچھلی سمت سے دیوار پھلانگی اور کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ کوٹھی کی پچھلی سمت سے ایک دروازہ اندرونی حصے میں جا رہا تھا۔ ٹائیگر نے سامنے کے رخ سے جانے کی بجائے اسی دروازے کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا مگر جیسے ہی وہ اندرونی حصے میں پہنچا اس کی آنکھیں حیرت سے اچانک پھیل گئیں کیونکہ زمین پر کچھ

افراد بے ہوش پڑے تھے جن میں عمران اور جوانا بھی شامل تھے۔ ٹائیگر جلدی سے عمران کی طرف بڑھا اور اس کو ہوش دلانے کی کوشش کرنے لگا۔ ٹائیگر کی کوششوں سے عمران کے تاریک ذہن میں اچانک جگنو سے جگمگانے لگے تھے اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں مگر اگلا لمحہ اس کے لیے بھی حیرت انگیز تھا۔ اس کے سامنے ٹائیگر موجود تھا جو جوانا کو ہوش میں لانے کے لیے اس کی ناک سے ایک چھوٹی سی بوتل لگائے ہوئے تھا۔

”تم یہاں کیسے پہنچے۔“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”باس میں نے اصل آدمی کا کھوج لگا لیا تھا اس کا نام جان تھا میں نے سوچا تھا کہ اس کی کوٹھی میں بے ہوشی کی گیس پھیلا کر جان پر قابو پا لوں گا مگر اندر آیا تو ان تین آدمیوں کے ساتھ آپ کو اور جوانا کو بھی بے ہوش پڑے دیکھا تو میں سمجھ گیا تھا کہ آپ پہلے ہی ادھر پہنچ چکے تھے مگر میری فائر کی ہوئی گیس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے اس وجہ سے میں نے سب سے پہلے آپ کو ہوش میں لانے کا فیصلہ کیا اور اب جوانا بھی ہوش میں آنے والا ہے۔“ ٹائیگر نے ہنودبانہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا اس کے ساتھ ہی اس نے جان کو تلاش کرنے کے بارے میں بھی تفصیل بتادی۔

”گڈ شو۔ ٹائیگر۔۔۔ تمہاری کارکردگی اچھی رہی ہے۔ اب ایسا کرو جوانا کے ساتھ مل کر ان تینوں بے ہوش افراد کو اٹھا کر باہر جوانا کی اڑی میں ڈال دو اور جوانا تم ان کو لے کر فوراً رانا ہاؤس پہنچو۔ میں

بھی کچھ دیر میں پہنچ جاؤں گا۔ ٹائیگر تم جا سکتے ہو۔“ — عمران نے جوتا کو ہوش میں آنے کے بعد ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ جوتا نے اثبات میں سر ہلا کر زمین پر گرے ہوئے تین آدمیوں میں سے دو کو اٹھایا اور باہر کی طرف چل دیا جبکہ ٹائیگر نے عمران کو سلام کر کے زمین پر گرے ہوئے تیسرے آدمی کو اٹھایا اور باہر نکل گیا اس کے بعد ٹائیگر نے اس آدمی کو جوتا کی گاڑی میں ڈالا اور کوشی کا گیٹ کھول کر جوتا کو جانے کا اشارہ دیا۔ جوتا کے گاڑی لے جانے کے بعد ٹائیگر نے گیٹ اندر سے بند کیا اور پھر کوشی کی کچھلی ست میں جا کر دیوار پھلانگ کر واپس اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ اس دوران عمران بھی باہر آچکا تھا اس نے بھی ٹائیگر کی طرح دیوار پھلانگی اور اپنی گاڑی کا رخ کیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ واپس رانا ہاؤس پہنچ چکا تھا۔ عمران نے رانا ہاؤس میں جا کر سب سے پہلے تو اپنا میک اپ تبدیل کیا اس کے بعد اس نے تہہ خانے کا رخ کیا جہاں ان تینوں بے ہوش افراد کو رکھا گیا تھا۔ جوزف عمران کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہو رہا تھا جبکہ جوتا پہلے سے ہی خاردار کوڑا ہاتھ میں پکڑے وہاں موجود تھا اس نے عمران کی ہدایات کے مطابق ان تینوں کو ہوش میں لانے کے لیے ایشی گیس کا انجکشن لگا دیا تھا۔ اس وجہ سے وہ تینوں افراد اب ہوش میں تھے۔

”تمہارا نام جان ہے اور تم شائن نثار کے چیف ہو پاکیشا میں۔“ — عمران نے چند لمحوں میں جان کی طرف دیکھنے کے بعد کہا۔ وہ جان کی رہائش سے ملنے والی فائل پڑھ چکا تھا۔

”ہاں میرا نام جان ہے مگر میں تو وڈ لینڈ کا جرنل میجر ہوں۔“ جان نے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”نہیں اپنی بات دہرانے کا عادی نہیں ہوں تمہاری رہائش گاہ سے شائن نثار سے متعلق فائل حاصل کی جا چکی ہے۔ اس لیے اب تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ جھوٹ مت بولو۔ ورنہ یہ دیوانہ سانی پڑیاں توڑنے کے ماہر ہیں۔“ — عمران نے جوزف اور جوتا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

”مم۔ میں سچ بول رہا ہوں۔“ — جان نے ایک دفعہ پھر کہا چاہا مگر اگلے ہی لمحوں میں اس کے حلق سے طویل چیخ نکلی چلی گئی۔ جوتا نے عمران کے اشارے پر یک دم خاردار کوڑا اس کے جسم پر کھینچ مارا تھا۔

”جوتا اس کی زبان کاٹ دینا اگر اس نے چلاتا بند نہ کیا تو۔“ — عمران نے سفاک لہجے میں کہا۔

”ابھی لو ماسٹر۔“ — جوتا نے ایسے انداز میں کہا جیسے اس کو تشدد کرنے میں بہت لطف آتا ہو۔

”نہیں پلیز مجھے کچھ نہ کہو میں شائن نثار کا چیف ہوں۔“ جان نے جوتا کو جارحانہ انداز میں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر خوف سے چلانا شروع کر دیا۔

”اس کے قریب ہی رک جاؤ جوتا۔ اب اگر اس نے جھوٹ لے کی کوشش کی تو اس کی انگلیاں کاٹ دینا۔“ — عمران نے نٹ لہجے میں کہا۔

”نہیں پلیز میں کچھ نہیں چھپاؤں گا مجھے کچھ مت کہو۔“ جان نے اب رونا شروع کر دیا۔ اس کا تعلق اس فیلڈ سے نہیں تھا اس لیے وہ ایک ہی کوڑے پر دل چھوڑ بیٹھا تھا اس کے علاوہ جونا کا قد و قامت ہی اس کو ڈرانے کے لیے کافی تھا۔

”اگر کچھ نہیں چھپاؤ گے تو فائدے میں رہو گے۔“ — عمر الان نے جواب دیا۔

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ سب کچھ بتا دوں گا۔“ — جان — سب سے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر غالب کو انواکس کے حکم پر کیا ہے۔“ — عمران — اچانک پوچھا۔

”کو کون ڈاکٹر غالب۔“ — جان نے یکدم چونکتے ہو۔ جواب دیا۔

”جونا اس کا ہاتھ کاٹ دو تاکہ اس کی یادداشت واپس آ سکے عمران نے جان کی بات کا جواب دینے کی بجائے جونا سے کہا۔؟

نے بھاری دستے والا خنجر پورے زور سے اس کے ہاتھ کے قریب د مارا۔ وہ عمران کا مطلب سمجھ گیا تھا کہ عمران کا مقصد صرف اس خنجر

خوفزدہ کرتا ہے تاکہ وہ تمام معلومات اگل دے۔ اس لیے اس ہاتھ کاٹنے کے بجائے خنجر ہاتھ کے قریب سے گزار دیا تھا۔

”وہ کرا۔۔۔ کراؤس۔ وہ کراؤس۔ یوگانی۔“ — جال

ہمت خنجر کو قریب آتے دیکھ کر نہ صرف جواب دے مٹی بلکہ اس خوف

شدت سے اس نے چلا چلا کر بتانا شروع کر دیا بے پناہ خوف کی وجہ سے اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ بولتے بولتے اچانک اس کو چکر آیا اور اگلے ہی لمحے اس کا سر ڈھلک گیا۔

”جوزف اس کو ہوش میں لا کر پانی پلاؤ۔ یہ اس پوزیشن میں آ گیا ہے کہ اب ہر بات سچ سچ بتا دے گا اب جونا کی شکل اس کے دماغ میں گھومتی رہے گی۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جوزف سے کہا۔

”ماسٹر یہ تو بہت ہی بزدل آدمی ہے۔“ — جونا نے بُرا سا نہ بتاتے ہوئے کہا اور پھر خنجر اور کوڑے کو مخصوص جگہ پر رکھ کر عمران کی کرسی کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اس دوران جوزف نہ صرف جان کو دُش میں لے آیا تھا بلکہ اس نے پانی بھی پلا دیا۔

”سنو جان۔ یہ تمہیں آخری موقع دیا گیا ہے۔ اس کے بعد تم پر دلی ترس نہیں کھایا جائے گا۔“ — عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”مجھے معاف کر دو۔ میں سچ سچ بتا دوں گا۔“ — جان نے انتہائی پریشان لہجے میں جواب دیا۔

”سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ کراؤس کون ہے اور ڈاکٹر غالب کو انوا نے کا مشن کس ملک کا ہے۔“ — عمران نے پوچھا۔ اس نے

ف اندھیرے میں تیر چلایا تھا کیونکہ اب تک صرف جان کا نام سامنے آیا تھا اس لئے اس نے جب ڈاکٹر غالب کے بارے میں

ماتو جان کا رد عمل عمران کی توقع کے عین مطابق تھا۔ ”کراؤس کا تعلق یوگان کی ایجنسی ہائی آپریشن سے ہے۔ ڈاکٹر

غالب کو اغوا کرنے کا مشن اکیرمیریا نے یوگان کو دیا تھا اور کراتوس کی ذہانت دیکھتے ہوئے ہائی آپریشن نے یہ مشن اس کے حوالے کر دیا۔ میراکام یہاں یوگان کے مفادات کی حفاظت ہے اس کے علاوہ میں شائن شار جو کہ منشیات کی طرز پر بین الاقوامی تنظیم ہے کا چیف بھی ہوں مگر یہ بات ہائی آپریشن سرورس والے نہیں جانتے اگر انہیں اس بارے میں پتہ چل جائے تو کراتوس مجھے اپنے ہاتھوں سے زمین میں زندہ گاڑ دے گا کیونکہ وہ منشیات فروشوں سے سخت نفرت کرتا ہے۔“ جان نے جواب دیا۔

”یہ دونوں کون ہے اور اصل کراتوس اور ڈاکٹر غالب کدو ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔ اس کا اشارہ ان دونوں بے ہوش افراد کی طرف تھا جن کو جان کے ساتھ لایا گیا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا ان دونوں کے میک اپ میں اصل مجرم ڈاکٹر غالب کو لے جانے کا میاب ہو چکا ہے۔

”شائن شار کا بحری جہاز مبینے میں ایک دفعہ اسمگلنگ کا سامان کر کا فرستان جاتا ہے۔ یہ دونوں اس جہاز میں کام کرتے ہیں۔ دونوں کے میک اپ میں کراتوس ڈاکٹر غالب کو لے کر فرار ہے۔ وہ جہاز کے ذریعے پہلے کا فرستان جانے کا ارادہ رکھتا ہے کے بعد وہاں کے حالات کے مطابق مزید فیصلہ کرے گا۔“ نے جواب دیا اور ساتھ ہی جہاز کا نام وغیرہ بھی بتا دیا۔ وہ اتنا ڈھکا کہ از خود ہی تمام معلومات فراہم کرتا جا رہا تھا۔

”اوہ۔۔ ویری بیڈ۔ کیا وہ جہاز روانہ ہو چکا ہے۔“ عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔

”وقت کیا ہوا ہے۔“ جان نے پوچھا۔ عمران نے گھڑی دیکھ کر وقت بتا دیا۔

”دس منٹ ہو چکے ہیں جہاز کو روانہ ہوئے۔“ جان نے جواب دیا۔

”جوزف اس کو ہاف آف کر دو۔“ عمران نے دروازے کی طرف بھاگتے ہوئے تیز آواز میں کہا اور پھر دوڑتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھتا چلا گیا اس دوران جوتا بھی اس کے پیچھے بھاگتا ہوا آیا اور سیدھا مین دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا تاکہ دروازہ کھول سکے اور عمران گاڑی لے جائے۔ اگلے ہی لمحے عمران کی گاڑی تیزی سے دوڑتی ہوئی دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ گاڑی کو تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے عمران نے اپنی جیب سے سیل فون نکالا اور جلدی جلدی دانش منزل رابطہ کرنے لگا۔

”ایکسٹو۔“ رابطہ ہوتے ہی طاہر کی آواز سنائی دی۔

”طاہر جتنی جلد ہو سکے ملٹری انٹیلی جنس کو حرکت میں لے آؤ اور بندرگاہ سے ایک بحری جہاز کو کا فرستان کے لئے چلے ہوئے دس منٹ ہو چکے ہیں۔ مجھے ہر صورت یہ جہاز واپس بندرگاہ پر چاہیے۔ میں بندرگاہ پہنچ رہا ہوں۔ تفصیل بتانے کا وقت نہیں ہے۔ ہری اپ۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور جہاز کا نام اور لوکیشن وغیرہ بتا دیں۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں ابھی جہاز کو واپس لانے کے انتظامات کرتا ہوں۔“ طاہر نے بھی سوال جواب کرنے کی بجائے حکم کی تعمیل کی۔ عمران نے اوکے کہہ کر کال ختم کی اور انتہائی تیز رفتاری سے ڈریونگ کرتے ہوئے ایک گھنٹے میں بندرگاہ پر پہنچ گیا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ملٹری انٹیلی جنس والے آپریشن مکمل کر چکے تھے اور جہاز کو تباہ کرنے کی دھمکی دے جہاز کو واپس بندرگاہ پر بلا لیا تھا۔ اس جہاز کے عین اوپر فضاء میں اب بھی ایک ہیلی کاپٹر منڈلا رہا تھا جبکہ تین لائچیں تین اطراف سے اس جہاز کو گھیرے ہوئے تھیں۔ عمران نے گاڑی روکی اور دوڑتا ہوا جہاز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ملٹری انٹیلی جنس کی کافی بڑی نفری بندرگاہ پر موجود تھی اور بندرگاہ کا وہ حصہ سیل آ جا چکا تھا۔ عمران نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کرایا۔ ملٹری انٹیلی جنس یہ آپریشن میجر دانش کی سربراہی میں پورا ہوا تھا اور میجر دانش کی عمر اس سے انچھی سلام دعا تھی۔

”عمران صاحب خیریت ہے۔ بڑی دوڑیں لگوا دی ہے آپ۔ آج تو ہمیں ایکسٹو کی جانب سے حکم دیا گیا تھا کہ آپریشن کے آپ سے مزید آرڈر لیں۔“ میجر دانش نے سلام کرنے کے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شکر کرو دوڑ گئی ہے کرنٹ نہیں لگا۔ جہاز سے کوئی باہر تو نہ آیا۔“ عمران نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔

”نہیں عمران صاحب۔“ میجر دانش نے مسکراتے ہو۔

جواب دیا۔

”ٹھیک ہے پورے عملے کو گرفتار کر کے جہاز کو سیل کر دو۔“ عمران نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے ہدایت دیں۔

”اوہ۔۔۔ یہ تو کافی بڑا آپریشن ہو گا کیونکہ جہاز کے سب کاغذات کلیئر ہیں اور یہ جہاز بھی غیر ملکی ہے۔“ میجر دانش نے اس بار چونکتے ہوئے میں جواب دیا۔

”فکر مت کرو۔ ذمہ داری ایکسٹو کی ہے اور میں ایکسٹو کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے حکم دے رہا ہوں۔“ عمران نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”ییس سر۔۔۔ حکم کی تعمیل ہو گی۔“ میجر دانش نے اس بار فوجی انداز میں کہا اور ساتھ ہی سیلوٹ مار کر تیزی سے اپنی ٹیم کی طرف مڑ گیا پھر چند منٹوں کے بعد ملٹری انٹیلی جنس کے افراد تیزی سے جہاز پر چڑھتے چلے گئے اور تقریباً بیس منٹ کے بعد جہاز کے سب عملے کو گرفتار کر کے جہاز سے اتارا جانے لگا۔ عمران بغور ایک شخص کو دیکھ رہا تھا مگر ابھی تک اسے کراؤس اور ڈاکٹر غالب کے قد قامت کا کوئی شخص نظر نہیں آیا تھا۔

”میجر دانش اس جہاز کا کپتان کون ہے۔“ عمران نے قریب آتے ہوئے میجر سے میں پوچھا۔

”عمران صاحب کپتان نے بھرپور مزاحمت کی کوشش کی تھی اور اسلحہ بھی نکال لیا تھا اس وجہ سے مجبوراً اس پر گولی چلائی پڑی جس سے

کر جتنی خوشی ہوئی ہے تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب تمہاری ٹریننگ میں خود کروں گا۔“ — عمران نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ اسے انپکٹر رستم کے فیصلے پر دلی خوشی محسوس ہوئی تھی۔

”کیا واقعی۔۔۔ عمران صاحب۔ آپ خود میری ٹریننگ کریں گے۔“ — دوسری طرف سے انپکٹر رستم کی خوشی سے کپکپاتی ہوئی آواز سنائی دی۔ کیونکہ وہ عمران کی صلاحیتوں کے بارے میں جان چکا تھا۔

”تیار رہنا تمہیں کسی بھی وقت کال کیا جاسکتا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”یس سر۔ آپ مجھے تیار پائیں گے۔“ — انپکٹر رستم نے فوراً جواب دیا۔

”اوکے۔ گڈ بائی۔“ — عمران نے کہا اور کال ختم کر کے اس ہارسل فون پر فیاض کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”فیاض اب تمہاری عادتیں بھی سدھارنی پڑیں گی۔“ — عمران نے بڑبڑاتے ہوئے خود کلائی کی۔

”یس فیاض از ہیر۔“ — رابطہ قائم ہونے پر فیاض کی مشکبرانہ آواز سنائی دی۔

تمہارے پاس بہت سی کم وقت ہے۔ اپنی پوری فورس ساتھ لے کر بندرگاہ پہنچ جاؤ۔ خشیات سے بھرا جہاز گرفتار کرتا ہے جس کا تعلق

وہ زخمی ہو کر بے ہوش ہو چکا ہے۔ میرے آدمی اس کی مرہم پٹی کر رہے ہیں۔“ — میجر دانش نے جواب دیا۔

”اوہ یہ تو برا ہوا۔ بہر حال تم اس پورے عملے کو باندھ کر جا سکتے ہو۔“ — عمران نے ہدایت دی۔

”جیسے آپ کا حکم عمران صاحب۔“ — میجر دانش نے کہا اور اپنے عملے کو ہدایات دینے لگا۔ اس کے ساتھی جہاز سے گرفتار کیے جانے والے عملے کو باندھنے لگے۔ کل ڈیرہ سو کے قریب لوگ تھے جن کو گرفتار کیا گیا تھا۔ عمران نے اپنا سیل فون نکالا اور اس بار انپکٹر رستم کا نمبر ڈائل کیا۔

”انپکٹر رستم سپیکنگ۔“ — رابطہ قائم ہونے پر رستم کی آواز سنائی دی۔

”ٹیم لے کر بندرگاہ پہنچ جاؤ۔ تمہاری ذہانت کا انعام دینے کا وقت آگیا ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اسے تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

”نہیں عمران صاحب۔ میں ان آفیسرز میں سے نہیں ہوں، صرف ایوارڈ اور ترقی کے چکر میں کام کرتے ہیں۔ میں نے چونکہ اس کیس پر کام نہیں کیا اس لیے میں اس کیس کو اپنے نام نہیں لے سکا اور نہ ہی مجھے ایسی ترقی قبول ہوگی۔“ — دوسری طرف سے انپکٹر رستم نے کہا اور آنے سے انکار کر دیا۔

”ویری گڈ رستم زمان۔ تم واقعی سچے آفیسر ہو۔ مجھے تمہاری بات

بین الاقوامی مجرم تنظیم شائن سار سے ہے۔“ — عمران نے تھوڑا سی بریفنگ دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی کال ختم کر کے سیل فون جیب میں رکھ لیا۔ عمران جانتا تھا فیاض ان معاملات میں واقعی بہت ہوشیا ہے اس لیے اب وہ یہ معاملہ اس کے سپرد کرنا چاہتا تھا تاکہ شائن سار کو پاکیشیا سے اور دنیا بھر سے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جاسکے۔ جان آ رہائش گاہ سے ملنے والی فائلوں میں شائن سار کے بارے میں مکمل تفصیلات درج تھیں۔ عمران جانتا تھا کہ پاکیشیا میں مشن مکمل کر کے پہلے انٹیلی جنس والے یہ انفارمیشن ان ممالک کو بھی پہنچا دیں گے جہاں جہاں شائن سار نے اپنا کاروبار پھیلا رکھا ہے تاکہ ایک ساتھ آپریشن کیا جاسکے۔ اور اس منشیات کی تنظیم کا قلع قمع کیا جاسکے۔ کچھ ہی دیر میں فیاض بڑی نفری کے ساتھ ادھر پہنچ چکا تھا اور بہت پر جوش تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عمران ایسے معاملات میں غلط بیانی نہیں کرتا۔ عمران نے پوری تفصیل بتانے کے بعد اپنے پاس موجود فائلیں فیاض کے حوالے کر دیں۔ اتنے بڑے کیس کا کریڈٹ ملنے پر فیاض کا چہرہ مسرت کی شدت سے لال سرخ ہو چکا تھا۔ وہ خوشی سے پھولا نہیں سا رہا تھا اور بار بار عمران کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے جہاز پر اپنے آدمیوں کی رد سے تلاشی لی اور بہت بڑی مقدار میں منشیات کا ذخیرہ دریافت کر لیا۔ فیاض نے اپنے کچھ آدمیوں کی ڈیوٹی بندرگاہ پر لگائی اور پھر باقی ٹیم کے ساتھ گرفتار کیے ہوئے افراد کو ملے واپس چلا گیا۔ عمران اس دوران اپنی پوری توجہ جہاز پر رکھے ہوئے

کیونکہ اسے یقین تھا کہ کراؤس اب بھی جہاز میں ہی چھپا ہوا ہے کیونکہ جان کی معلومات کے مطابق جب جہاز روانہ ہوا تھا تب کراؤس ڈاکٹر غالب کے ساتھ جہاز پر موجود تھا اور ملٹری انٹیلی جنس کے چھاپے سے لے کر اب تک جہاز سے کوئی بھی شخص فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ صرف جہاز کا کپتان ہی بتا سکتا تھا کہ کراؤس جہاز میں کہاں چھپا ہوا ہے مگر کچھ دیر پہلے عمران کو اطلاع ملی تھی کہ جہاز کا کپتان ہسپتال لے جاتے ہوئے دم توڑ گیا تھا۔ عمران نے فیاض کے جانے کے بعد جہاز کا رخ کیا تاکہ کراؤس اور ڈاکٹر غالب کو ڈھونڈ سکے مگر تین گھنٹوں کی انتہائی سخت ترین چیکنگ کے باوجود بھی جہاز سے مزید کچھ بھی نڈل سکا تھا۔ عمران کو تلاشی لینے سے پہلے پورا یقین تھا کہ کراؤس ڈاکٹر غالب کو لیے جہاز میں ہی کہیں چھپا ہو گا مگر پھر ناکامی کے بعد اس کے چہرے پر جیسے مایوسی چھا گئی اور وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا جہاز سے نیچے اتر آیا۔

اس لیے آپ کو تکلیف دینے چلا آیا۔ امید ہے آپ برا محسوس نہیں کریں گے۔“ کراتوس نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اب رہے نہیں مسٹر تھامسن تکلیف کیسی۔ مجھے تو خوشی ہے کہ میں آپ کے کام آ رہا ہوں۔“ تھامسن نے جواب دیا۔

”شکریہ۔ اگر پاکیشیائی حکام کی طرف سے اس جہاز پر اچانک ریڈ کا حکم دیا جائے تو اس صورت میں بچ نکلنے کا کیا کوئی راستہ موجود ہے۔“ کراتوس نے پوچھا

”آپ بے فکر ہو جائیں مسٹر جیکب۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ ہمارے تعلقات اوپر تک ہیں اس لیے ہمارے جہاز کو کوئی چیک نہیں کر سکتا۔“ تھامسن نے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

”مجھے اس بارے میں بتا دیا گیا ہے مگر میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتا۔“ کراتوس نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے آپ کی بات بھی اپنی جگہ درست ہے۔ اگر ایسا کوئی وقت آیا تو آپ سنور روم میں پہنچ جائیے گا اس کی شمالی دیوار پر چار مرتبہ مخصوص انداز میں ہاتھ مارنے پر فرش میں ایک خفیہ تہ خانہ اوپن ہو جائے گا۔ اس تہ خانے میں جہاز کے اوپر کی نقل و حرکت دیکھنے کے لیے مشینری اور آلات بھی موجود ہیں جو جہاز کے مختلف حصوں کی ویڈیوز دکھاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس تہ خانے میں ایک ہفتے کی ضرورت کی تمام اشیاء بھی موجود ہیں۔“ تھامسن نے اس بار تدریجی فخریہ انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

کراتوس ڈاکٹر غالب کو ہمراہ لئے جہاز پر پہنچ چکا تھا اور کپتان سے ملاقات کر کے ڈاکٹر غالب کو میڈیکل روم میں دوسرے مریضوں کے ساتھ پہنچا دیا گیا تھا جبکہ کراتوس بظاہر ڈیوٹی دینے کے بہانے میڈیکل روم سے باہر موجود تھا تاکہ ڈاکٹر غالب پر نظر رکھ سکے۔ جہاز روانگی کے لیے تیار تھا پھر جیسے ہی جہاز کو روانگی کا سگنل ملا کراتوس نے ایک طویل سانس لی اور اس کا تہا ہوا جسم یلخت پر سکون ہو گیا۔ کچھ دم بیٹھے رہنے کے بعد اس نے میڈیکل روم سے ایک ویل چیئر لی اور ڈاکٹر غالب کو اس پر بٹھا کر ویل چیئر گھسیٹا ہوا کپتان کے روم کی جانب بڑھ گیا۔

”آئیے مسٹر جیکب آئیے۔ تشریف لائیے۔“ کپتان نے کراتوس کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہت شکریہ مسٹر تھامسن۔ آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی تھیں

”اوہ ویری گڈ مسٹر تھامسن۔ یہ آپ نے بہت اچھی خبر دی ہے کم کیا براہ مہربانی آپ مجھے وہ جگہ دکھا سکتے ہیں تاکہ کسی بھی ایمر جنسی میمر فوری اقدام کر سکوں۔“ کراٹوس نے پوچھا۔

”ٹھیک ہے آئیے میں آپ کو وہ جگہ دکھا دیتا ہوں کیونکہ وہ جگہ میرے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔“ تھامسن نے جواب دیا اور کراٹوس کو لے کر جہاز کے اندرونی حصے کی طرف چلا گیا۔ کچھ دیر بعد کراٹوس وہ تہہ خانہ دیکھ چکا تھا اور اب مطمئن تھا کہ کسی بھی ایمر جنسی کی صورت میں ڈانچ دیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر غالب کو میڈیکل روم میں واپس پہنچا کر وہ خود میڈیکل روم کے باہر مخصوص جگہ پر بیٹھ گیا جہاں کپتان واپس اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ سفر شروع ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا کہ اچانک فضاء بلی کا پٹر کے شور سے گونج اٹھی۔ اس ساتھ ہی کرانسمیر پر بلی کا پٹر سے جہاز کو روکنے کے لیے اعلان جانے لگا۔ اس کے علاوہ تین سمتوں سے تین جدید اور تیز رفتار لانچ بھی جہاز کی طرف بڑھنے لگیں۔ جونہی کراٹوس تک یہ اطلاع پہنچے بری طرح چوکتے ہوئے اٹھا اور بھاگتے ہوئے میڈیکل روم میں داخل ہو کر ڈاکٹر غالب کے بیڈ کی طرف بڑھا جہاں وہ اب بھی طویل ہوشی کا انجکشن لگنے کی وجہ سے بے ہوش پڑے تھے۔ کراٹوس نے اچھٹکے سے ڈاکٹر غالب کو کندھے پر اٹھایا اور اسی خفیہ تہہ خانے کی طرف بھاگا۔

”ارے یہ آپ مریض کو لیے کدھر بھاگ رہے ہیں۔“ ام

میڈیکل روم کا انچارج ڈاکٹر سامنے آ گیا۔

”ڈاکٹر وقت نہیں ہے اس جہاز کو گھیرے میں لیا جا چکا ہے اگر زندگی بچانا چاہتے ہو تو چپ چاپ میرے پیچھے آتے جاؤ۔“ کراٹوس نے رکے بغیر اونچی آواز میں کہا۔ ڈاکٹر پہلے ہی جہاز کو گھیرے میں لیے جانے پر پریشان تھا اس وجہ سے وہ بھی سوچے سمجھے بغیر کراٹوس کے پیچھے بھاگ پڑا۔ کچھ ہی دیر میں کراٹوس ڈاکٹر غالب اور دوسرے ڈاکٹر کو لیے تہہ خانے میں داخل ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر نے تہہ خانے کو دیکھ کر نہ صرف حیرت کا اظہار کیا تھا بلکہ اپنی جان بچنے کی وجہ سے خوش بھی ہو رہا تھا اور کراٹوس کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق وہ کافی سالوں سے اس جہاز پر کام کر رہا تھا مگر آج تک اسے اس تہہ خانے کا علم نہیں ہوسکا۔ کراٹوس ایک بڑی سی مشین کے پاس کرسی پر بیٹھا ٹیلی سکرینوں کی مدد سے باہر کی صورتحال دیکھ رہا تھا۔ اس کی احتیاط پسندی اس کے کام آگئی تھی ورنہ اس کی زندگی کا پہلا مشن بری طرح ناکام تھا۔ وہ جہاز پر ہونے والی پوری کارروائی انتہائی سنجیدگی سے دیکھتا رہا۔ اس کو یقین تھا کہ تہہ خانے کی جو لوکیشن ہے اس کو اپن نہیں کیا جاسکے گا اور پھر جب جہاز کو واپس بندرگاہ کی جانب لے کر جاتے ہوئے مزاحمت کرنے پر کپتان کو گولی لگی تو اس وقت اس کی بے اختیار سانس نکل گئی کیونکہ سب سے بڑا خطرہ اس کپتان سے ہی تھا کیونکہ تہہ خانے کی لوکیشن پورے جہاز پر صرف کپتان ہی جانتا تھا لہذا کراٹوس اس لوکیشن پر چھپا ہوا ہے۔ جس ڈائریکشن میں کپتان کو

گولی لگی تھی اس بارے میں کراؤس کو یقین تھا کہ کپتان کی موت جلد ہی ہو جائے گی۔ اور پھر بندرگاہ واپس پہنچ کر اس نے ایک دفعہ پھر دوسری سرکاری یونیفارم پہنے افراد کو جہاز پر چڑھتے دیکھا تو وہ چونک گیا۔ اس بار وہ افراد ہر چیز کی باریک بینی سے تلاشی لے رہے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے منشیات کا ایک بڑا ذخیرہ برآمد کر لیا۔ جس کو دیکھتے ہی کراؤس کے چہرے پر نفرت کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ ایسے کاموں کو انتہائی کھٹیا سمجھتا تھا اور ایسے انسانیت کے دشمنوں کے لیے وہ خود بھی سفاک درندہ بن جاتا تھا۔

اب جہاز خالی ہو چکا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ جان کا کسی نہ کسی انداز میں رابطہ ان منشیات فروشوں سے ضرور ہے اور تعلق بھی خاصا گہرا۔ کیونکہ منشیات فروشوں کی ذہنیت وہ سمجھتا تھا کہ وہ کسی اجنبی فرد کو کبھی بھی صورت میں اپنے درمیان جگہ نہیں دے سکتے تو پھر یہ کیسے ممکن کہ اس کے ایک دفعہ کہنے پر کراؤس کو اس جہاز پر جگہ مل گئی۔ اس فیصلہ کر لیا تھا کہ یہاں سے نکلنے کے بعد وہ جان کے سنڈیکیٹ کو چہرے کا اگر اس کا منشیات فروشوں کے ساتھ تعلق ثابت ہو گیا تو پورے سنڈیکیٹ کو عبرت ناک موت دے گا۔ کراؤس اب تک سمجھ رہا تھا کہ منشیات کی وجہ سے جہاز پر ریڈ کیا گیا ہے مگر کچھ گزرنے کے بعد صرف ایک نوجوان جہاز پر داخل ہوا۔ اس نوجوان دیکھتے ہی کراؤس بری طرح چونک پڑا اور اس کے چہرے پر اترتے جیسے شبت ہو گئی تھی۔ اس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ نوجوان

اس جہاز تک پہنچ گیا ہے۔ اس نوجوان کے بارے میں اسے یقین تھا کہ یہ علی عمران کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

کراؤس نے اپنی جیب سے لاٹک ریخ ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد کال دینے لگا۔ جدید انداز کا بنا ہوا یہ ٹرانسمیٹر کسی صورت ٹریس نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یہ فکسڈ ون وے ٹرانسمیٹر تھا جس پر کال کی تو جا سکتی تھی مگر کال ریسیو نہیں ہوتی تھی۔ کچھ دیر میں مخصوص فریکوئنسی پر کال مل چکی تھی۔

”کراؤس کالنگ ٹونی۔“ کراؤس نے کال ملنے کے بعد کہا۔

”نہیں باس۔ ٹونی از میئر۔ اوور۔“ آواز سنائی دی۔

”ٹونی تمہارے رابطے پائیکیشیائی حکام سے کافی گہرے ہیں۔ چیک کر کے بتاؤ کہ اس جہاز پر ریڈ کس نے کیا ہے۔ اوور۔“ کراؤس نے کہا اور جہاز کی تفصیل بھی بتا دی۔

”نہیں باس۔ میں آپ کو تیس منٹ میں بتاتا ہوں۔ اوور۔“ ٹونی نے کہا۔ کراؤس نے اوکے اور اینڈ آل کر کر ٹرانسمیٹر آف دیا اور ایک مرتبہ پھر سکریں کی جانب دیکھنے لگا جہاں عمران جہاز کا ایک ایک ٹھوک بجا کر چیک کر رہا تھا۔ تیس منٹ گزرنے کے بعد کراؤس نے ایک مرتبہ پھر کال ملائی۔

”کراؤس کالنگ ٹونی۔ اوور۔“ کراؤس نے وہی جملہ

رایا۔

طرف سے ٹوٹی نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”تمہارا اندازہ درست ہے میں اس وقت جہاز میں ہی ہوں اور علی عمران جہاز کی تلاشی لے رہا ہے مگر مجھے امید ہے کہ وہ مجھے تلاش نہیں کر پائے گا۔ تم ایسا کر دو کچھ دیر کے بعد بندرگاہ پر پہنچ کر مجھے سٹل دینا۔ میں خاموشی سے جہاز سے اتر کر تمہارے طرف آ جاؤں گا۔ اور۔۔۔“ کراؤس نے کہا۔

”یس باس۔۔ ایسا ہی ہوگا۔ اور۔۔“ ٹوٹی نے جواب دیا۔
”گڈ۔۔ میں انتظار کروں گا۔۔ اور اینڈ آف۔۔“ کراؤس نے کہا اور کال ختم کر کے ٹرانسمیٹر ایک طرف رکھ دیا اور ایک مرتبہ پھر سکرینوں پر دیکھنے لگا جہاں عمران اب بھی جہاز کی تلاشی لینے میں مصروف تھا۔ وہ تقریباً تین گھنٹے تک پورے جہاز کی تلاشی لیتا رہا۔

اتنی بات تو وہ بھی سمجھ چکا تھا عمران کی توجہ کسی تہہ خانے کو ڈھونڈنے پر مبذول تھی مگر وہ بھی یہ تہہ خانہ ڈھونڈنے میں ناکام رہا پھر اس نے عمران کو جہاز سے واپس جاتے ہوئے دیکھا تو اس کے چہرے پر طنز یہ مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ جس انداز میں عمران جا رہا تھا اس سے لگ رہا تھا کہ عمران اپنی تلاش سے مایوس ہو چکا ہے۔ تہہ خانے میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی اور اس کا ذخیرہ ایک ہفتے تک کے لیے کافی تھا۔ میڈیکل روم کے ڈاکٹر کو کراؤس نے بار بار سوالات کرنے پر بے ہوش کر دیا تھا اس وجہ سے وہ بھی ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ اس کو یقین تھا کہ دو تین دن تک ابھی اس جہاز کو یہاں سے نہیں ہٹایا جائے

”یس باس۔ تفصیل کے مطابق یہ ریڈ ملٹری انٹیلی جنس نے پائیکٹریکٹ سروس کے سربراہ ایکسٹو کے کہنے پر کی ہے اور ایکسٹو کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے علی عمران اس ریڈ کا انچارج ہے جو کسی کا تلاش کر رہا ہے اور باس ہمارا ایک ایجنٹ جان مائیکل بھی علی عمران کے قبضے میں ہے۔ میں نے جان کے گھر سے خفیہ کیمروں کی ریکارڈنگ حاصل کی ہے۔ میرے علم میں یہ بات کچھ دن پہلے ہی آئی تھی کہ جہاز کا تعلق شائن سٹار سے بھی ہے اور اب جب اس جہاز کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا تو جان کا نام ایک مرتبہ پھر سامنے آیا جس وجہ سے اس سے بات کرنے کی کوشش کی مگر فون پر نہ ملنے سے ا۔۔ کچھ آدمیوں کو اس کے گھر بھیجا تھا۔ جنہوں نے اس کے اغوا کی سنا لی تھی۔ میرے آدمی کافی عرصے سے پاکیشیا میں موجود ہیں اس وجہ سے علی عمران کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ انہوں نے جان کے گھر خفیہ ریکارڈنگ حاصل کر لی تھی۔ اور۔۔“ ٹوٹی نے تفصیل آگاہ کر دیا۔

”ٹھیک ہے مجھے پہلے ہی اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ تم ف طور پر میرا آراں جانے کا بندوبست کرو۔ وہ سائنسدان بھی یہ ساتھ جائے گا۔ اس لیے فول پروف پلاننگ کرنا۔ میں کچھ دن تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اور۔۔“ کراؤس نے ہدایات دے دیں۔
”اوہ۔۔ باس کہیں آپ اس جہاز میں موجود تو نہیں اور اگر میں آسانی سے آپ کو جہاز سے نکلوا سکتا ہوں۔ اور۔۔“

گا۔ اب عمران کے جانے کے بعد وہ اپنے ایجنٹ کے سگنل کا انتظار کرنے لگا۔ اس دوران وہ کافی کی طلب ہونے سے خود ہی کافی بنا چکا تھا اور اب بڑے اطمینان سے کافی کے سپ لے رہا تھا۔ کافی پینے کے بعد اس نے اپنے چھوٹے سے ہینڈ بیک میں سے میک اپ کا سامان نکالا اور میڈیکل روم کے بے ہوش ڈاکٹر پر میک اپ کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ انتہائی تیزی سے مگر مہارت سے چل رہے تھے۔ کچھ ہی منٹوں کے بعد اس کمرے میں دو ڈاکٹر غالب موجود تھے۔ میڈیکل روم کے ڈاکٹر کو اپنے ساتھ لے آنے کا مقصد یہی تھا کہ کسی ایسی صورتحال میں اس کو استعمال کیا جاسکے اور اب اس کو ڈاکٹر غالب کا روپ دسا دیا گیا تھا کیونکہ ان دونوں کی جسمانی ساخت حیرت انگیز طور پر مل جاتی تھی اور کراتوس کو اپنے کیے گئے میک اپ پر پورا بھروسہ تھا کہ اس کو چیک نہیں کیا جاسکتا۔ کراتوس نے اپنے ہینڈ بیک کے ایک مخصوص خانے میں سے ایک چھوٹی سی شیشی باہر نکالی اور ایک خانے سے ایک سرخ نکال کر شیشی میں موجود محلول اس سرخ میں بھرنے لگا۔ انجکشن تیار کر کے اس نے نقلی ڈاکٹر غالب کی گردن کی پچھلی جانب ایک مخصوص رگ تلاش کی اور پھر وہ انجکشن اس رگ میں لگا دیا۔ اس ساتھ ہی کراتوس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ اس انجکشن زیر اثر اب نقلی ڈاکٹر غالب کسی بھی صورت میں چار دن سے پہلے ہی میں نہ آسکتا تھا۔ اب کراتوس نے ڈاکٹر غالب کو اپنے سامنے لٹایا پہلے تو اس کا میک اپ صاف کیا اس کے بعد اس کے ہاتھ ایک

پھر تیزی سے اور مہارت سے چلنے لگے۔ ابھی کچھ ہی منٹ گزرے تھے کہ ڈاکٹر غالب میڈیکل روم کے ڈاکٹر کے روپ میں آچکا تھا۔ اس کے بعد کراتوس نے اپنا میک اپ کرنے کے لیے سامان باہر نکالا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ بھی بالکل مختلف شخصیت کے روپ میں آگیا تھا۔ میک اپ کے مطابق اس نے اپنا بہروپ مقامی مزدوروں کا بنایا تھا اس کے علاوہ اپنے جوتوں کو اس نے مخصوص انداز میں دبایا تو اس کے جوتے کی ایڑی چار پانچ انچ مزید بڑھ گئی۔ اب اس کے تدوین کی وجہ سے اس پر شک نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ وہ اب پہلے سے بھی مزید لمبا نظر آ رہا تھا اس کے بعد وہ اپنے لباس پر مخصوص انداز میں ہاتھ پھیرنے لگا جس کے ساتھ ہی اس کے لباس میں یوں لگا کہ جیسے ہوا بھرنے لگی ہو اور دیکھتے ہی دیکھتے سڈول جسم لباس میں ہوا بھرنے کی وجہ سے فربہ ہو گیا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میک اپ کٹ بند کی اور بیک میں واپس ڈال دی۔ اس خفیہ کیبن میں جہاز کے باہر کے مناظر کو دیکھنے کے لیے بھی خفیہ مگر انتہائی طاقتور کیمرے لگے ہوئے تھے جو رات کی تاریکی میں بھی دن کی طرح کوئی بھی ویڈیو دکھا سکتے تھے۔ وہ سکرین کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ کر مشین پر موجود ٹن دبانے لگا۔ اب تین سکرینوں پر جہاز کے باہر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ مزید کچھ ٹن دبانے پر منظر تبدیل ہوتے جا رہے تھے۔ اچانک ٹن دباتے ہوئے وہ چونک گیا اس کے بعد اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ آچکی تھی کیونکہ اس نے عمران کو جہاز کے دائیں طرف ایک

گاڑی میں بیٹھے چیک کر لیا تھا۔

کراتوس نے اپنا ہینڈ بیک واپس اپنے لباس میں چھپا لیا اور پھر دونوں کندھوں پر دونوں ڈاکٹروں کو اٹھائے خفیہ کیمین سے باہر آ گیا۔ اب اس کا رخ دائیں جانب کے عرشے کی طرف تھا۔ اسی عرشے کی جانب اس نے عمران کی کار بھی چیک کی تھی۔ کراتوس نے اپنا منصوبہ ذہن میں پوری طرح ترتیب دے لیا تھا۔ عرشے کے قریب پہنچتے ہی اس نے اصلی ڈاکٹر غالب کو زمین پر لٹایا اور خود عرشے پر کھڑا ہو کر اس سمت دیکھنے لگا جدھر عمران کی گاڑی موجود تھی۔ چند ہی لمحوں میں اس کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو چکی تھیں۔ عمران اس وقت آنکھوں پر نائٹ گوگل لگائے اسی سمت دیکھ رہا تھا جدھر وہ کھڑا تھا۔ عرشے کی وجہ سے کراتوس کو یقین تھا کہ وہ اس کا حلیہ نہیں چیک کر پائے گا۔ اسی وقت عمران تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور جہاز کی طرف بھاگا۔

”علی عمران اگر ڈاکٹر غالب کو میں نہیں لے جا سکتا تو اب یہ پاکیشیا کے لیے کام کرنے کے بھی قابل نہیں رہے گا۔ میں اس کا قصہ ہی ختم کرنے لگا ہوں۔ یہ دیکھو تمہاری آنکھوں کے سامنے اس کو سمندر میں پھینکنے لگا ہوں۔“ کراتوس نے اپنے لہجے میں وحشیانہ پرا نمایاں رکھا تھا تاکہ عمران یہی سمجھے کہ وہ اپنے آپ کو گھیرے میں پا کر پاگل ہو کر یہ اقدام اٹھا رہا ہے اور ساتھ ہی اس کے وحشیانہ قہقہے بھی گونجنے لگے تھے۔

”رکو۔“ عمران کی چلاتی ہوئی آواز سنائی دی مگر اگلے ہی لمحے اس نے نقلی ڈاکٹر غالب کو پوری قوت سے سمندر میں پھینک دیا۔ کراتوس نے نقلی ڈاکٹر غالب کو مخصوص انداز میں یوں اچھال کر پھینکا تھا کہ وہ کافی دور سمندر کے پانی میں ایک زوردار چھپاکے سے گرا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے زمین پر بے ہوش پڑے ڈاکٹر غالب کو اٹھایا اور تیزی سے جہاز سے نیچے اترتا چلا گیا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ عمران نے اگلے ہی لمحے سمندر کی طرف دوڑ لگا دی تھی تاکہ ڈاکٹر کو بچا سکے۔ اس لیے کراتوس اب تیزی سے دوڑتا ہوا جہاز سے اتر کر عمران کی گاڑی تک پہنچا۔ گاڑی کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور چابی بھی گاڑی میں لگی ہوئی تھی۔ کراتوس کو یقین تھا کہ عمران نقلی ڈاکٹر غالب کو بچانے کی کوشش میں اپنی پوری قوت لگا دے گا۔ کراتوس ویسے تو اس طرح کسی انسان کو مارنے کے حق میں نہیں تھا کہ اس کو بے ہوش کر کے سمندر میں پھینک دیا جائے مگر جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ جہاز پر موجود عملہ نہایت فردشوں کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے تب سے اس نے ان افراد کو انسانوں کی فہرست سے ہی خارج کر دیا تھا اور ڈاکٹر کو نفرت زدہ انداز میں بے دردی سے سمندر میں پھینک دیا تھا۔ جس کو ڈاکٹر غالب سمجھتے ہوئے عمران اب اپنی جان کی بازی لگانے سمندر میں چھلانگ لگا چکا تھا۔ کراتوس نے ڈاکٹر غالب کو ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر بٹھا کر ان کے گرد بیٹ کس دی تاکہ گاڑی کے جھکوں سے ان کا توازن خراب نہ ہو پھر خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی کا انجن

شارٹ کیا اور تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا بندرگاہ سے دور ہوتا چلا گیا۔
 طاقتور انجن کی سپورٹس کار بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح دوڑ رہی
 تھی۔ کراتوس کے چہرے پر انتہائی اطمینان بخش مسکراہٹ تھی۔ جیسے وہ
 اپنی کامیابی پر بہت خوش ہو۔ اب اس کا رخ ایئر پورٹ کی طرف
 تھا کیونکہ اس کو یقین تھا کہ عمران اتنی جلدی بندرگاہ سے واپس شہر نہیں
 پہنچ پائے گا اور انسانی نفسیات کے مطابق عمران کے ذہن میں یہ بات
 نہیں آئے گی کہ اتنی جلدی وہ ایئر پورٹ کا رخ کر کے پاکیشیا سے
 فرار ہو سکتا ہے۔ کاغذات کا ایک سیٹ کراتوس کے چھوٹے سے ہینڈ
 بیک میں موجود تھا جو وہ آخری پتے کے طور پر شوکرنا چاہتا تھا۔ جس
 میں نئے حلیوں کے مطابق کراتوس اور ڈاکٹر غالب کے کاغذات موجود
 تھے۔ اس کی عادت تھی جب بھی وہ مشن پر جاتا تھا اپنے ساتھ دو تین
 حلیوں کے مطابق کاغذات بھی بنوا کر اپنے پاس رکھتا تھا تاکہ مشن میں
 رکاوٹ آنے پر ان کو استعمال کیا جاسکے۔ ڈاکٹر غالب کے کاغذات بھی
 وہ بنوا کر ساتھ لایا تھا اور کاغذات کے مطابق میک اپ سے وہ ان کا
 اور اپنا حلیہ تبدیل کر چکا تھا۔ تیز ڈرائیوگ کی وجہ سے کچھ ہی دیر میں
 شہر پہنچ چکا تھا پھر ایک سنان جگہ دیکھ کر اس نے جلدی سے اپنے ہینڈ
 بیک سے دو چھوٹی چھوٹی شیشیاں نکالی اور ساتھ ہی دوسری بھی نکال
 کر ان کو شیشیوں میں موجود ادویات سے بھر لیا۔ پھر ایک انجکشن ڈاکٹر
 غالب کے بازو میں لگا دیا اور پھر جیسے ہی ڈاکٹر غالب میں ہوش کے
 اثرات نمودار ہوئے۔ دوسرا انجکشن تیزی سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر غالب

کی گردن کے پیچھے ایک مخصوص رگ میں لگا دیا۔
 ”ڈاکٹر غالب تمہارا ذہن میرے قابو میں آچکا ہے۔ اب میں تمہیں
 جو بھی حکم دوں گا اس کی تعمیل تم اپنی جان پر کھیل کر بھی کرو گے۔“
 کراتوس نے انجکشن لگاتے ہی سخت لہجے میں کہا۔
 ”ہاں میں وہی کروں گا جس کا تم حکم دو گے۔“ ڈاکٹر
 غالب کی آواز نکلی۔

”گڈ۔ اب تمہارا نام راجر ہے اور تم سیاحت کے لیے پاکیشیا آئے
 ہوئے ہو۔ اب سے کچھ دیر کے بعد تمہاری واپسی کی فلائٹ ہے اور
 اب تم انگلش زبان میں ہی بات کرو گے۔ ہم دونوں آپس میں ساتھی
 اور رشتے دار ہیں اور میرا نام وکٹر ہے۔“ کراتوس نے مزید
 ہدایات دیں۔

”میں تمہاری ہدایات پر پوری طرح عمل کروں گا۔“ ڈاکٹر
 غالب نے جواب دیا۔ مگر اس بار انہوں نے انگریزی زبان استعمال کی
 تھی۔

”گڈ۔ اب سے ٹھیک پانچ منٹ بعد تم مکمل طور پر ہوش میں آ جاؤ
 گے۔“ کراتوس نے کہا اور ایک جھپٹے سے اپنی آنکھیں ڈاکٹر
 غالب کی آنکھوں سے ہٹا لیں۔ اس کے بعد وہ کچھ لمحے اپنی آنکھیں
 بند کیے بیٹھا رہا۔ پانچ منٹ گزرنے کے بعد ڈاکٹر غالب کی کراہ آواز
 سنائی دینے پر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

”کیسے ہیں مسٹر راجر۔“ کراتوس نے ڈاکٹر غالب کے

ہوش میں آنے پر پوچھا۔

”بالکل اے دن ہوں۔“ ڈاکٹر غالب نے جواب دیا تو کراتوس نے مسکراتے ہوئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈاکٹر غالب کے حلیے کے مطابق راجر کے کاغذات ان کو دے دیے جن کو ایک نظر دیکھ کر ڈاکٹر غالب نے اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اس سب کارروائی میں بیس منٹ سے زیادہ نہیں گئے تھے۔ اس دوران وہ اپنے ایجنٹ ٹونی کو کال کر چکا تھا اور اس کو ایئر پورٹ پہنچنے کی ہدایات دی تھیں اور اب وہ ایک دفعہ پھر ایئر پورٹ کی طرف گاڑی دوڑا رہا تھا۔ تیز رفتاری کی وجہ سے وہ اگلے تیس منٹ میں ایئر پورٹ پہنچ گیا۔ ایئر پورٹ پر ٹونی بھی مل گیا۔ جو کراتوس کے قد و قامت کی وجہ سے اس کی طرف خود ہی آگیا تھا۔

”باس۔ یہ رہے کاغذات اور ٹکٹ۔“ رکی دعا سلام کے بعد ٹونی نے ایک لفافہ کراتوس کی طرف بڑھا دیا۔

”گڈ۔ اب تم جا سکتے ہو۔“ کراتوس نے لفافہ کھول کر چیک کرنے کے بعد کہا۔ ٹونی سلام کر کے واپس چلا گیا۔

آران جانے والی فلائٹ میں ایک گھنٹہ بیجا تھا اس نے آران سے یوگان جانے کے لیے بھی ٹکٹ بک کروالی تھیں۔ آران پہنچنے کے آدھے گھنٹے کے بعد انہیں یوگان کی فلائٹ مل جاتی تھی۔ اب وہ ڈاکٹر غالب کو ساتھ لیے دیننگ ہال میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ بعد جہاز پر جانے کا اعلان ہوا تو کراتوس نے مسکراتے ہوئے

ڈاکٹر غالب کو ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور تھوڑی دیر بعد وہ دونوں جہاز کی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اگلے پانچ منٹ میں پائلٹ نے جہاز کو ٹیک آف کرنے کا اعلان کر دیا جس کے ساتھ ہی کراتوس کے چہرے پر بھرپور طنزیہ مسکراہٹ آگئی جو اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ علی عمران جیسا ناقابلِ تسخیر ایجنٹ اس کے ہاتھوں شکست کھا چکا تھا۔

کراتوس کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کی نظریں جہاز کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنے آپ کو ہر طرح کے حالات کے لیے ذہنی طور پر تیار کر لیا تھا اس لیے وہ انتہائی چوکنا ہو کر بیٹھا ہوا تھا جب کہ ڈاکٹر غالب نشست سے ٹیک لگا کر سوچکے تھے۔ آدھ گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد پائلٹ کا اعلان پھر سے جہاز میں گونجنے لگا۔ پائلٹ نے مسافروں سے تاخیر ہونے کے سبب معذرت کی اور ساتھ ہی خوشخبری دی کہ ان کا جہاز اب ٹیک آف کرنے کے لیے تیار ہے۔ کراتوس نے پاس سے گزرتی ہوئی ایئر ہوسٹس سے تاخیر کی وجہ جاننے کے لیے سوال کیا جواب میں ایئر جنسی میں ہائی لیول کی طرف سے کچھ سامان لوڈ کرنے کا مسئلہ بتایا گیا۔ کراتوس نے یکھت مسکراتے ہوئے امپراسنس لیا اور بے فکر ہو کر میگزین دیکھنے لگا۔ باقی تمام راستے وہ میگزین پڑھتا رہا۔ فلائٹ کے لینڈ کرنے کے بعد اس نے ڈاکٹر غالب کو جگا دیا۔ اس کے بعد مخصوص مراحل سے گزر کر وہ ایئر پورٹ سے باہر آچکا تھا۔ اس نے پبلک فون بوتھ سے اپنے چیف کو مخصوص الفاظ میں مشن کی کامیابی اور آئندہ کالانچ عمل بتایا اور اس کے بعد وہ ڈاکٹر غالب کو لیے ایئر پورٹ سے باہر موجود ایک کافی شاپ کی طرف بڑھتا ہوا گیا۔ اپنے لیے اور ڈاکٹر غالب کے لیے کافی کا آرڈر دینے کے بعد پرسکون انداز میں بیٹھ گیا۔ جلد ہی ان کا آرڈر سرور ہو چکا تھا۔ کافی پینے کے بعد اس نے کافی کا بل کپ کے نیچے رکھا اور ڈاکٹر غالب کو بلانے کا کہا۔ کیفے شاپ سے وہ ابھی باہر نکلے ہی تھے کہ اچانک وہ علاقہ

پاکیشیا سے آران پہنچنے کے بعد چونکہ اگلی فلائٹ کچھ ہی دیر بعد تھی اس لئے مسافروں کو اگلی فلائٹ کے بارے میں ہدایات ملنے لگی تھیں۔ تمام ضروری مراحل سے گزرنے کے بعد کراتوس ڈاکٹر غالب کے ساتھ جہاز میں بیٹھا یوگان جانے کے لیے بالکل تیار تھا۔ جہاز نے رن وے پر دوڑنا شروع کر دیا تھا مگر عین اسی لمحے پائلٹ کے کبین سے اعلان ہونے لگا جو جہاز کی اڑان میں کچھ دیر کی تاخیر کی ایئر جنسی وجہ بتا رہا تھا اس لیے جہاز آہستہ ہوا ریٹنگنا شروع ہو گیا تھا اور کچھ ہی دیر میں پھر سے پہلے والی جگہ پر جا کر رک گیا تھا۔ کراتوس کے چہرے پر سختی پھیل چکی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے جہاز روکنے میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہاتھ ہو اس وجہ سے وہ بے حد چوکنا ہو گیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس عین موقع پر کوئی چکر چلانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا

بس ہو چکا تھا۔ باقی دونوں حملہ آوروں نے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد اپنے پستل کا رخ اس کی طرف کر لیا اور پہلے والے ماسک مین نے تیزی سے گاڑی کو آگے بڑھا دیا۔ گاڑی تیزی سے اس جگہ سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ چند لمحات کے لیے تو کراٹوس بالکل بے حس ہو کر رہ گیا تھا مگر جلد ہی وہ ہوش میں آ گیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت انتہائی غصہ چھایا ہوا تھا۔ ایسا پہلی دفعہ اس کی زندگی میں ہوا تھا کہ اتھ آیا شکار اس قدر آسانی سے اس کے ہاتھوں سے کوئی اور اڑا کر لے جائے۔ کراٹوس نے ارد گرد دیکھتے ہوئے ایک ٹیکسی روکی اور اس کو اپنی رہائش گاہ کا ایڈریس بتا دیا اور نشست سے ٹیک لگا کر وہ گہری دوج میں ڈوب گیا۔

گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی تین آدمی ایک گاڑی سے نکل کر کراٹوس کی جانب بڑھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں میں مشین پستل پکڑے ہوئے تھے اور چہروں پر بلیک ماسک لگا رکھے تھے۔

”اے تم ادھر آؤ۔“ ایک ماسک مین نے اپنے مشین پستل کا رخ کراٹوس اور ڈاکٹر غالب کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ اس اچانک صورتحال پر وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا اور کبھی ڈاکٹر غالب کی طرف دیکھ رہا تھا کبھی حملہ آور افراد پر۔ تین مشین پستل اپنی طرف دیکھ کر وہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ جب تک وہ حرکت میں آتا۔ تین مشین پستل کی لاتعداد گولیاں اس کے جسم میں گھر کر چکی ہوتیں۔ ایک ماسک مین نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر غالب کے چہرے پر بھرپور مکہ مارا اور اگلے ہی لمحے ڈاکٹر غالب بے ہوش ہو کر زمین پر گر چکے تھے۔ اس ماسک مین نے ڈاکٹر غالب کو ایک جھٹکے سے اچھکے پر ڈالا اور جلدی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ گاڑی میں پہنچ کر اس نے ڈاکٹر غالب کو پچھلی سیٹ پر لٹایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کرنے کے بعد اپنے مشین پستل کا رخ کراٹوس کی طرف کرتے ہوئے اپنے آدمیوں کو واپسی کا اشارہ دیا۔ باقی دونوں آدمی ہوشیاری سے اٹنے قدموں اپنی گاڑی تک پہنچے اور جلدی سے گاڑی میں سوار ہو گئے اس وقت تک پہلے ماسک مین نے اپنے مشین پستل کا رخ کراٹوس کی طرف کر رکھا تھا جس کی وجہ سے کراٹوس

بہت تیز تھی اور دوسرا وہ شخص بھی شاید عالمی دوڑ میں حصہ لینے کے ارادے سے نکلا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ اس لیے وہ دونوں ہی اپنے آپ کو بروقت نہ روک سکے اور بریک لگاتے لگاتے گاڑی اس آدمی پر چڑھ دوڑی تھی۔ وہ آدمی گاڑی کی ٹکر کھا کر ہوا میں اڑتا ہو کافی دور جا گرا تھا اس کے کندھے پر موجود انسانی جسم بھی اس ٹکر سے دوسری جانب گرا تھا اس دوران گاڑی رک چکی تھی۔

تنویر جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور زخموں کی طرف دوڑا تا کہ ان کو بروقت طبی امداد دے سکے مگر جیسے ہی اس کی نظر زمین پر گرے ہوئے آدمی پر پڑی۔ اگلے ہی لمحے تنویر کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی کیونکہ یہ عمران تھا۔ اس نے عمران کی حالت دیکھتے ہوئے جلدی سے اسے اٹھایا اور گاڑی کی پیچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور پھر دوڑتا ہوا گیا اور دوسرے آدمی کو اٹھا کر گاڑی کی اگلی سیٹ پر بٹھایا اور گاڑی کو موڑ کر پشیل سروسز ہاسپتال جانے والی سڑک پر بھاگنے لگا۔

اس کے چہرے پر اس وقت پتھر یلا پن چھایا ہوا تھا۔ تنویر نے عمران کی جو حالت دیکھی تھی اس کے مطابق وہ سخت خطرے میں تھا۔ عمران کے سر کا پچھلا حصہ اس قدر زور سے سڑک سے ٹکرایا تھا کہ نہ صرف سر ہٹ گیا تھا بلکہ خون بھی اس قدر نکل رہا تھا کہ عمران کا چہرہ زردی مائل رہا تھا۔ تنویر نے ایک لمحے کے لیے گاڑی روک کر اپنی شرٹ پھاڑی اور عمران کے سر کے زخم پر باندھ دی اس کے علاوہ اس وقت وہ کچھ می نہیں کر سکتا تھا اپنی باندھ کر وہ پھر انتہائی رفتار سے گاڑی بھاگنے لگا

تنویر رات کے اس پہر اپنے ایک عزیز سے مل کر واپس آ رہا تھا۔ اس کی اطلاع اس نے پہلے ہی جولیا کو دے دی تھی اور آج کل کوئی کیس بھی نہیں تھا اس لیے جولیا نے اس کو اجازت دے دی تھی۔ رات کے وقت ساری سڑکیں ویران پڑی ہوئی تھیں اتنی سردی میں اور اتنی رات کو لوگ اپنے گرم بستروں کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر لیے سڑکیں بالکل ویران تھیں اور دور دور تک کوئی بھی گاڑی نظر نہ آ رہی تھی۔ تنویر نے یہی سوچتے ہوئے گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھ رکھی تھی گاڑی میں موسیقی کی ہلکی ہلکی آواز گونج رہی تھی تنویر اپنی تیز رفتار ڈرائیونگ اور موسیقی کو انجوائے کر رہا تھا کہ اچانک ایک موٹر سائیکل ہوئے نہ جانے کہاں سے ایک شخص اپنے کندھے پر کسی کو اٹھا۔ انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا سامنے آ گیا۔ تنویر نے اپنی پوری کوشش کی تھی کہ کسی طرح اس آدمی کو بچالے مگر ایک تو اس کی گاڑی کی رفتار

تاکہ جلد سے جلد ہاسپل پہنچ جائے جبکہ دوسرا آدمی صرف بے ہوش تھا اس کو کوئی خاص چوٹ نہیں آئی تھی۔

عمران کی حالت لمحہ بہ لمحہ گزر رہی تھی کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ تنویر نے سوچ لیا تھا کہ اگر عمران کو کچھ ہو گیا تو وہ خود کو سزا کے طور پر گولی مار لے گا۔ انتہائی تیز رفتار ڈرائیونگ کی وجہ سے تنویر دم منٹ میں ہی سپیشل سروسز ہاسپل پہنچ گیا۔ ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹروں نے عمران کی حالت دیکھتے ہوئے فوری آپریشن کا فیصلہ کیا اور پھر انہوں نے ڈاکٹر صدیقی کو بھی فون کر دیا تھا ڈاکٹر صدیقی عمران کی تشویش ناک حالت کے بارے میں سن کر نہیں منٹ میں ہاسپل پہنچ گئے عمران کو آپریشن روم میں لے جایا جا چکا تھا جبکہ تنویر نے دوسرے ہوش آدمی کو بھی ڈاکٹروں کے حوالے کر دیا تھا اور اب تنویر بے چارے سے آپریشن روم کے باہر ٹہل رہا تھا مگر تنویر کی فکر مندی ہر لمحہ بڑھتی رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے کے طویل آپریشن کے بعد ڈاکٹر صدیق آپریشن روم سے باہر آ گئے مگر ان کے چہرے پر پریشانی اور فکر منہ صاف نظر آ رہی تھی۔

”ڈاکٹر۔۔۔۔۔ وہ عم۔ عمران۔“ تنویر نے ڈاکٹر صدیقی کے چہرہ دیکھ کر گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”کچھ نہیں کہہ سکتا اس بارے میں تنویر صاحب۔ عمران صاف اس سٹیج پر پہنچ چکے ہیں جہاں دوا سے زیادہ دعا اثر کرتی ہے۔ اللہ کو یاد کریں۔ پہلی دفعہ عمران صاحب کی اتنی خراب حالت دیکھی

کہ میں خود بھی ڈر گیا ہوں۔“ ڈاکٹر صدیقی نے پریشان لہجے میں جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ نہیں ڈاکٹر۔ عمران کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ پلیز عمران کو بچاؤ۔“ تنویر نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

”تنویر صاحب میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہماری کوششوں کو قبول کر لے۔ میں اس بارے میں چیف کو اطلاع دے کر آتا ہوں۔“ ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا اور مڑ کر دوسری جانب چلے گئے جبکہ تنویر وہیں کھڑے کھڑے سجدے میں گر چکا تھا اور رو کر اللہ سے عمران کی زندگی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ تنویر کو اس طرح بے خودی کی حالت میں سجدے میں روتے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی کہ اچانک کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا مگر تنویر شائد اپنے ہوش میں نہیں تھا۔

”تنویر صاحب۔ اللہ دیکھی دلوں کی دعا ضرور سنتا ہے اور عمران صاحب کی ابھی ہم سب کو بہت ضرورت ہے اس لیے حوصلہ رکھیں۔ عمران صاحب جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔“ یہ سلیمان کی آواز تھی جو تنویر کو اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈاکٹر صدیقی نے ایکسو کو اطلاع دے دی تھی۔ ظاہر کو جب عمران کی حالت کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے فوراً سلیمان کو فون کیا اور اس کو ہدایت کی کہ جلد سے جلد ہاسپل پہنچے اور صورتحال دیکھ کر بتائے اور خود وضو کر کے جائے نماز اچھائے عمران کی صحت یابی کے لیے نفل پڑھنے لگا۔

”عمران کا کیا بنا۔ عمران کیسا ہے۔“ تنویر نے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

”ڈاکٹر صدیقی پھر آپریشن روم میں ہیں ابھی تک۔ انشاء اللہ عمران صاحب کو اللہ تعالیٰ صحت یابی عطا فرمائے گا۔“ سلیمان نے پرامید لہجے میں کہا۔

”آمین۔“ تنویر نے جلدی سے کہا۔

”تنویر صاحب ادھر سائیڈ روم میں چلے جائیں ادھر وضو کرنے کی جگہ بھی موجود ہے اور جائے نماز بھی موجود ہے۔ دو نفل پڑھ کر اللہ سے ان کی صحت یابی کی دعا مانگیں۔“ سلیمان نے جذباتی لہجے میں کہا اور خود بھی سائیڈ والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ تنویر نے سلیمان کا ساتھ دیا۔ نفل پڑھ کر نبھانے کتنی ہی دیر وہ دونوں سجدے میں پڑے رو کر عمران کی زندگی مانگتے رہے۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر صدیقی اندر داخل ہوئے اس بار ان کے چہرے پر اطمینان تھا۔

”مبارک ہو تنویر اور سلیمان صاحب۔ عمران خطرے سے باہر آچکے ہیں۔“ ڈاکٹر صدیقی کا لہجہ حقیقی خوشی سے بھرپور تھا۔

”اودہ یا اللہ تیرا شکر ہے تو بے شک رحمن و رحیم ہے اور دعا میری قبول کرتا ہے۔“ سلیمان نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ جبکہ تنویر بھی اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔

”کیا صاحب ہوش میں آچکے ہیں۔“ سلیمان نے پوچھا۔

”نہیں ابھی ان کو بے ہوشی کا انجکشن لگایا ہے ان کو اب نین چاہیے۔“

گھنٹوں کے بعد ہوش آئے گا۔ آپ لوگ ریکی میں چیف کو اطلاع دے کر آتا ہوں۔“ ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئے تقریباً تین گھنٹوں کے بعد ڈاکٹر صدیقی ایک دفعہ پھر عمران کے روم میں موجود تھے اور عمران کی حالت دیکھنے کے بعد اب وہ مطمئن تھے کیونکہ اب عمران ہوش میں آنے کے قائل ہو رہا تھا۔ عمران کے ذہن میں روشنی کا ایک نقطہ آہستہ آہستہ پھیل کر بڑا ہو رہا تھا اور تیز رفتار گاڑی سے ٹکرانے کا منظر اس کے ذہن میں جیسے نقش ہو گیا تھا۔ عمران نے ہوش میں آتے ہی لاشعوری طور پر اپنے آپ کو گاڑی سے بچانے کے لیے حرکت کرنے کی کوشش کی مگر اگلے ہی لمحے اس کے حلق سے بے اختیار سسکی سی نکل گئی۔ اس کا جسم پوری طرح کھپکھپا ہوا جس کی وجہ سے عمران حرکت نہیں کر سکا تھا ورنہ اس طرح جھٹکا کھانے سے اس کے ٹانگے کھل سکتے تھے۔

”لینے رہو عمران۔ اب تم خطرے سے باہر ہو۔“ عمران کے کانوں میں تنویر کی آواز گونجی تو اگلے ہی لمحے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحات تک وہ خالی نظروں سے دیکھتا رہا مگر پھر اس کی آنکھوں میں بھی ذہانت کی چمک واپس آگئی اور تنویر اور سلیمان کو دیکھ اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

”وہ ڈاکٹر غالب کیا دوبارہ مجرموں کے ہاتھوں لگ گیا ہے۔ گاڑی سے ٹکرانے سے پہلے میں نے ڈاکٹر غالب کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔“ عمران نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

”تم میری گاڑی سے ٹکرائے تھے عمران اور تمہارے کندھوں پر موجود آدمی بھی زمین پر گر گیا تھا تم دونوں کو اٹھا کر میں سیدھا ہاسپٹل آیا مگر تمہاری حالت دیکھ کر میں اس بے ہوش آدمی کے بارے میں معلوم نہیں کر سکا تھا۔ اب جا کر چیک کرتا ہوں کیونکہ اس آدمی کو بھی ڈاکٹروں کے حوالے کر دیا تھا۔“ ————— تویر نے جلدی جلدی سارے واقعات بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ ویری گڈ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گیا ہے اور ڈاکٹر غالب بھی محفوظ ہیں۔“ ————— عمران نے بے اختیار اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب! آپ کو باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے خاموش لیٹے رہیں ورنہ آپ کی بہتری کے لیے آپ کو نیند کا انجکشن لگا دیا جائے گا۔“ ————— ڈاکٹر صدیقی نے عمران کو مسلسل باتیں کرتے دیکھ کر گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”مگر پہلے زمانے میں تو سنانے کے لیے لوری دی جاتی تھی مگر کیا اب آپ نے کوئی ایسا فارمولا ایجاد کر لیا ہے کہ لوری کو نیند کے انجکشن میں بند کر لیا ہے۔“ ————— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ کے لیے تو ایسا ہی کرنا پڑے گا۔“ ————— ڈاکٹر صدیقی نے عمران کا چیک اپ کرتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر صدیقی اس دوسرے آدمی کا کیا بتا جو بے ہوش آیا تھا۔“

عمران نے پوچھا۔

”وہ آدمی اب تک بے ہوش ہے مگر اس کو کوئی زخم وغیرہ نہیں آیا اور نہ ہی کوئی اندرونی چوٹ آئی ہے مگر اس کی بے ہوشی اب تک سمجھ میں نہیں آئی ہے۔ میں ابھی وہیں سے ہی آرہا ہوں۔“ ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا۔

”اس کا خصوصی دھیان رکھیے گا یوں سمجھ لیں وہ شخص قوم کے لیے سرمایہ ہے۔ بڑی مشکل سے اس کو بازیاب کروایا ہے مجرموں سے۔“ ————— عمران نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ مگر وہ ہے کون۔“ ————— ڈاکٹر صدیقی نے جلدی سے پوچھا۔

”وہ ڈاکٹر غالب ہیں جن کے اغوا کی وجہ سے سرکاری سطح پر بہت زیادہ بے چینی پائی جا رہی تھی۔“ ————— عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اپنی قوت ارادی کے بل بوتے پر وہ اب تک باتیں کرتا رہا تھا مگر اب اس کے ذہن میں پھر سے دھماکے شروع ہو گئے تھے۔

”آپ دونوں اگر جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں عمران صاحب کی حالت اب خطرے سے باہر ہے مگر ان کو آرام کی اشد ضرورت ہے۔ اس لیے ان کو انجکشن لگانے لگا ہوں تاکہ یہ پرسکون نیند سو جائیں۔ کل جب یہ سو کر اٹھیں گے تو انشاء اللہ بہت بہتر ہو چکے ہوں گے۔“ ————— ڈاکٹر صدیقی نے سرنج میں دوائی بھرتے ہوئے کہا۔ عمران بھی خاموش رہا کیونکہ اس کو اپنی ذہنی حالت کا اندازہ ہو رہا تھا کہ

اب اس کو واقعی آرام کی ضرورت ہے اور ڈاکٹر غالب کے بارے میں اس کو پریشانی نہ رہی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ تنویر بھی ذمہ داری خوب نبھاتا ہے اور ڈاکٹر غالب کے بارے میں اس نے جتنا بتایا تھا اس کے بعد تنویر نے سوچ لیا تھا کہ ڈاکٹر غالب کے ہوش میں آنے تک وہ ہاسپٹل میں ہی رہے گا۔ جبکہ سلیمان عمران کے لیے دعائیں کرتا ہوا واپس چلا گیا۔

اگلے دن جب عمران سو کر اٹھا تو اس کو اپنی طبیعت بہت بہتر محسوس ہوئی۔ پھر ڈاکٹر صدیقی سے مشورے کے بعد عمران کو ایک دن اور ہاسپٹل میں گزارنا پڑا تھا۔ خصوصی دوائیوں کے استعمال سے اس کے زخم بھی جلدی بھر رہے تھے۔ اس دوران عمران نے ایک دفعہ جا کر ڈاکٹر غالب کو بھی دیکھا جو کہ اب تک بے ہوش تھے۔ ڈاکٹر ز ابھی تک ان کی بے ہوشی کی وجہ نہ جان پائے تھے۔ ان کے جو بھی ٹیسٹ ہوئے تھے ان سب کے مطابق تو ڈاکٹر غالب اچھے بھلے تھے مگر ان کی یہ پراسرار بے ہوشی سب کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ عمران نے خود بھی ڈاکٹر غالب کا معائنہ کیا تھا مگر پھر یہ سوچ کر چپ ہو گیا تھا کہ ہو سکتا کہ اندرونی کسی چوٹ کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو جو کہ کچھ وقت میں ختم ہو جائے گی۔ پھر ڈاکٹر صدیقی نے دو دن مزید عمران کو ہاسپٹل میں رکھ کر تیسرے دن اس کو ڈسچارج کر دیا تھا۔ ان دو دنوں میں ڈاکٹر صدیقی نے عمران کے منع کرنے کے باوجود زیادہ تر اس کو نیند کا انجکشن ہی لگائے رکھا تھا۔

ڈاکٹر غالب کو بے ہوش ہوئے آج چوتھا دن تھا۔ عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے بید کے قریب پہنچ گیا۔ عمران کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ڈاکٹر غالب کی بے ہوشی کیوں نہیں ختم ہو رہی جبکہ ڈاکٹر صدیقی نے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے بھی مشورہ کیا تھا اور طرح طرح کے ٹیسٹ بھی کر لیے تھے مگر ڈاکٹر غالب ہوش میں نہ آئے تھے۔ عمران اور ڈاکٹر صدیقی اس وقت ڈاکٹر غالب کے روم میں تھے اور ڈاکٹر مجمل بدستور بے ہوش تھے۔ وہ دونوں مزید ٹیسٹ کرنے کے بارے میں مشورہ کر رہے تھے کہ عین اس وقت ڈاکٹر غالب نے کراچے ہوئے کروٹ لینے کی کوشش کی۔ عمران چونک اٹھا اس نے جلدی سے ڈاکٹر غالب کو دیکھا جو اب اچانک ہی اٹھ کر بستر پر بیٹھ چکے تھے اور حیرت زدہ انداز میں عمران اور ڈاکٹر صدیقی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”کو کون ہو تم لوگ۔“ ڈاکٹر غالب کے منہ سے نکلا۔
 ”اوہ۔۔۔ یہ ڈاکٹر غالب کی آواز نہیں ہے۔“ عمران نے
 ڈاکٹر غالب کی آواز سنتے ہی اچھلتے ہوئے کہا۔
 ”کون ڈاکٹر غالب۔ میرا نام ڈاکٹر رابن ہے اور میں جہاز پر
 ڈاکٹر ہوں۔ مگر آپ لوگ کون ہیں اور میں کہاں ہوں۔ مجھے اس آدمی
 نے دھوکے سے بے ہوش کر دیا تھا۔“ ڈاکٹر رابن نے حیرت
 بھرے لہجے میں سوال کیا۔ جب کہ اگلے ہی لمحے عمران کا ہاتھ اپنے سر
 پر پہنچ چکا تھا۔ وہ کراؤس کی چال کو سمجھ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ ڈاکٹر

راہن سے سوالات کرتا رہا۔ عمران کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ڈاکٹر راہن کا تعلق صرف جہاز سے ہے وہ کراؤس یا ڈاکٹر غالب کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔

”عمران صاحب یہ کیا ہو رہا ہے میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔“ ڈاکٹر صدیقی نے پوچھا۔

”ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنے والا مجرم ایک اور چال چلنے میں کامیاب ہو گیا ہے بہر حال آپ اس کا چیک اپ کر لیں اتنی دیر میں انٹیلی جنس کو اطلاع کر دوں کہ ان کا ایک مجرم ادھر بھی موجود ہے۔“ عمران نے آگے بڑھ کر نقلی ڈاکٹر غالب کا میک اپ چیک کیا۔ واقعی بہت ہی مہارت سے میک اپ کیا گیا تھا عمران نے رانا ہاؤس فون کر کے جدید میک اپ واشر منگوا لیا۔

پھر اگلے ایک گھنٹے کے اندر جوزف میک اپ واشر لے کر نہ صرف آچکا تھا بلکہ نقلی ڈاکٹر غالب کا میک اپ بھی اتارا جا چکا تھا۔ اس دوران سوپر فیاض خود ڈاکٹر راہن کو گرفتار کرنے آ گیا تھا۔ میک اپ اتارے جانے کے بعد ڈاکٹر صدیقی نے فائل چیک اپ کیا اور ڈاکٹر راہن کو لے جانے کی اجازت دے دی۔ سوپر فیاض کے جانے کے بعد عمران نے بھی ڈاکٹر صدیقی سے رخصت لی اور جوزف کے ساتھ رانا ہاؤس آ گیا۔ اتنی زبردست شکست پر عمران سر دھننے لگا تھا۔ مجرم نے واقعی سپر ماسٹر ہونے کا ثبوت دیا تھا اور انتہائی ذہانت سے آخری لمحے تک عمران کو شکست سے دوچار کئے رکھا اور آخر کار اصل ڈاکٹر

غالب کو لے کر فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو گیا لیکن اب عمران کو اتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ مجرم یوگان کی انجینی سے متعلق ہیں۔ عمران نے رانا ہاؤس میں اپنے مخصوص کمرے میں پہنچتے ہی فون اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”ایکسٹو۔“ طاہر کی مخصوص آواز گونئی۔

”جناب عمران بول رہا ہوں۔ مجرم انتہائی ذہانت سے فرار ہونے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ ان چار دنوں میں ہو سکتا ہے کہ اب تک مجرم ڈاکٹر غالب کو ساتھ لیے ملک سے بھی فرار ہو گیا ہو۔ اس وجہ سے اگر آپ اپنے کسی ایجنٹ سے مجرم کے اور ڈاکٹر غالب کے قد و قامت کے مطابق ایئر پورٹ وغیرہ سے چیکنگ کرا لیں تو اصل صورتحال سامنے آ سکتی ہے۔“ عمران نے مسلسل بولتے ہوئے تفصیل بتا دی۔ عمران نے ڈاکٹر راہن کے ہوش میں آنے پر جب اس کو چیک کیا تھا تو اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ڈاکٹر راہن کو ٹرانس میں لے کر گہری نیند سلا یا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ پتہ نہ چل سکا تھا کہ اصل ڈاکٹر غالب کی جگہ اور شخص موجود ہے۔

”اوکے۔ میں چیک کراتا ہوں۔“ ایکسٹو نے مخصوص آواز میں کہا اور فون کاٹ دیا پھر کچھ دیر کے بعد فون کی کھنٹی بجنے لگی تھی اور عمران نے فون اٹھالیا۔

”یس علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”مجرم آج سے چار دن پہلے رات کو آران کے لیے پرواز کر چکے تھے اور آران سے پتہ چلا ہے کہ مجرموں نے پاکیشیا سے آران پہنچنے کے بعد اگلی ہی فلائٹ سے یوگان پرواز کی تھی، وہ دونوں اکیمریمین میک اپ میں تھے اور رپورٹ کے مطابق ڈاکٹر غالب بھی ہوش مندی میں ہی جہاز پر سوار ہوئے تھے مگر ان کے چلنے سے لگتا تھا جیسے گہری نیند میں ہوں۔ مجرم کو مخصوص قد و قامت کی وجہ سے پہچان لیا گیا ہے۔“ ایکسٹو کی مخصوص آواز گونجی۔

”اس کا مطلب ہے کہ اب ان مجرموں سے ان کے ملک میں دو ہاتھ کرنے ہی ہوں گے تاکہ ڈاکٹر غالب کو واپس لایا جاسکے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”میں نے مخصوص ذرائع سے معلوم کر لیا ہے کہ ڈاکٹر غالب اب یوگان کی ہائی ایجنسی کی تحویل میں نہیں ہیں۔ ان کو یوگان پہنچنے ہی اغوا کر لیا گیا تھا۔“ ایکسٹو نے انکشاف کیا۔

”جناب کیا تفصیل معلوم ہوئی ہے۔“ عمران نے حیرت کی شدت سے سوال کیا۔

یہ اطلاع ملتے ہی اس کے ذہن میں دھماکے سے شروع ہو گئے تھے۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اب ڈاکٹر غالب کو کہاں ڈھونڈا جائے۔ پہلے تو مارگٹ بالکل سامنے تھا مگر اب ڈاکٹر غالب کو ڈھونڈنے کا مسئلہ پڑ جائے گا پہلے ہی ان کے اغوا کی وجہ سے ملکی سلامتی کو مسائل درپیش آرہے تھے۔ عمران کی آنکھوں میں فکر مندی کے سائے لہرانے لگے تھے۔

”میں نے قارن ایجنٹ کو الرٹ کر دیا ہے۔ اب دیکھو کیا تفصیل پتہ چلتی ہے۔“ ایکسٹو نے جواب دیا۔

”اوکے یاس۔ میں بھی اپنی طرف سے بھرپور کوشش کرتا ہوں کہ جلد سے جلد ڈاکٹر غالب کا پتہ لگا سکوں۔“ عمران نے کہا۔

”اوکے۔ مگر اب یہ کام جلدی کرنا ہو گا کیونکہ سرسلطان نے اطلاع دی ہے کہ ڈاکٹر غالب کے اغوا ہونے کی وجہ سے ان کا پراجیکٹ جس پر پاکیشیا کی سلامتی کا انحصار ہے وہ شدید خطرے میں ہے اور کچھ دن تک اس پر توجہ نہ دی گئی تو وہ ختم ہو جائے گا۔ اس پر میں نے سر داور سے بات کی ہے کہ وہ اس پر خصوصی توجہ دیں تاکہ ڈاکٹر غالب کی عدم موجودگی کے باعث وہ پراجیکٹ ختم نہ ہو جائے۔ سر داور نے کہا ہے کہ وہ اپنی پوری کوشش کریں گے کہ پراجیکٹ پر کام کر سکیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ دراصل ڈاکٹر غالب کی عادت ہے کہ وہ کام کے ختم ہونے پر ہی اس کو دوسرے سائنسدانوں سے ڈسکس کرتے ہیں۔ اس وجہ سے کوئی بھی پراجیکٹ کو سمجھ نہیں پا رہا ہے۔“ ایکسٹو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے چیف۔ دعا کریں میں جلد ہی ڈاکٹر غالب کو رہا کروا لوں گا۔“ عمران نے جواب دیا تو ایکسٹو نے اوکے کہہ کر فون رکھ دیا۔ عمران نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کر کے صوفے پر ٹیک لگالی۔

اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تو اس نے آنکھیں کھولیں

اور جلدی سے فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ عمران کے ذہن میں ایک خیال آیا تھا جس کو وہ چپک کر نا چاہ رہا تھا مگر پھر کچھ سوچ کر رسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اس نے سوچا تھا کہ ایک دفعہ دانش منزل پہنچ کر ہی فون کرے گا۔ اس وجہ سے اب وہ دانش منزل جا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد عمران دانش منزل پہنچ چکا تھا اور اس نے حسی طور پر یہ معلوم کر لیا تھا کہ ڈاکٹر غالب کو اغوا ایکریمیا کے اشارے پر کرایا گیا ہے مگر ابھی تک یہ بات کنفرم نہیں ہوئی تھی کہ یوگانہ ایجنسی کی حراسہ سے ڈاکٹر غالب کو کس نے اغوا کرایا ہے۔

”عمران صاحب۔ یہ مجرم جس کا نام آپ نے کراؤس بتایا۔ بہت ہی چالاک اور ذہین ہے۔ اس نے بہت چالاکी سے مشن پورا کر لیا ہے اور آپ کو ایک طرح سے نچائے رکھا ہے۔“ طاہر نے کافی کامک عمران کے سامنے رکھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں بہت لمبے عرصے کے بعد کسی ذہین مجرم سے پالا بڑا ہے اس نے انسانی نفسیات کا خوب فائدہ اٹھایا ہے کہ نقلی ڈاکٹر غالب سمندر میں پھینک کر اصلی کو لے کر میری ہی گاڑی میں ایئر پورٹ پہنچا گیا۔ اب ایسے حالات میں یہ ہی کیا جاسکتا تھا کہ اپنی پوری جان ڈاکٹر غالب کو سمندر میں ڈوبنے سے بچاؤں اور ایسا کرنے میں کامیاب ہوا تو بھی اس سپر مانیٹڈ کا داؤ چل گیا اور اس نے نقلی ڈاکٹر غالب کو طویل عرصے کے لیے بے ہوش کر دیا تھا اب جب ڈاکٹر غالب نے ہوش میں آنا تھا تب ہی پتہ چلتا تھا کہ وہ اصلی نہیں ہیں ا

رہی سبھی کسر میرے ایکسیڈنٹ نے پوری کر دی۔ اور اتنا وقفہ اس کے لیے بہت تھا پاکیشیا سے فرار ہونے کے لیے۔“ عمران نے کراؤس کی ذہانت سراہتے ہوئے کہا۔

”مگر عمران صاحب اب مجرم کی صرف تعریفیں کرنے سے ہی تو ڈاکٹر غالب واپس نہیں مل جائیں گے۔“ طاہر نے برا سامنہ ہناتے ہوئے کہا اس کو شاید عمران کے مقابلے میں کراؤس کی جیت پسند نہیں آتی تھی۔

”بے فکر رہو طاہر۔ میں نے اب تک ہار نہیں مانی ہے۔ تم ٹیم کو تیار رہنے کا حکم دے دو۔ میں اس دوران ضروری انتظامات کر لوں۔“ عمران نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

”اوہ تو کیا آپ ایکریمیا جانے کا سوچ رہے ہیں۔“ طاہر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں یوگانہ۔ کیونکہ ابھی تک یہ کنفرم نہیں ہو رہا ہے کہ ڈاکٹر غالب کو دوبارہ کس نے اغوا کیا ہے اس کے لیے کلیو یوگانہ سے ہی ملے گا۔ میں نے مائیکرو یوگانہ بھیجے کا ارادہ کیا ہے تاکہ ٹیم کے آنے تک کوئی کلیو حاصل کر سکے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب کیا ٹیم ساتھ جائے گی۔“ طاہر نے پوچھا۔

”نہیں۔ مشن کے لیے کیپٹن ٹکلیل، صالحہ اور چوہان کو تیار رہنے کا حکم دے دو۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔ مگر اس بار آپ فارن ٹیم کو ساتھ کیوں نہیں لے جا رہے

مشن کے سلسلے میں خصوصی انتظامات کر سکے۔ طاہر کے چہرے پر مسکراہٹ آچکی تھی عمران کی بات سن کر وہ سمجھ گیا تھا اب اس کو بھی گاہے بگاہے مشن پر کام کرنے کا موقع ملتا رہے گا۔

ہیں۔“ — طاہر نے پوچھا۔

”میں نے سوچا ہے کہ اب حالات کے مطابق ہر دفعہ ٹیم بدلا کروں گا کیونکہ اس طرح صدیقی اور اس کے ساتھی فورسٹارز احساس کمتری کا شکار ہو رہے ہیں جس سے ان کی کارکردگی میں فرق پڑ سکتا ہے کیونکہ طویل عرصے فارن ٹیم ہی بیرونی مشن پر کام کر رہی ہے جس کی وجہ سے فورسٹارز نے اپنے آپ کو بے کار سمجھنا شروع کر دیا اور اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ پوری ٹیم کو ہی حالات کے مطابق استعمال کروں گا۔“ — عمران تفصیل بتانے لگا۔

”ہاں یہ بات تو درست ہے مگر فورسٹارز پاکیشیا کے اندر بہت خوب کام کر رہے ہیں ان کی وجہ سے پاکیشیا میں بڑی سطح کے جرائم میں بہت کمی واقع ہوئی ہے۔“ — طاہر نے اعتراض کیا۔

”تم بھی ٹھیک کہہ رہے ہو۔ بہر حال اس مسئلے پر آکر توجہ دینا“ — عمران نے کہا۔

”عمران صاحب اگر پوری ٹیم میں مجھے بھی شامل کر لیا جائے تو ہمارا حرج ہے ویسے میں بھی اس طرح فارغ رہ رہ کر احساس کمتری کا شکار ہونا شروع ہو جاؤں گا۔“ — طاہر نے اچانک معصوم سے لہجہ کہا۔ اس کی بات سن کر عمران کا قہقہہ ابل پڑا۔

”بے فکر رہو۔ جو پہلے ہی زیر و ہو اور وہ بھی بلیک تو اس نے طر کس احساس کمتری کا شکار ہونا ہے بہر حال امید پر دنیا قائم ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر مصافحہ کر کے دروازے کا رخ کیا تا

”بہت شکر یہ چیف۔ یہ مشن تو بہت آسانی سے مکمل ہو گیا ہے۔ علی عمران کا ذہن کبھی بھی اس واقعہ کو قبول نہیں کرے گا کہ اس نے خود ہی مشن کی انٹارمیشن دی ہیں۔ مگر پھر بھی وہ آخری لمحے تک کسی بھوت کی طرح میرے پیچھے لگا رہا تھا۔“ کراٹوس نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم عقل اور ذہانت میں علی عمران سے کہیں آگے ہو۔“ چیف جیکب نے کہا۔ اسی دوران فون کی ٹھنسی بجنے لگی۔

”پھر کسی سرکاری عہدے دار کا فون ہو گا ہمارے ایجنسی کی تعریف کے لیے۔“ چیف جیکب نے مسکراتے ہوئے کہا جبکہ کراٹوس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آگئی تھی۔

”چیف آف ہائی آپریشن سروس۔“ چیف جیکب نے فخریہ انداز میں تعارف کراتے ہوئے کہا اور پھر دوسری طرف کی بات سننے کے بعد شکر یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔

”سیکرٹری دفاع کا فون تھا ہائی آپریشن کی اس کامیابی پر مزید مراعات اور اختیارات دیئے جا رہے ہیں۔“ چیف جیکب نے مسکراتے ہوئے فون کے بارے میں بتایا۔

”گڈ۔ یہ ہماری ایجنسی کے لیے یقیناً فخر کی بات ہے۔“ کراٹوس نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ مائی بوائے یہ سب تمہاری ذہانت اور کوشش سے ملا ہے مگر

کراٹوس اکڑتا ہوا اپنے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے بہت بڑی سلطنت فتح کر کے آوا ہو۔ ڈاکٹر غالب کو یوگان میں آتے ہی متعلقہ حکام کے حوالے کیا چکا تھا۔ انٹرپورٹ پر ڈاکٹر غالب کا اغوا بھی اس کی پلاننگ کا حصہ تھا۔ ”ویکم مائی بوائے تم نے اس صدی کا سب سے حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ علی عمران کی موجودگی بلکہ علی عمران کو ہی ذریعہ بنا مشن کو مکمل کر لیا ہے۔ مجھے تم پر فخر ہے اور تمہاری وجہ سے تمام سرکار حکام باری باری فون کر کے ہائی آپریشن سروس کی کارکردگی کی نہ صرا تعریف کر رہے ہیں بلکہ ہمارے اختیارات میں بھی مزید اضافہ کر گیا ہے۔“ چیف آف ہائی آپریشن سروس جیکب ہاؤنڈ نے اختیار اپنی کرسی سے اٹھ کر بہت جذباتی انداز میں کہا اور ساتھ ہی آ بڑھ کر کراٹوس کو گلے لگا لیا۔

جب وہ ملک چھوڑنے لگے تو اس کی اطلاع فوری دیں۔ ان کی طرف سے اطلاع ملی تھی کہ علی عمران کا بہت خطرناک ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور کچھ دن ہسپتال میں پڑا رہا تھا۔ ہسپتال سے فارغ ہونے کے کچھ دن بعد وہ اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ اکیرمیریا پرواز کر گیا ہے۔“ چیف جیکب نے بتایا۔

”اس کا مطلب ہے کہ عمران براہ راست ادھر پہنچ کر ڈاکٹر غالب کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بہر حال ایک دفعہ ڈاکٹر غالب کو اکیرمیریا کے حوالے کرنے کے بعد عمران اس کو اگر چھڑوا بھی لیتا ہے تو وہ ہماری سرردی نہیں ہوگی۔ اس لیے چیف جلد سے جلد میرے خیال میں ڈاکٹر غالب کو اکیرمیریا کے حوالے کر دینا چاہیے۔“۔ کراؤس نے سوچنے کے بعد مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ میں ابھی سیکرٹری دفاع سے رابطہ کر کے آج ہی ڈاکٹر غالب کو اکیرمیریا کی تحویل میں دینے کی بات کرتا ہوں۔“۔ چیف جیکب نے جواب دیا۔ اس سے پہلے چیف جیکب فون کرتا۔ فون کی آواز ایک مرتبہ پھر بجنے لگی تھی۔

”جیکب سپیکنگ فراہم ہائی آپریشن۔“۔ جیکب نے رسیور کان پر لگانے کے بعد اپنا تعارف کرایا اور پھر دوسری طرف کی بات سن کر یس سرکہہ کر فون رکھ دیا۔

”کیا ہوا چیف۔ کس کا فون تھا۔“۔ کراؤس نے چیف کو خاموش دیکھ کر کہا۔

مجھے ایک بات سمجھ نہیں آرہی کہ تم نے فون پر باقاعدہ ڈرامہ کرنے ا کیوں کہا تھا کہ اپنے ہی آدمیوں کو بھیج کر ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنے ا ڈرامہ کیا جائے۔“۔ چیف جیکب نے پوچھا۔

”چیف آپ کو جو تفصیل بتائی تھی اس کے مطابق عمران کو اتنا معلوم ہو چکا ہے کہ ڈاکٹر غالب کا اغوا ہماری ایجنسی نے کروایا ہے ا آپ بھی عمران کی عادت کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ صرف ا مشن پر ہی توجہ دیتا ہے باقی باتوں کی اس کو پرواہ نہیں ہوتی۔ اس ا اگر ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنے کا ڈرامہ نہ کیا جاتا تو پاکیشیا سیکرٹ سرا اور ہمارے درمیان ٹھنی رہتی مگر اب بظاہر ڈاکٹر غالب کو اغوا کر لیا ہے اور حملہ آور کا کوئی نشان پتہ نہیں ہے۔ ہم لوگ بھی اپنی پوری کوشش ظاہر کریں گے ڈاکٹر غالب کو ٹریس کرنے کی اور یہی کوشش اکیرمیر بھی باور کرائی جائے گی کہ وہ اس ڈرامے کو اسی طرح جاری رکھیں خفیہ طور پر ڈاکٹر غالب کو اکیرمیریا کے حوالے کر دیا جائے گا۔ ہم تو وہ کی کوششیں دیکھ کر علی عمران بھی یہی سمجھ گئے کہ ہم ڈاکٹر غالب کو تلاش کر رہے ہیں۔ اس طرح وہ براہ راست ہمارے مقابلے میں آنے ا بجائے ان حملہ آوروں کو ہی تلاش کرتا رہے گا جنہوں نے ڈاکٹر عالم کو اغوا کیا ہے جبکہ اس دوران ڈاکٹر غالب کو اکیرمیریا کے حوالے کر جائے گا۔“۔ کراؤس نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”دیری گڈ۔ بہت زبردست پلاننگ ہے۔ میں نے پاکیشیا ا اپنے ایجنٹس کو وارنٹ کر دیا ہے کہ علی عمران کی نگرانی جاری رکھیں

”سیکرٹری دفاع کا فون تھا۔ مزید حکم یہ ملا ہے کہ ہم لوگوں نے چلو دنوں تک ڈاکٹر غالب کی حفاظت کرنی ہے کیونکہ اکیرمیا کو اطلاع مل چکی ہے کہ عمران حرکت میں آچکا ہے اس لیے انہوں نے بہت بڑی مراعات یوگان کو دے کر اس بات پر راضی کر لیا ہے کہ ہماری ایجنسی ہی ڈاکٹر غالب کی کچھ دن کے لیے حفاظت کرے گی اور پھر مناسب موقع پر اکیرمیا ڈاکٹر غالب کو حاصل کر کے اپنی کسی جدید لیبارٹری میں بھیج دیں گے جو تیاری کے آخری مراحل میں ہے بس کچھ دنوں کا کام باقی ہے۔“ جیکب نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اکیرمیا یوگان کو قربانی کا بکرا بنانا چاہتا ہے۔ ٹھیک ہے میرا نام بھی کراؤس ہے اب میں دیکھوں گا کہ عمران یوگان میں کیسے کامیاب ہوتا ہے اور اکیرمیا ڈاکٹر غالب سے کیسے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔“ کراؤس نے جذباتی انداز میں کہا۔

”مائی بوائے کسی ایجنٹ کے لیے جذباتی انداز میں سوچنا بہت خطرناک ہوتا ہے۔“ چیف جیکب نے فوراً سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

”مگر چیف۔“ کراؤس نے کہنا چاہا۔

”آرڈر از آرڈر مائی بوائے۔ ہمیں حکومت کے آرڈر کو ماننا ہوگا۔“

چیف نے سمجھایا۔

”اوکے چیف۔“ کراؤس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے جب تک عمران یوگان نہیں آجاتا تم آرام کرو اور عیش

کرو۔“ چیف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک یو چیف میں اپنی رہائش گاہ پر ہی موجود ہوں گا۔ آپ کو جب میری ضرورت ہو تو رابطہ کر لیں۔“ کراؤس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور اجازت لے کر واپس چلا آیا۔ ہیڈ کوارٹر سے نکلنے کے بعد وہ اپنی رہائش گاہ پر جانے کی بجائے گولڈن کلب چلا گیا۔ گولڈن کلب کا مالک مائیکل اس کا نہ صرف اچھا دوست تھا بلکہ مائیکل ٹاپ فیلڈ ایجنٹ بھی رہ چکا تھا مگر ایک واقعے کے بعد اس کا اپنی ایجنسی کے چیف سے جھگڑا ہو گیا اور وہ اس کو قتل کرنے کے کارمن سے یوگان بھاگ آیا تھا۔ یہاں آ کر اس نے گولڈن کلب بنا لیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے انتہائی ٹریڈ ایجنٹس کا ایک چھوٹا سا گروپ بھی بنا لیا اور معاوضہ لے کر حکومتوں سے ان کے کام کر دیتا تھا۔ مائیکل نے اپنے گروپ کا نام بھی گولڈن گروپ رکھا ہوا تھا اور اس کا گروپ آج تک کسی کام میں ناکام نہیں ہوا تھا۔ یورپین ممالک میں اب گولڈن گروپ کا نام کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے جہاں ان حکومتوں کے ایجنٹس ناکام ہو جاتے تھے وہاں گولڈن گروپ کو آگے کیا جاتا تھا۔

کراؤس گولڈن کلب میں داخل ہونے کے بعد سیدھا مائیکل کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گولڈن کلب کا ماحول انتہائی پرکشش تھا اور امراء کے لیے خصوصی دلچسپی رکھتا تھا۔ کراؤس نے دروازے پر رک کر مخصوص انداز میں دستک دی۔ اگلے ہی لمحے دروازہ کھل چکا تھا۔

”ویلم مائی فرینڈ۔۔ مجھے تمہاری حیران کن کامیابی کی اطلاع مل

چکی ہے کہ تم نے علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی موجودگی میں مشن مکمل کیا ہے۔“ ایک لمبے قد کا جوان آدی تیزی سے کرا سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔ اس کے سر کے بال گولڈن کلر کے تھے اور کندھوں تک جمبول رہے تھے اپنے چہرے مہرے سے وہ کسی ایکشر فلموں کا ہیرو نظر آ رہا تھا۔

”شکریہ مائیکل۔۔۔ یہ مشن مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔“ کرا تو اس نے مسکرا کر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

”بہت خوب۔۔۔ یہ واقعی تم ہی ہو سکتے تھے جو علی عمران کو شکست دے سکتے تھے اور اس خوشی میں میری طرف سے دعوت کا انتظام کیا جائے گا مگر فی الحال تمہارے لیے تمہارا پسندیدہ گولڈن مشروب منگواتا ہوں۔“ مائیکل نے کہا اور فون اٹھا کر مشروب لانے کی ہدایات دینے لگا۔ گولڈن مشروب مختلف پھلوں کو مختلف مقدار میں مکس کر کے بنایا جاتا تھا۔ مائیکل جانتا تھا کہ کرا تو س شراب نہیں پیتا اس لئے اس نے خود ہی مشروب منگوا لیا تھا۔ پھر مشروب آنے تک وہ دنوں مشن کے متعلق باتیں کرتے رہے۔

”اب تم تفصیل تو جان چکے ہو اور یہ بھی جان چکے ہو کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔“ کرا تو س نے مشروب کا آخری گھونٹا بھرنے کے بعد گلاس کو میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”مگر میں سمجھ نہیں پایا تم اس سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔“ مائیکل نے جواب دیا۔

”یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ عمران صرف اپنے مشن پر ہی توجہ رکھتا ہے اور ایک دو آدمیوں کو مارنے سے ایجنسیاں ختم نہیں ہو جاتیں۔ اگر عمران اور اس کا گروپ ہمارے ہاتھوں مارا بھی جائے تو پاکیشیا تو ختم نہیں ہو جائے گا اس کا مطلب ہے کہ کوئی اور گروپ انتقام کی غرض سے آجائے گا اور تم جانتے ہو مجھے اس طرح کے کاموں سے الجھن ہوتی ہے اس لئے میں نے چیف کو کہا بھی تھا کہ ہم اکیرمیا کی جنگ کیوں لڑیں مگر ہمارے لیڈروں کے لیے مراعات ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ اس لیے اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اس طوفان کا رخ ایسے موڑ دوں کہ یوگان محفوظ رہے اور ایسا اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اغوا کرنے والا گروپ سامنے آجائے۔ اس صورت میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ساری توجہ اس گروپ کی طرف ہو جائے گی اور اگر تم عمران اور اس کے ساتھیوں کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہو تو تمہیں انہیں باور کرانا ہوگا کہ تم کسی بین الاقوامی تنظیم کے تحت ڈاکٹر غالب کو اغوا کر چکے ہو اور پھر ایسی صورت حال پیدا کر دو گے کہ وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں مگر تمہیں خود کو اور اپنے گروپ کو انتہائی خفیہ رکھنا ہوگا اور ایسے کام کرنا ہوگا کہ تمہارے گروپ کی نشاندہی نہ ہو سکے۔ تاکہ جب تم منظر عام سے غائب ہو تو تم تک کوئی نہ پہنچ سکے۔“ کرا تو س نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں تمہاری بات سمجھ چکا ہوں اور عمران کا کام کرنے کا انداز بھی جانتا ہوں۔ تمہارا کام ہو جائے گا بے فکر رہو مگر چونکہ یہ تمہارا

شناخت ہو جائے گی اس کے علاوہ ایک خاص مدت تک سیلائیٹ کے ذریعے وائس چیکنگ بھی ہوگی۔ وائس چیکر میں ڈاکٹر غالب۔ علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی مادری آوازیں اور نام محفوظ کرا دیئے جائیں گے کیونکہ انسانی نفسیات کے مطابق کوئی بھی ایک طویل عرصے کے لیے اپنی مادری زبان نہیں چھوڑ سکتا۔ کسی بھی موقع پر وہ لاشعوری طور پر ہی سبھی مگر اپنی مادری زبان میں بات کر لیتا ہے۔ اس کے علاوہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ میرا ارادہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو مارنے کا ہرگز نہیں ہے اور اس کی وجہ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اس وجہ سے اپنی پلاننگ ایسے انداز میں کرنا کہ سب کچھ کنٹرول میں رہے۔ میں تمہارے ساتھ ویسے بھی پوری طرح راجلے میں رہوں گا۔“ کراتوس نے کہا اور مائیکل نے پوری بات سننے کے بعد اثبات میں سر ہلادیا اور اس کی پلاننگ اور وضاحت کے مطابق ہی اپنی پلاننگ مرتب کرنے لگا۔ جس کے جواب میں کراتوس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت لی اور گاڑی میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ کا رخ کیا۔

ذاتی کام نہیں ہے اس لیے تمہیں اپنی حکومت سے معاوضہ دلوانا ہوگا۔“ مائیکل نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”معاوضے کی تم فکر نہ کرو۔ تمہیں تمہارے معاوضے سے زیادہ عی ملے گا۔“ کراتوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر بے فکر ہو جائے تمہاری پلاننگ کے مطابق سارا کام ہو جائے گا۔“ مائیکل نے جواب دیا۔

”بہت شکریہ۔۔۔ یہ لو معاوضہ پورا ایڈوائس کی شکل میں اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاوضہ تمہاری سوچ سے زیادہ عی ہوگا۔“ کراتوس نے گاریڈ چیک پر رقم لکھ کر سائن کرتے ہوئے مائیکل کی طرف بڑھا دیا۔

”بہت شکریہ دوست۔ معاوضہ بہت پرکشش ہے۔“ مائیکل نے چیک ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”جو بھی صورتحال ہو مجھے سیل فون پر اطلاع کرتے رہنا۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے ایجنٹس کو ایکریمیا میں بھی الرٹ کر دیا ہے۔ جیسے ہی عمران اور اس کے ساتھی ادھر آئے تو ان کی نگرانی شروع کر دیا جائے گی ویسے میرا ذاتی طور پر خیال یہ ہے کہ عمران صرف دکھادی کے لیے ایکریمیا گیا ہے وہاں سے وہ لوگ ایکریمین میک اپ ٹم یوگان آئیں گے۔ اس لیے یوگان ایئر پورٹ پر ایف جی ڈیوائس لگانے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ جس بھی میک اپ میں ہوں گے ان کی قومیت کے مطابق ان کے جسمانی رنگ

انہوں نے گائیکر کی مدد سے اپنے کمرے کو چیک کر لیا تھا مگر کسی گزبڑ کا احساس نہ ہونے پر ان سب نے سکون کا سانس لیا تھا۔

”ہاں ایسا بہت طویل عرصے کے بعد ہوا ہے کہ فور سٹارز کے کسی ممبر کو فارن مشن کا چانس ملا ہے۔ اب چاہے فور سٹارز کا ایک ممبر ہی سہی، مگر حوصلہ افزاء بات یہ ہے کہ ہماری بھی سنی گئی ہے۔“ چوہان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اس انداز میں سوچنے کا میرے خیال میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور ایک طرح سے چیف کے فیصلوں پر کتہ چینی ہے۔ میرا ماننا یہ ہے کہ جس مشن میں جس ممبر کی ضرورت ہوتی ہے اس کی صلاحیتوں کے مطابق چیف اور عمران صاحب اس کو مشن کے لیے فائل کر لیتے ہیں۔“ ————— کیپٹن کلکیل نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

”ارے کیپٹن تم تو سنجیدہ ہی ہو گئے ہو میں ویسے ہی مذاق کر رہا تھا کیونکہ چیف کے فیصلوں سے انحراف کی نہ مجھ میں ہمت ہے اور نہ ہی باقی فور سٹارز کے ممبر میں ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ چیف کا ہر فیصلہ درست ہوتا ہے۔“ ————— چوہان نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”مگر اس بار مشن کیا ہے۔ عمران صاحب کی یہ عادت اچھی نہیں ہے کہ وہ مشن کے بارے میں پوری تفصیل نہیں بتاتے اور آتے ہی غائب بھی ہو جاتے ہیں۔“ ————— صالحہ نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”دراصل عمران صاحب چاہتے ہیں جب تک پوری تفصیل نہ مل

عمران کے ساتھی اس وقت یوگان کے ہوٹل سلور سٹار میں موجود تھے جو اپنی سہولیات اور اخراجات کی وجہ سے سیاحوں میں بے پناہ مقبول تھا۔ وہ سب اس وقت اکیکریمین سیاحوں کے روپ میں تھے اور آج صبح ہی اکیکریمین سے یوگان پہنچے تھے۔ اکیکریمین لینڈ کرنے کے کچھ ہی گھنٹوں کے بعد مخصوص میک اپ اور کاغذات تیار کر کے ہوائی سفر کے ذریعے یوگان پہنچے تھے۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو ہوٹل سلور سٹار جانے کا کہا تھا جہاں ان کے کمرے پہلے سے بک تھے۔ اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے کے بعد عمران ایئر پورٹ سے ہی یہ کہہ کر رخصت ہو گیا تھا کہ وہ جلد ہی انہیں ہوٹل سلور سٹار میں ملے گا۔ اب باقی سب ساتھی عمران کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔

”اس بار مخصوص ٹیم نہیں آئی مشن پر۔“ ————— صالحہ نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ وہ سب بیٹھے اطمینان سے کافی پی رہے تھے۔

جائے اس وقت تک کچھ نہ بتایا جائے اور اب تک کے تمام مشنز میں بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ جب تک مشن کے بارے میں حتمی کھو نہیں مل جاتا۔ عمران صاحب پلاننگ تو کیا تفصیل کے بارے میں منہ سے بھاپ بھی نہیں اڑاتے۔“ کیپٹن ٹکلیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”تو کیا وہ سمجھتے ہیں ایسا کرنے سے ہم میں سے کوئی مشن کے بارے میں معلومات لیک آؤٹ کر دے گا۔“ صالحہ نے اگر بار قدرے غصے سے کہا۔

”ایسا نہیں ہے۔ جہاں تک میں عمران صاحب کے بارے میں سمجھا ہوں اس کے مطابق تو ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو ذہنی طور پر سکون پہنچانے کے لیے ایسا کرتے ہیں تاکہ چاک و بند طریقے سے مشن کو پورا کیا جاسکے اور ایک دفعہ معلومات ملنے کے بعد ہماری کارکردگی میں واضح فرق آجاتا ہے اور ذہن بھی منتشر نہیں ہوتا۔“ کیپٹن ٹکلیل نے باقاعدہ دلائل دیتے ہوئے کہا۔

”مگر مسلسل اس طرح کے عمل سے گزرنے کے بعد کیا ہم عمران صاحب کے بغیر کوئی مشن مکمل کرنے کے قابل رہ جائیں گے کیونکہ معلومات کے حصول کی بھی مشن میں وہی اہمیت ہوتی ہے جو مشن کرنے کے لیے جسمانی مشقت کی ہوتی ہے۔“ صالحہ۔
 باقاعدہ بحث کرتے ہوئے کہا۔

”تم بھی ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میرے خیال میں اس مشن کے بعد سب مل کر ایک دفعہ اس بارے میں عمران صاحب سے بات نہ

کریں۔“ کیپٹن ٹکلیل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا جیسے وہ صالحہ کی بات سے پوری طرح متفق ہو۔
 ”اس بحث کو تو فی الحال بھول جاتے ہیں۔ ویسے اس بار کا مشن میرے خیال میں کسی سائنسدان کی بازیابی ہے۔“ چوہان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا جیسے وہ موضوع تبدیل کرنا چاہ رہا ہو۔
 ”تم نے یہ اعزازہ کیسے لگایا۔“ صالحہ نے چوکتے ہوئے کہا جب کہ کیپٹن ٹکلیل بھی چونک کر چوہان کی طرف دیکھنے لگا۔

”دراصل آنے سے پہلے میری عمران صاحب سے بات ہوئی تھی انہوں نے مختصر طور پر بتایا تھا کہ اس بار کوئی سپر مائنٹ ایجنٹ ان سے نہ صرف ٹکرا گیا ہے بلکہ اپنی ذہانت سے کسی سائنسدان کو بھی لے اڑا ہے۔“ چوہان نے کہا اور ساتھ ہی عمران سے ہونے والی بات چیت بھی دوہرا دی۔

”اودہ تو پھر مشن لازمی طور پر اس سائنسدان کی بازیابی ہے۔“ صالحہ نے کہا۔ ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ دروازے پر ہونے والی دنگ کو سن کر چونک گئے۔ چوہان نے اٹھ کر چوکے اعزازہ میں دروازہ کھول دیا اور اگلے لمحے ہی پرسکون ہو گیا کیونکہ سامنے عمران کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ اس وقت بھی اسی میک اپ میں تھا جس میں یوگان آیا تھا۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ جی جناب کس سے ملتا ہے؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے ایسے لہجے میں کہا جیسے اس نے آنے والے کے لیے دروازہ کھولا ہو۔

”ارے تین درویش۔ میں تو دو درویش اور ایک درویش سمجھ رہا تھا۔“ عمران نے حیران ہو کر باری باری تینوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب پلیز موضوع تبدیل نہ کریں۔“ ————— صالحہ نے کہا۔

”اچھا ایسا لگ رہا ہے کہ تم نے تنویر اور جولیا کی جگہ لینے کا فیصلہ کر لیا ہے اس لیے اب ان کی کمی کو پورا کر رہی ہو کہ مزید کوئی بات اس وقت ہی کر دو گی جب مشن کے بارے میں پتہ چل جائے گا تو سنو تفصیل یہ ہے کہ ہمارے ایک سائنسدان کو یوگان کی ایجنسی ہائی آپریشن جو کہ ہائی ایجنسی کے نام سے بھی پہچانی جاتی ہے اس ایجنسی کے ایجنٹ کراؤس نے اغوا کر لیا ہے اور ایسی ذہانت سے منصوبہ بنا کر اس پر عمل کرتا رہا کہ میں بھی چکرا گیا اور نہ صرف چکرا گیا بلکہ چکرا کر رُعب بھی گیا اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ یوگان جا کر اس سپر مائنڈ کراؤس سے اس کی ذہانت کا راز معلوم کیا جائے تاکہ چکر تو ختم ہوں۔“ عمران نے کہنا شروع کیا اور پھر مکمل تفصیل بتادی۔

”عمران صاحب آپ کا اندازہ کیا ہے کہ ڈاکٹر غالب کو یوگانی ایجنسی کی تحویل سے کس تنظیم نے اغوا کرایا ہوگا۔“ ————— کیپٹن شکیل نے سوچتے ہوئے کہا۔

”میں انٹر پورٹ سے اس بارے میں جاننے کے لیے تم لوگوں سے الگ ہوا تھا مگر ابھی تک اس بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔“

”یہ بھی خوب کہی آپ نے جناب۔ اگر آپ آہی گئے ہیں تو آپ سے مل پلتے ہیں۔ باہر آجائیے۔“ ————— چوہان نے بھی مسکرا کر سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران کو راستہ دینے کے لیے دروازے سے ایک طرف ہو گیا۔ عمران بھی چوہان کی حاضر دماغی کی وجہ سے مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ چوہان نے ایک نظر باہر دوڑائی اور پھر دروازہ بند کر کے واپس صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

”عمران صاحب کیا اس بار مشن واقعی کسی سائنسدان کی بازیابی ہے۔“ ————— صالحہ نے عمران کے بیٹھتے ہی بے صبری سے پوچھا۔

”ارے نہ کوئی سلام نہ کوئی دعا۔ نہ چانے پانی کے لیے پوچھا اور نہ ہی کھانے کے لیے بس سیدھا ہی سوال فائر کر دیا۔“ ————— عمران نے منہ بتاتے ہوئے کہا

”آپ مشن کے بارے میں تفصیل بتائیے پھر آپ کو چائے پانی کھانا سب کچھ مل جائے گا۔“ ————— صالحہ نے کہا۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ عمران سے مشن کے بارے میں پوچھ کر ہی رہے گی۔

”اچھا تو صاحبان سنو قصہ پانچویں درویش کا۔“ ————— عمران نے کہنا شروع کیا۔

”بالکل تین درویش ہمہ تن گوش ہیں۔ آپ سنائیے قصہ۔“ ————— صالحہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔ جب کہ اس کے انداز میں کیپٹن شکیل اور چوہان مسکرانے لگے تھے۔

بس اتنا پتہ چلا ہے کہ اغوا کرنے والے تین افراد تھے جو چروں پر بلیک مارک لگائے ہوئے تھے اور سیاہ رنگ کی گاڑی میں موجود تھے جس پر کسی قسم کی کوئی نشانی موجود تھی اور نہ ہی نمبر پلیٹ۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب جیسا کہ آپ نے بتایا ہے کہ ڈاکٹر غالب کو اکیمریمیا کے کہنے پر اغوا کیا گیا ہے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ اکیمریمیا کے کہنے پر ہی یہ ڈرامہ کیا گیا ہو اور اس طرح اکیمریمیا نے ڈاکٹر غالب پر قبضہ کر لیا ہو۔ کیونکہ یہ تو سب ہی جانتے ہیں پاکیشیا سیکرٹ سروس کیسے کیسے طوفانوں سے نگرا جاتی ہے اس لیے انہوں نے ڈاکٹر غالب کو محفوظ کرنے کے لیے یہ طریقہ سوچا ہو۔“ — چوہان نے پر جوش لہجے میں کہا۔

”میں نے اس سکتے پر بھی غور کیا ہے اور اکیمریمیا میں اعلیٰ جانے پر چینگ کرانے کی کوشش بھی کی ہے مگر وہ لوگ بھی ڈاکٹر غالب کے اغوا ہونے پر سخت ناراض ہیں اور دی گئی مراعات تک واپس لینے کا دھمکی دے چکے ہیں۔ جب کہ یوگانی ایجنسی بھی پاگل کتوں کی طرح اغوا کرنے والوں کو ڈھونڈ رہی ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب میرا اندازہ ہے کہ یہ سب کچھ پلاننگ کے تحت کیا ہے۔“ — کیپٹن ٹکلیل نے اچانک کہا۔

”میرا بھی یہی اندازہ تھا مگر ابھی تک اس کی تصدیق نہیں

سکی۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب اگر تو یہ ڈرامہ ہے تو دو افراد کو اس بارے میں لازماً علم ہوگا میرا مطلب ہے کہ اس ایجنسی کے چیف کو اور اس ایجنٹ کو جس نے پاکیشیا سے ڈاکٹر غالب کو اغوا کیا ہے۔“ — چوہان نے کہا۔

”ہاں یہ تو ہے۔ ان کا ایڈریس مل چکا ہے اور ہم اس ایجنسی کے چیف کی رہائش گاہ پر آج رات ریڈ بھی کریں گے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب ریڈ کرنے کی بجائے اگر آپ اس چیف سے بات کر کے ڈاکٹر غالب کے بارے میں کنفرم کر لیں تو کیا بہتر نہیں ہوگا۔“ — صالحہ نے مشورہ دیا۔

”گڈ یہ مشورہ قابل قبول ہے۔ میں اس ایجنسی کے چیف سے آسانی سے بات کر سکتا ہے۔“ — عمران نے چونکنے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب اگر یہاں ماسٹر کمپیور انیج ہوا تو نہ صرف ہماری دیکشن آسانی سے ٹریس ہو جائے گی بلکہ کال کے غلط ہونے کا پتہ بھی مل جائے گا۔“ — چوہان نے اعتراض کیا کیونکہ وہ بھی صالحہ کی بات سمجھ گیا تھا کہ کسی اتھارٹی پرسن کی آواز میں چیف سے بات کر لی ائے تو اصل صورتحال کا پتہ چلا جائے گا۔

”یہی سوچ کر تو ابھی تک میں نے فون نہیں کیا تھا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا جبکہ صالحہ کے چہرے پر شرمندگی چھا گئی

جیسے اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کی بات بچکانہ تھی۔ اس پہلے کوئی مزید بات ہوتی اچانک دروازے پر ہونے والی دستک نے سب کو چونکا دیا۔

”کون۔“ چوہان نے دروازے کے قریب جا کر پوچھا۔
 ”روم سروس سر۔“ جواب ملا تو چوہان نے دروازہ کھول دیا
 باہر روم سروس کے لیے ویٹر موجود تھا مگر اس کے پیچھے چھ افراد ہاتھوں
 میں عجیب طرز کے پستول لیے کھڑے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی انہوں
 نے ویٹر کو ایک طرف دھکا دیا اور خود اندر داخل ہو گئے۔
 ”خبردار حرکت کی تو۔“ ایک شخص نے کڑخت آواز میں

دیا۔

”مگر تم لوگ کون ہو اور کسی کے کمرے میں گھسنے کا یہ کیا طر! ہے۔“ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔
 ”تم سب کی خیریت خاموش رہنے میں ہے۔ ہم جیسا کہتے جاؤ
 ویسا کرتے جاؤ گے تو تمہیں پریشانی نہیں اٹھانا پڑے گی۔“
 شخص نے ایک دفعہ پھر کڑخت لہجے میں کہا۔
 ”کیا تم ڈاکو ہو۔“ عمران نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا
 ساتھ ہی ڈرنے کی اداکاری بھی کرنے لگا۔

”آخری بار کہہ رہا ہوں خاموش ہو جاؤ اور تمہاری اس اداکار
 کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ ہم تمہارے بارے میں اچھی طرح جا
 ہیں۔“ اسی شخص نے سرد لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اپنے پ

سے فائر کر دیا۔ عمران اور اس کے ساتھی پہلے ہی چوکنے تھے اس لیے
 فائر ہونے سے پہلے مختلف سمتوں میں چھلانگیں لگا چکے تھے مگر حملہ آور
 کی پستول سے گولی کی بجائے روشنی نکلی جس کا دائرہ بھی کافی وسیع تھا۔
 عمران اور اس کے ساتھی جیسے ہی اس روشنی کی زد میں آئے ان کو ایسا
 لگا جیسے ان کے جسم بے جان ہو گئے ہوں اور اس کے ساتھ ہی وہ
 زمین پر گرے چلے گئے۔ ان کے جسم نہ صرف حرکت کرنے سے
 معذور ہو چکے تھے بلکہ ان کے ذہن بھی ان کا ساتھ آہستہ آہستہ
 چھوڑنے لگے تھے۔ کچھ ہی دیر میں ان کے ذہن بھی تاریک وادیوں
 میں کھو گئے تھے اور اب وہ بے جان لاشے بنے فرش پر پڑے تھے۔
 عمران نے اپنا ذہن قابو کرنے کے بے پناہ کوشش کی اور آخر میں وہ اپنا
 ذہن کسی حد تک بلیک کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا مگر آخر کار وہ
 بھی بے ہوش ہو گیا۔ کافی وقت گزرنے کے بعد عمران کے تاریک
 ذہن میں آہستہ آہستہ روشنی کی کرن ابھرنے لگی اور اس کے ساتھ ہی
 اسے اپنے بازو میں شدید چھن کا احساس ہوا جس کی وجہ سے اس کی
 آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ عمران نے ہوش میں آتے ہی ارد گرد
 کا جائزہ لینا چاہا مگر اگلے لمحے وہ طویل سانس لے کر رہ گیا کیونکہ اب
 وہ اپنے ہونٹ کے کمرے کی بجائے کسی ہال نما کمرے میں موجود تھے
 اور ان سب کو باقاعدہ کرسیوں پر باندھا گیا تھا۔ ایک آدمی ان سب کو
 باری باری انجکشن لگا رہا تھا۔ عمران کے چہرے پر حیرت تھی کیونکہ اس
 کے باقی ساتھی اس وقت میک اپ کی بجائے اپنے اصل حلیے میں

تھے۔ عمران کو حیرت اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ یہ میک اپ اس کی سیشل ایجاد تھی جو مخصوص طریقے کے علاوہ صاف نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ مخالف گروہ سائنس میں بہت ایڈوانس ہے اور جدید ترین طریقہ کار استعمال کر رہا ہے۔

”کیسے ہو عمران۔ امید ہے اب تک تمہیں کوئی خاص تکلیف نہیں پہنچی ہو گی۔“ اچانک ایک آدمی نے دائیں جانب موجود دروازے سے اندر آتے ہوئے کہا اس نے اپنے چہرے پر سیاہ رنگ کا نقاب لگا رکھا تھا اور جو شخص انکشن لگا رہا تھا اس کے چہرے پر بھی سیاہ نقاب موجود تھا۔

”عمران کا تو پتہ نہیں مگر علی عمران ایم ایس سی، ڈیس ایس سی (آکسن) ٹھیک ہے اور جب سفر، نیند کے عالم میں کسی اڑن کھولے پر کیا جائے تو تکلیف کیسی۔ مگر یہ یاد رکھنا مہمان آتا میزبان کی مرضی سے مگر جانا اپنی مرضی سے ہے۔ ویسے تم نے مہمانوں کو تو بلا لیا ہے مگر دعوت کا انتظام کہیں نظر نہیں آ رہا۔“ عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اس کے چہرے سے سنجیدگی کا نقاب اتر چکا تھا اور چہرے پر حقائق کا جلوہ نظر آنے لگا تھا۔ ویسے وہ آنے والے فحصر کی بات سن کر سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ جو کوئی بھی اس نقاب کے پیچھے ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے۔

”فکر نہ کرو دعوت کا انتظام بھی ہو جائے گا مگر ملے گی قبر کے اند ہی۔“ نقاب پوش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھے میزبان ہو تم کہ مہمان بھی اغوا کر لیے اور دعوت کا بہترین انتظام بھی قبر میں کر دیا مگر ابھی تک اپنا نام تک نہیں بتایا اور نہ ہی یہ بتایا کہ ہمیں کس طرح ٹریپ کیا۔“ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے اطمینان سے لگ رہا تھا جیسے انہیں ٹریپ نہ کیا گیا ہو بلکہ انہیں انٹرویو کے لیے دعوت نامہ دے کر بلایا ہو۔

”ناموں میں کیا رکھا ہے ویسے بھی گولی نے نام بتا کر تھوڑی لگنا ہوتا ہے مگر تم چاہو تو مجھے ایکس ٹو بھی کہہ سکتے ہو۔“ اس بار طنز یہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

”کیا واقعی۔“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”اس میں اتنا حیرت زدہ ہونے کی کیا بات ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ سیکرٹ سروس کے چیف کا نام ایکس ٹو ہے۔“ نقاب پوش نے کہا۔

”میں تو اس لیے حیران ہو رہا ہوں کہ کہیں تم ایکس ٹو کی بیوی کے بھائی تو نہیں ہو جو اتنے دھڑلے سے نام لے رہے ہو مگر ہمارے ہاں تو کہا جاتا ہے کہ بھائی بہنوں کے گھر کا پانی بھی نہیں پیتے اور تم ہو کہ نام پر ہی قبضہ کیے بیٹھے ہو۔“ عمران نے احقانہ لہجے میں کہا۔

”سٹ اپ۔ میں نے تمہاری فضول بکواس سننے کے لیے تمہیں اغوا نہیں کیا اگر اب تمہاری زبان خاموش نہ ہوئی تو سب سے پہلے تمہیں گولی ماروں گا۔ سمجھو تم۔“ نقاب پوش غصے میں آ گیا۔

”اگر ایکسو سے تمہاری رشتہ داری نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے

کہ تم اس کی بات میں بھی نہیں آئے ہو گے تو پھر تم نے ہم سب کو کیسے پہچان کر ٹریپ کر لیا۔“ — عمران نے معصوم لہجے میں پوچھا۔
اس کے اس انداز پر نقاب پوش ہنس پڑا۔

”تم واقعی بات سے بات نکالنے کا فن جانتے ہو۔ بہر حال تمہاری فضول گفتگو سننے سے بہتر ہے کہ تمہیں بتا دیا جائے کہ تمہیں کیسے ٹریپ کیا گیا ہے۔“ — نقاب پوش نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔
”میں بھی تو یہی ہی پوچھ رہا ہوں اتنی دیر سے۔ مگر تم بھی اس جانور کی طرح ہو جسے ہمیشہ دیر سے سمجھ آتی ہے۔“ — عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کون سا جانور۔ کس جانور کو دیر سے سمجھ آتی ہے۔“ — نقاب پوش نے حیرت سے پوچھا۔

”لو کر لو بات اب تمہیں یہ بھی نہیں پتہ کہ کون سے جانور کو دیر سے سمجھ آتی ہے۔ کسی دن چڑیا گھر جا کر دیکھنا سارے جانور ہنس رہے ہوں گے اور گدھا خاموش ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد جب دیکھو گے تو گدھا ہنس رہا ہو گا اور باقی سب خاموش ہوں گے۔“ — عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

”شٹ اپ۔ تم خود گدھے ہو۔ احمق کہیں کے۔“ — نقاب پوش غصے سے دھاڑا۔

”مگر میں تو علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن ہوں۔“ — عمران نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

”علی عمران اس گولی پر بھی تمہارا نام لکھا جا چکا ہے۔“ — نقاب پوش نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا اور جیب سے پستول نکال کر اس کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔

”مگر تم نے تو کہا تھا کہ تم بتاؤ گے کہ ہمیں ٹریپ کیسے کیا گیا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”اگر جان بھی لو گے تو کیا فائدہ۔ مرنا تو تم نے ہے ہی۔“ نقاب پوش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر تفصیل بتا دو گے تو میری روح اس تجسس کی وجہ سے بھٹکتی نہیں پھرے گی اور چین سے قبر میں سوئی رہے گی۔“ — عمران نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہاری ہمت کی داد دینے کو دل کرتا ہے عمران کہ تم کیسے موت کو سامنے دیکھ کر ہنسی مذاق کر لیتے ہو۔ بہر حال سنو۔ تمہاری مادری زبان کے مخصوص الفاظ فیڈر کے انہیں سیٹلائٹ سے انچ کر دیا گیا تھا اور پھر جیسے ہی تمہارے ساتھیوں نے تمہارا نام بار بار لیا تو ہم کفرم ہو گئے کہ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں۔ ان کی باتوں سے انداز ہو گیا تھا کہ یہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ تمہارا انتظار کر لیا جائے اور ایک ساتھ تم سب کو ٹریپ کیا جائے۔ ایک اور بات بھی بتانا چلوں کہ ایئر پورٹ پر بھی تم سب کے میک اپ چیک کرنے کا انتظام خصوصی طور پر کیا گیا تھا مگر تمہاری احتیاط تمہارے کام آگئی اور تم عام راستہ استعمال کرنے کی بجائے سٹیبل وے کو استعمال

کرتے ہوئے ایئر پورٹ سے باہر آگئے ورنہ تم سب کو وہیں گولیوں سے بھونکنے کا بندوبست کیا جا چکا تھا۔“ نقاب پوش نے تفصیل سے جواب دیا۔ عمران جان بوجھ کر گفتگو طویل کرتا جا رہا تھا اس دوران وہ خود کو چھڑانے کے لیے کوشش کر رہا تھا مگر اس کو طرح باندھا گیا تھا کہ اب تک اس کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ نقاب پوش عمران سے نہ صرف اچھی طرح واقف تھا بلکہ جدید سائنسی ایجادات کے استعمال کا بھی عادی تھا جس کی وجہ سے عمران اور اس کے ساتھیوں کا سیشنل میک اپ بھی واٹ ہو چکا تھا۔

”اب اپنا نام بھی بتا دو تاکہ میری روح تمہارے خواب میں آکر خیر خیریت دریافت کرتی رہے۔“ عمران نے کہا۔

”میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ نام میں کیا رکھا ہے تم کوئی بھی نام سمجھ لو۔“ نقاب پوش نے ایک دفعہ پھروئی جواب دوہرا دیا۔

”مگر میری تو تسلی ہو جاتی کہ میری گولی جس کو لگی ہے اس کا نام مجھے معلوم ہے۔“ عمران نے جان بوجھ کر غصہ دلاتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سے عمران کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کی گفتگو کے ذریعے انہیں ٹریپ کیا گیا ہے۔ جس میں وہ آزادانہ ایک دوسرے کا نام اپنی مادری زبان میں لینے کے علاوہ مشن کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔

”بے فکر ہو گولی تو اس وقت لگے گی جب تم اپنے آپ کو آزاد کر پاؤ گے۔ تمہیں بہت سوچ سمجھ کر باندھا گیا ہے اور میں یہ بھی جانتا

ہوں کہ تم اور تمہارے ساتھی ہر طرح کی صورتحال کو بدل لیتے ہیں اس لیے تمہارے ساتھیوں کو بھی خصوصی طور پر باندھا گیا ہے اور نام کے طور پر تم مجھے بلیک پر کہہ سکتے ہو۔“ بلیک پر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک لمبا ترنگ آدی اندر داخل ہوا۔

”بلیک پر ہیڈ کوارٹر سے کال آئی ہے آپ کو فوری طور پر بلایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو فی الحال ہلاک نہیں کرنا۔“ اس آدی نے بلیک پر کے سامنے آکر کہا۔

”اوکے بلیک سلور تم ان کا دھیان رکھو۔ میں جا کر کال سن لوں۔“ بلیک پر نے جلدی سے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

”مسٹر بلیک سلور بیٹھ جاؤ۔ تھک گئے ہو گے ایسا لگتا ہے کافی دور سے چلتے ہوئے آ رہے ہو۔“ عمران نے ہمدردی سے کہا۔

”سٹ اپ۔ بات کرنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔“ بلیک سلور نے یلخت گزرتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں تو تمہارے“ فائدے کے لیے کہہ رہا تھا کہ تم تھک گئے ہو مگر بھلائی کا زمانہ ہی نہیں رہا۔ تمہاری مرضی بھائی۔ بیٹھنا چاہو تو بیٹھو نہیں تو چاہے ساری عمر ہی کھڑے رہو۔“ عمران نے ناراض لہجے میں کہا۔

”کاش تمہیں گولی مارنے کا آرڈر دے دیا جاتا تو اب تک تم میرے ہاتھوں دس دفعہ قبر میں اتر چکے ہوتے۔“ بلیک سلور نے

غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ تو تم گورکن ہو اور میرے خیال میں تو تمہاری تنظیم کسی قبرستان کی سرپرست ہے جہاں مردوں کے لیے قبریں کھود کر انہیں دفنایا جاتا ہے۔“ عمران نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یو شٹ اپ۔ تم وائٹ شیڈو کے بارے میں یقیناً نہیں جانتے ہو اس لیے تم اتنا چپک رہے ہو مگر بے فکر رہو وائٹ شیڈو کے بارے میں جب جان جاؤ گے تو تم ہنسنا تو ایک طرف مسکرانا بھی بھولا جاؤ گے۔ تم نے وائٹ شیڈو کے خلاف جا کر اپنی بد قسمتی کا خود ہی آغا کیا ہے۔ وائٹ شیڈو ٹیکنالوجی کے میدان میں سب سے آگے ہے دیکھ لو تم لوگ کیسے چوہوں کی طرح پکڑے گئے ہو۔“ — بلیک سلور نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”ارے تم وائٹ شیڈو مطلب سفید بھوت تنظیم سے تعلق رکھتے ہو۔ ارے بھئی میں بہت کمزور دل ہوں۔ میں وائٹ کیا بلیک شیڈو سے بھی دور بھاگتا ہوں اور میں نے کب وائٹ شیڈو کے خلاف کام شروع کیا ہے۔“ — عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”تم ڈاکٹر غالب کے لیے آئے ہو اور ڈاکٹر غالب اب وائٹ شیڈو کے وفادار بن چکے ہیں۔ ان کی قابلیت سے فائدہ اٹھانے ا وائٹ شیڈو کب سے فیصلہ کر چکی تھی اس لیے انہیں اغوا کر لیا گیا ہے مگر تنظیم ان سب کو زندہ چھوڑنے کے خلاف ہے جو وائٹ شیڈو کے فیصلوں میں رد و بدل کرنے کی خواہش رکھتے ہوں مگر اس بار پہلی دفعہ

ایسا ہوا ہے کہ تنظیم نے ایسے کسی فرد یا تنظیم کو مارنے کی بجائے اپنا وفادار بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔“ — بلیک سلور نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا مگر اس کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ غصہ بھی موجود تھا۔

”عمران صاحب میں آزاد ہو گیا ہوں مجھے آزاد ہونے کا طریقہ مل گیا ہے۔“ — اچانک کیپٹن ٹکیل نے مادری زبان میں کہا۔ اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ بلیک سلور نے یلکھت اپنی جیب سے مشین پستل نکال لیا مگر جب تک وہ اس کا رخ کیپٹن ٹکیل کی طرف کرتا کیپٹن ٹکیل اڑتا ہوا نہ صرف اس کے قریب پہنچ چکا تھا بلکہ اس نے بلیک سلور کو مخصوص انداز میں اٹھا کر دیوار کے قریب کھڑے ایک اور نقاب پوش پر بھی دے مارا تھا۔ بلیک سلور کی گردن میں مخصوص بل پڑ گیا جس کی وجہ سے اس کا سانس رک رہا تھا۔

کیپٹن ٹکیل نے دوسرے گرے ہوئے آدمی کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ پہلے والے شخص نے پھرتی کا مظاہرہ کیا اور اچانک مشین پستل سیدھا کر کے فائر کر دیا اس کے ساتھ ہی ریٹ میٹ کی آوازوں کے ساتھ انسانی چیخیں گونج اٹھیں۔

دوسرے آدمی کے فائر کرتے ہی کیپٹن ٹکیل تیزی سے نیچے پڑے ہوئے آدمی کو اپنے سامنے کر چکا تھا۔ فائر کی گئی گولیاں سیدھی اس آدمی کے سینے میں گھسی چلی گئیں اور وہ آدمی بے ہوشی کے عالم میں ہی تڑپ تڑپ کر ختم ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی کیپٹن ٹکیل نے زمین پر گرا ہوا مشین پستل اٹھا کر فائرنگ کر دی اور وہ آدمی چیخا ہوا زمین پر گر گیا

مگر کیپٹن ٹکلیل نے گولیاں مارتے ہوئے یہ احتیاط کی تھی کہ گولیاں ام آدمی کے جسم کے نیچے حصے پر پڑیں۔ جس سے اس کی فوری موت متوقع نہیں تھی۔ کیپٹن ٹکلیل نے تیزی سے آگے بڑھ کر عمران آزاد کرنے کے لیے اپنی جیکٹ کی خفیہ جیب سے ایک باریک مگر دھار کا خنجر نکالا اور جلدی سے عمران کے گرد موجود رسیاں کاٹ ڈالیں عمران کے آزاد ہوتے ہی وہ باقی ساتھیوں کی طرف بڑھا تا کہ اُنہ بھی آزاد کر سکے۔

”مگد شو کیپٹن۔ اب تم تینوں باہر جاؤ اور جو نظر آئے اڑا دو مگر بلہ سپر کو زندہ پکڑنے کی کوشش کرنا۔“ عمران نے کہا اور اس ساتھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے باہر چلے گئے۔ عمران نے اس آ کو ہوش میں لانے کی کوشش کی اور چند ہی لمحوں میں وہ آدمی کراہتا ہوش میں آ گیا۔

”تمہارا نام کیا ہے۔“ عمران نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”ٹوٹی۔ مگر تم تو جکڑے ہوئے تھے۔“ اس آدمی نے خوا

لجے میں جواب دیا۔ اس کا غصہ سمندر کی جھاگ کی مانند ختم ہو چہ اور اب وہ سہا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اسی وقت ایک عجیب بات یہ ہوئی اس آدمی نے اچانک ہی یوں بری طرح چلانا شروع کر دیا جیسے کے جسم کو کانٹوں پر گھسیٹا جا رہا ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم طرح پھٹ گیا جیسے اس میں طاقتور بم فٹ کیا گیا ہو۔ عمران سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا مگر اگلے ہی لمحے اس نے باہر درواز۔

طرف چھلانگ لگائی اور تیزی سے باہر کی طرف دوڑتا چلا گیا اس کو اچانک ہی خیال آیا تھا کہ مجرم کسی ذریعے سے نگرانی کر رہے ہیں اور کسی بھی لمحے اس اڈے کو اڑا سکتے ہیں۔ عمران باہر کی طرف دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ سامنے اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی آتے دیکھ لیا تھا جو حیرت سے عمران کو یوں بھاگتے دیکھ رہے تھے۔

”جلدی نکل چلو یہاں سے۔ یہ اڈا کسی بھی لمحے تباہ ہو سکتا ہے۔“

عمران نے چلاتے ہوئے کہا۔ پھر وہ سب تیزی سے دوڑتے ہوئے باہر نکلتے چلے گئے۔ وہ جیسے ہی باہر نکلے اچانک ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور وہ اڑتے ہوئے دور جا گرے۔ اڈہ تباہ ہو کر دھڑا دھڑ چلنے لگا تھا۔

”بال بال بچے ہیں عمران صاحب۔“ چوہان نے دھوئیں دو گردوغبار کے بادل اٹھتے دیکھ کر کہا۔

”بال بال نہیں بلکہ بال بال بچا ہے ورنہ چلنے سے بال جل جاتے ہیں اور خود سوچو مگے ہو کر پاکیشیا سیکرٹ سرورس والے کیسے لگتے مگر یہ تو حد کی باتیں ہیں ابھی تو یہاں سے جلدی نکلنے کی کرو۔ اس سے پہلے نہ پولیس آجائے کیونکہ میرے خیال میں یہاں صرف یہی آدمی موجود تھے جو سامنے آئے ہیں اور تیسرا آدمی جسے بلیک سپر کہا گیا تھا وہ خطرہ سوس کرتے ہی شائد فرار ہو چکا ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر سب بھاگتے ہوئے تیزی سے دور ہونے لگے۔ پھر کچھ فاصلے پر عمران نے ایک ٹیکسی روکی اور اس کو ایڈریس بتا دیا۔ مطلوبہ ریس پر جا کر ٹیکسی رک گئی۔ عمران چیک کر چکا تھا کرنسی وغیرہ اب

”مسٹر مائیکل یہ تنظیمیں جہاں بے حد ایڈوانس ہوتی ہیں وہاں ان کے ہیڈ کوارٹر بھی بہت خفیہ ہوتے ہیں اب اس کو کیسے تلاش کیا جائے گا۔“ — چوہان نے کہا مگر عمران کو اصل نام سے بلانے کی بجائے مائیک اپ کے مطابق اس کا نام لیتے ہوئے کہا۔

”اس بارے میں ہی سوچ رہا ہوں۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”بہر حال جس مقصد کے لیے آئے تھے وہ مقصد تو ختم ہو گیا یوگانی تنظیم تو درمیان سے ہٹ گئی ہے مگر ان کو مزالازم ملتی چاہیے تاکہ آئندہ وہ ہمارے ملک میں کوئی مشن لے کر آنے کا سوچ بھی نہ سکیں۔“ صالحہ نے کہا۔

”فی الحال تو ہمارے سامنے دوسری تنظیم آچکی ہے۔ اس وجہ سے ہمیں اپنی توجہ اس پر ہی رکھنی ہوگی اور ایسے کام تو ہر ملک ہی کرتا ہے اس لیے اس بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر اب کیا سوچا ہے۔“ — کیپٹن ٹکلیل نے پوچھا۔

”سوچنا کیا اگلی فلائٹ سے واپسی ہوگی۔“ — عمران نے

مختصراً جواب دیا اور اس کا جواب سن کر سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”مگر۔“ — صالحہ نے کہنا چاہا لیکن عمران نے اس کی بات کاٹ دی۔

تک اس کی جب میں ہی موجود ہے اس لیے اس نے میٹر دیکھ کر کہا دیا اور نیکی کے چلے جانے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک سٹاپ چلنے لگا۔ تقریباً دس منٹ چلنے کے بعد عمران ایک رہائشی کالونی کی ایک چھوٹی سی کوشی میں داخل ہو گیا۔

”اب ہمیں انتہائی احتیاط کرنی ہوگی کیونکہ وائٹ شیڈو کا نام ہم پہلے بھی سن چکا ہوں وہ واقعی سائنس میں بے حد ایڈوانس تنظیم ہے اس لیے اب اصل ناموں سے اور اپنی مادری زبان میں کوئی ایک دوسرے سے بات نہیں کرے گا۔“ — عمران نے کہا تو سب نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیئے۔ عمران اٹھا اور ایک الماری سے میک اپ باکس نکالا لایا اور پھر باری باری سب کا میک اپ کرنے لگا مگر اس نے عمران کے لیے دوسرا فارمولا استعمال کیا تھا پہلا ان کا میک اپ آسانی سے صاف ہو گیا تھا۔ اس لیے عمران نے دوسرا طریقہ استعمال کیا تھا اسے یقین تھا کہ وائٹ شیڈو چاہے مرضی سائنس میں ایڈوانس کیوں نہ ہو جائے اس میک اپ کا تو بڑا کر سکے گی۔

”ویسے یہ وائٹ شیڈو درمیان میں کہاں سے ٹپک پڑی۔“

صالحہ نے کہا۔

”ایسی تنظیمیں بے حد ایڈوانس ہوتی ہیں اور ایسے مواقع کبھی چھوڑتیں کیونکہ ان کے خبر دنیا کے ہر کونے میں ہوتے ہیں۔“

نے جواب دیا۔

”اگر مگر کچھ نہیں۔ میں واپسی کا ارادہ کر چکا ہوں۔ ہم سب واپس جائیں گے اور اس کے بعد میں وائٹ شیڈ و تنظیم کے بارے میں کوئی کلیو ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا۔“ — عمران کا لہجہ حتمی تھا اس لئے پھر کوئی بولنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اس کے بعد عمران کے کہنے پر سب ایئر پورٹ جانے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔

مانیکل اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ٹریپ کرنے کی پلاننگ کر چکا تھا اور اس کو یقین تھا کہ عمران اس کے ٹریپ میں ضرور آئے گا۔ کراتوس کی طرف سے اس کو عمران اور اس کے ساتھیوں کی یوگان میں موجودگی کی اطلاع مل گئی تھی اور ساتھ ہی اس ہوٹل کی تفصیلات بھی مل گئی تھیں، جہاں عمران اور اس کے ساتھی ٹھہرے تھے اور مائیکل نے اپنے مخصوص یروپ کی مدد سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو نہ صرف آسانی سے ٹریپ کر لیا تھا بلکہ انہیں بے ہوش کر کے اپنے مخصوص اڈے پر بھی پہنچا دیا تھا۔

یہ اس کا خفیہ اڈا تھا کراتوس کی مدد سے اس اڈے میں انتہائی بہید مشینری بھی پہنچا دی گئی تھی جس کی مدد سے اب وہ کسی بھی مورتحال کو دور بیٹھے ہوئے بھی کنٹرول کر سکتا تھا۔ کیمروں کی مدد سے ان اور اس کے ساتھیوں کو بندھا دیکھا چکا تھا۔ اس لیے اب وہ

طریقہ تھا۔

”ناموں میں کیا رکھا ہے ویسے بھی گولی نے نام بتا کر تھوڑی لگنا ہوتا ہے مگر تم چاہو تو مجھے انکس نو کہہ سکتے ہو۔“ مائیکل اپنی پلاننگ کے تحت گفتگو کو طول دے رہا تھا۔ دونوں میں گفتگو جاری تھی کہ ایک شخص تیز تیز چلتا ہوا تہہ خانے میں داخل ہوا۔

”بلیک پیر ہیڈ کوارٹر سے کال آئی ہے آپ کو فوری طور پر بلایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو فی الحال ہلاک نہیں کرنا۔“ اس آدمی نے بلیک پیر کے سامنے آکر کہا۔

”او کے بلیک سلور تم ان کا دھیان رکھو۔ میں جا کر کال سن لوں۔“ بلیک پیر نے جلدی سے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

دروازے سے باہر نکل کر مائیکل نے مسکراتے ہوئے اپنا نقاب اتار دیا اور اس کے بعد دوڑتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ گاڑی تیز رفتار سے بھگاتے ہوئے اپنے اصل اڈے پر پہنچ چکا تھا اور اب اس کا رخ آپریشن روم کی طرف تھا۔

”جلدی سے تین نمبر کی لوکیشن ایڈجسٹ کرو۔ ادھر ہونے والی ہر کارروائی نظر بھی آنی چاہیے اور سنائی بھی دینی چاہیے۔“ مائیکل نے آپریشن روم میں بیٹھے ہوئے آپریٹر کو ہدایت کی اور خود ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا۔ چند ہی لمحوں میں تین نمبر کی لوکیشن ایڈجسٹ ہو چکی تھی اور اس وقت تہہ خانے کا ماحول بالکل مختلف نظر آ رہا تھا۔

اس کے سب ساتھی یا تو زخمی تھے یا پھر بے ہوش ہو چکے تھے جبکہ

مطمئن تھا اور اس خفیہ اڈے میں موجود تھا۔

مائیکل سیاہ رنگ کا ایک نقاب لگائے تہہ خانے کی میزھیاں اتر کر ہال کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے سامنے عمران اور اس کے ساتھی ایک قطار میں کرسیوں پر نہ صرف جکڑے ہوئے تھے بلکہ ان کا میک اپ بھی صاف کر دیا گیا تھا۔ کرسیوں پر جکڑنے کے لیے مائیکل نے انتہائی مہارت اور جدید ایجاد کا سہارا لیا تھا۔ اس لیے اس کو یقین تہ کہ عمران اور اس کے ساتھی اپنے آپ کو چھڑا نہیں سکیں گے۔ ار دوران اس کے آدمی چونکا ہو کر مختلف اطراف میں کھڑے ہو گئے تھے۔

”کیسے ہو عمران۔ امید ہے ٹھیک ہو گے۔“ مائیکل نے ا

لہجہ اور آواز تبدیل کرتے ہوئے دوستانہ لہجے کہا۔

”عمران کا تو پتہ نہیں مگر علی عمران ایم ایس سی، ڈی ایس

(آکسن) ٹھیک ہے اور جب نیند کے عالم میں اڑن کھولے پر ہر

تکلیف کیسی مگر یہ یاد رکھنا مہمان آتا میزبان کی مرضی ہے مگر جاتا

مرضی سے ہے۔ ویسے تم نے مہمانوں کو بلا لیا ہے مگر دعوت کا انتہ

کہیں نظر نہیں آ رہا۔“ جکڑے ہوئے آدمیوں میں سے آ

نے چونکتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر مسخرہ پن نظر آ رہا تھا۔

”فکر نہ کرو دعوت کا انتظام بھی ہو جائے گا مگر دعوت ملے گی

میں۔“ مائیکل نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”اچھے میزبان ہو تم کہ مہمان بھی اغوا کرالے اور دعوت کا ا

بھی قبر میں کر دیا مگر ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔“ عمران آ

عمران کے ساتھی تہہ خانے سے باہر جا رہے تھے اور عمران ایک ہوش شخص کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”اس زخمی کو جلدی سے آف کر دو اس سے پہلے کہ عمران اس سے کوئی معلومات حاصل کر سکے۔“ مائیکل نے یلخت چیختے ہوئے کہا اور پھر کچھ ہی لمحوں کے بعد اس شخص کا جسم پھٹ چکا تھا۔

”گڈ شو۔“ پیئر ان لوگوں کے باہر نکلنے کے بعد یہ لوکیشن بھی تباہ کر دو۔“ مائیکل نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو باہر بھاگنے ہوئے دیکھنے کے بعد کہا۔ وہ چاہتا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی رستہ سلامت اس لوکیشن سے باہر نکل جائیں۔

”لیس باس۔“ پیئر نے جواب دیا اور چند لمحوں بعد مشین موجود ایک بن دبا دیا۔ اگلے ہی لمحے سکریں آف ہو چکی تھیں جس مطلب تھا کہ وہ لوکیشن تباہ ہو چکی ہے جس کی وجہ سے وہاں موجود کیرے بھی تباہ ہو گئے تھے۔

”گڈ شو۔ اب اس لوکیشن کے بارے میں ہر بات بھول جاؤ۔“ مائیکل نے سخت لہجے میں ہدایت کی۔

”لیس باس۔“ پیئر نے ایک دفعہ پھر جواب دیا۔ مائیکل کا جواب سننے بغیر ہی دروازے کی طرف مڑ گیا تھا اس کا ارادہ اس کراتوس کی رہائش گاہ پر جانے کا تھا تا کہ اس کو خوش خبری سنا سکے اس نے اپنے جیسے کا کام نہایت ہوشیاری سے مکمل کر لیا ہے اور عمرا اور اس کے ساتھیوں کو کسی بھی قسم کا شک بھی نہیں ہوا۔ اس اطلاع بعد وہ جانتا تھا کہ کراتوس نے اپنا کام شروع کرنا ہے۔

کراتوس ایئر پورٹ پر موجود تھا اور ایسے میک اپ میں تھا کہ اس کے قریبی جاننے والے بھی اس کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ مائیکل سے اطلاع ملنے کے بعد اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کی گفتگو سننے کا پورا بندوبست کر لیا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے مائیکل کے ذریعے سے ہی ان کے جوتوں میں وسیع رنج کے ڈکٹا فون لگوا دیئے تھے جس کی وجہ سے اب آسانی سے ان کی آوازیں سن سکتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ڈکٹا فون ان کی موجودہ لوکیشن کی نشاندہی بھی کر رہے تھے۔ ڈکٹا فون بہت چھوٹے تھے اور جوتوں کی ایڑیوں میں اس طرح لگائے گئے تھے کہ باوجود غور سے دیکھنے پر بھی نظر آنے کا امکان نہیں تھا۔ مائیکل کے اڈے سے فرار ہونے کے بعد کراتوس ان کی گفتگو سن کر مطمئن ہو گیا تھا کہ اس کی پلاننگ کے مطابق نہ صرف عمران نے اس بات پر یقین کر لیا تھا کہ وائٹ شیڈ و نامی تنظیم ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنے میں

کامیاب ہو گئی ہے بلکہ اب عمران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس پاکستان بھی جا رہا تھا تاکہ نئے سرے سے وائٹ شیڈو کے خلاف پلاننگ کر سکے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کی گفتگو کے بعد کراٹوس کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یوگان خوفناک خطرے کی زد سے نکل چکا ہو۔ اس بات کا یقین کر لینے کے لیے کہ عمران اور اس کے ساتھی واقعی واپس جا رہے ہیں وہ خود ایئر پورٹ پر موجود تھا تاکہ مکمل اطمینان کر سکے۔

کراٹوس ایئر پورٹ کے داخلی دروازے پر ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں سے ایئر پورٹ پر آنے والے والا ہر فرد صاف دکھائی دے رہا تھا۔ کراٹوس کو ابھی وہاں کھڑے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ چار ایکریمن افراد کا ایک گروپ ایئر پورٹ میں داخل ہوا۔ ان چاروں افراد کو دیکھ کر کراٹوس کی آنکھوں میں چمک آگئی تھی کیونکہ ان کے مخصوص قد و قامت سے اس نے پہچان لیا تھا کہ وہ پاکستانی سیکرٹ سروس کے ممبران ہیں۔

وہ چاروں افراد ایک ایک کر کے چیکنگ پوائنٹ کراس کر کے ایئر پورٹ کے اندرونی حصے میں چلے گئے۔ ان چاروں کے اندرونی حصے میں چلے جانے کے بعد کراٹوس نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ وہ ان چاروں کے چلے جانے کے بعد بھی کچھ دیر وہیں کھڑا رہا۔ اس کے کانوں میں ایک چھوٹا سا ہیڈ فون لگا ہوا تھا جس کی مدد سے وہ ان سب کی بات چیت بھی سن رہا تھا۔ اب تک کی بات چیت کے مطابق عمران کے سب ساتھی اس سے

تاراض لگ رہے تھے کیونکہ واپسی کا فیصلہ عمران کا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب جہاز کے فلائی کرنے کا اعلان ہوا تو کراٹوس مسکراتا ہوا واپس مڑ گیا اور پارکنگ میں پہنچ کر اپنی گاڑی سٹارٹ کی اور ہیڈ فون اتار کر گاڑی کے ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔ کراٹوس اب واپس اپنے ہیڈ کوارٹر جا رہا تھا تاکہ چیف کو جا کر خوش خبری سنا سکے کہ ایک یقینی طوفان کا رخ وہ یوگان سے موڑ چکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی ہیڈ کوارٹر کی بلڈنگ میں داخل ہو رہی تھی۔

”کیا بتائی ہوئے۔“ چیف نے بے چین لہجے میں پوچھا۔ وہ بے صبری سے کراٹوس کا انتظار کر رہا تھا اس لیے جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ چیف نے جلدی سے پوچھا۔

”ڈکٹری چیف۔ عمران اور اس کا گروپ اس بات کا یقین کر چکے ہیں کہ وائٹ شیڈو تنظیم ڈاکٹر غالب کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے اس وجہ سے وہ نئے سرے سے پلاننگ کرنے کے لیے واپس اپنے ملک جا رہے ہیں تاکہ وائٹ شیڈو کا ہیڈ کوارٹر تلاش کر کے اپنے سائنسدان کو چھڑوا سکیں۔ میں پوری تسلی کر کے آیا ہوں۔ عمران اور اس کے ساتھی نہایت مایوس نظر آ رہے تھے اور اب تک تو ان کا جہاز بھی یوگان سے خاصا دور جا چکا ہو گا۔“ کراٹوس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”دیری گڈ مائی ہوئے۔ تم واقعی ایسے ایجنٹ ہو جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔“ چیف نے انتہائی جذباتی لہجے میں کہا۔

”چیف آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کی راہنمائی کی وجہ سے ہی آج میں اس مقام تک پہنچا ہوں۔“ کراتوس نے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اب یوگان پر خطرے کے جو بادل لہرا رہے تھے وہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ جو تمہاری فکر تھی وہی فکر میری بھی تھی کہ ایک گروپ کو مارنے سے کبھی ایجنسیاں ختم نہیں ہوتیں۔ اس وجہ سے اگر ہم عمران کے ساتھیوں کو مارنے میں کامیاب ہو بھی جاتے تو ان کا کوئی اور گروپ آجاتا تھا اور جو نیا گروپ آتا وہ اپنے ساتھیوں کا انتقام لینے کے لیے کسی قسم کی انتقامی کارروائی سے بھی گریز نہ کرتا مگر اب تمہاری بہترین پلاننگ کی وجہ سے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی توجہ یوگان سے ہٹ کر وائٹ شیڈ و تنظیم پر چلی گئی ہے۔“ چیف نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”بالکل چیف ایسا ہی ہے کیونکہ ہم کب تک اکیرمیسا کے مفادات کی جنگ لڑتے رہتے۔“ کراتوس نے جواب دیا۔

”میں خود ذاتی طور پر بھی اس حق میں نہیں ہوں کہ ہمارے ملک کو اکیرمیسا یا کسی بھی دوسرے ملک کے لیے بطور چارہ استعمال کیا جائے مگر حکومتی فیصلوں کو مان کر چلنا ہماری مجبوری ہے۔“ چیف نے قدرے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔

”چیف اب ڈاکٹر غالب کو کب تک اکیرمیسا کے حوالے کیا جائے گا۔“ کراتوس نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

”میں بس سیکرٹری دفاع کو اطلاع دے دیتا ہوں تاکہ وہ اکیرمیسا سے معاملات فائل کر لیں۔“ چیف نے جواب دیا۔

”چیف خصوصی طور پر یہ اطلاع بھی دے دیں کہ اس معاملے میں انتہائی رازداری کی ضرورت ہے تاکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لیے معلومات لیک آؤٹ نہ ہو جائیں۔“ کراتوس نے یاد دہانی کرائی۔

”ہاں اس بات کی تو خصوصی طور پر درخواست کی جائے گی۔“ چیف جیکب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”چیف ویسے ڈاکٹر غالب کو کہاں رکھا گیا ہے۔“ کراتوس نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”تمہاری طرف سے کلینٹر سرپورٹ ملنے کے بعد انہیں ملٹری حکام کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ بہر حال اب وہ جہاں بھی ہوں۔ ہماری ذمہ داری ختم ہو چکی ہے۔ ہماری ایجنسی نے دوہری ذمہ داری نبھائی ہے نہ صرف ڈاکٹر غالب کو اغوا کیا ہے بلکہ یوگان پر منڈلانے والے خطرے کا بھی سدباب کیا ہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں دو ماہ کی رخصت دی جاتی ہے تم جا کر انجوائے کرو مائی بوائے۔“ چیف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہت شکریہ چیف۔ میں خود بھی اب ریلیکس ہونا چاہ رہا تھا کیونکہ اس مشن میں بہت دماغ خرچ ہوا ہے اور ہاں چیف کل رات کو میری طرف سے سب دوستوں کو عمران کو شکست دینے کی وجہ سے پارٹی دی

جائے گی اس لیے آپ بھی ضرور آئیں۔“ کراتوس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اجازت لے کر واپس مڑ گیا۔ اب وہ مائیکل کی طرف جا رہا تھا تاکہ رات کی پارٹی کے سلسلے میں نہ صرف اس دعوت دے سکے بلکہ پارٹی کا بہترین انتظام کرنے کے لیے اس کی مدد بھی لے سکے۔ اس وجہ سے اب وہ مائیکل کے گولڈن کلب کی طرف رہا تھا۔ گولڈن کلب پہنچ کر اس نے اپنی گاڑی پارک کی اور گولڈن کلب کے داخلی دروازے سے گزرتا ہوا سیدھا مائیکل کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کراتوس جب مسکراتے ہوئے مائیکل کے کمرے میں داخل ہوا تو مائیکل گرم جوش سے اس کا استقبال کرنے کے لیے اپنی کرسی اٹھ کر اس کی طرف لپکا۔

”کیا بنا عمران اور اس کے ساتھیوں کا۔“ مائیکل نے چینی سے پوچھا۔

”بہت عمدہ کارکردگی رہی ہے تمہاری مائیکل۔ تم نے عمران اور اس کے ساتھیوں کے فرار کے بعد ان کی نگرانی کا جو طریقہ سوچا تھا بہترین تھا۔ ڈکٹافون کے ذریعے انہیں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہوا ان کی نگرانی کی جارہی ہے۔ ہماری پلاننگ کامیاب ہوگئی اور عمر اپنے ساتھیوں سمیت یوگان سے واپس جا چکا ہے۔ میں ابھی اپورٹ سے ہی واپس آ رہا ہوں۔ عمران جیسے ایجنٹ کے چہرے پر طرح مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے اس سے مجھے دلی خوشی ہے۔ عمران جیسے ایجنٹ کو شکست دینا بذات خود ایک ناممکن مشن

جس کو آج پہلی دفعہ ممکن بنایا گیا ہے۔“ کراتوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران جیسے ناقابل تسخیر ایجنٹ کو جس طرح تم نے شکست دی ہے۔ اس کی وجہ سے میں دل سے تمہاری ذہانت کا قائل ہو گیا ہوں مگر اس مشن میں میرے کچھ آدمی کام آگئے ہیں اور ساتھ ہی ایک اڈہ بھی تباہ کرنا پڑا ہے۔“ مائیکل نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”تمہارے آدمیوں کی ہلاکت کا مجھے بے حد افسوس ہے ملکی سلامتی کے لیے ان کی اس قربانی کو یاد رکھا جائے گا اور ان کے گھر والوں کو خصوصی مراعات بھی دلوای جائیں گی۔ اس کے علاوہ جہاں تک تمہارے نقصان کی بات ہے تو اس کو بھی حکومتی خرچے سے پورا کیا جائے گا۔“ کراتوس نے بھی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”بہت شکریہ۔ بہر حال ملکی مفادات کے لیے یہ سب کچھ تو کرنا پڑتا ہے اور اب ویسے بھی میں کارمن کی بجائے یوگان کو ہی اپنا ملک سمجھنے لگا ہوں۔“ مائیکل نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔ اپنا نقصان پورا ہونے کا سن کر وہ خوش ہو گیا تھا۔

”بہر حال اب وہ قصہ تو ختم ہوا۔ کل رات دعوت کا انتظام کرنا ہے اور اس کے لیے خصوصی طور پر تمہیں دعوت دینے آیا ہوں تاکہ تم ان انتظامات میں بھی میری مدد کر سکو۔“ کراتوس نے کہا۔

”دیری گڈ اگر تمہاری طرف سے دعوت مل رہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ انتظام بہت ہی اعلیٰ ہوگا۔ بے فکر رہو میں وقت سے

پہلے ہی پہنچ جاؤں گا تاکہ انتظامات مکمل کیے جاسکیں۔“ مائیکل نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ میں انتظار کروں گا اور اب میں چلتا ہوں تاکہ آج رات نیند پوری کر کے اس مشن کی تھکاوٹ دور کر سکوں۔“ کراٹوس نے اٹھتے ہوئے کہا اور مصافحہ کرنے کے بعد دروازے کا رخ کیا۔

اپنے فلیٹ پہنچ کر اس نے گھڑی پر وقت دیکھا اور سونے کا ارادہ کر کے بستر پر لیٹ گیا مگر آج کافی دیر لیٹنے کے باوجود خوشی کی وجہ سے اس کو نیند نہیں آرہی تھی۔ عمران جیسے ایجنٹ کو شکست دینے کی خوشی اس کو اب سونے نہیں دے رہی تھی۔ اس وجہ سے وہ ایک جدید ریسرچ پر کتاب پڑھنے لگا۔ کتاب کافی دلچسپ تھی اور اس کے چہرے پر بھی دلچسپی کے تاثرات نمایاں ہو چکے تھے اس لیے اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا مگر فون کی گھنٹی نے اس کو کتاب چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے چونک کر وقت دیکھا تو اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔ کراٹوس نے برا سامنہ بناتے ہوئے فون کی طرف دیکھا اور پھر کتاب بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے فون کا ریسیور اٹھالیا۔

”کراٹوس۔“ کراٹوس کے لہجے سے بیزاری کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس لیے اس نے صرف نام بتانے پر ہی اکتفا کیا۔

”کیسے ہوئی مائی بوائے۔“ گلتا ہے میں نے تمہیں ڈسٹرب کیا ہے۔“ دوسری طرف سے چیف جیکب کی آواز سنائی دی۔

”اوہ آپ ہیں چیف۔ اس وقت آپ نے فون کیا ہے خیریت تو

ہے۔“ کراٹوس نے اپنا لہجہ نارمل کرتے ہوئے کہا۔

”سیکرٹری دفاع سے بات ہو چکی ہے وہ بتا رہے تھے کہ ڈاکٹر غالب کو کل ایکریمیا کے حوالے کر دیا جائے گا اور ایکریمیا کی اعلیٰ قیادت اس ایجنٹ سے ملنا چاہ رہی ہے جس نے علی عمران جیسے ناقابل شکست ایجنٹ کو شکست دی ہے۔“ چیف کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”چیف بہت اچھی خبر سنائی ہے کل ایکریمیا کی چوکیداری سے جان چھوٹ جائے گی مگر آپ میری عادت اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اس طرح کی فضول ملاقاتوں کا شوقین نہیں ہوں۔“ کراٹوس نے قدرے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”ہاں میں جانتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے مگر سیکرٹری دفاع بتا رہے تھے کہ ایکریمیا نے تمہیں بہت زبردست آفر دی ہے۔“ چیف نے نرم لہجے میں کہا۔

”جو بھی آفر ہو چیف۔ جو بات مجھے پسند نہیں ہوتی اس کے لیے آپ جانتے ہیں کہ مجھے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔“ کراٹوس نے ہودھلکے لہجے میں کہا۔

”میں نے بھی یہی بات سیکرٹری دفاع سے کہی تھی مگر وہ تم سے ملنے کے لیے بضد ہیں۔ بقول ان کے وہ اس آفر کے لیے تمہیں قائل کر لیں گے۔“ چیف نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے چیف کوئی ایسی بات ہے جس کا تعلق صرف

میری ذات سے ہے اور سیکرٹری دفاع اکیمریسا سے کوئی مراعات وغیرہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“ کراتوس نے سوچتے ہوئے کہا۔

”تمہاری ذہانت تو پورے یوگان میں مشہور ہے اس لیے اس بارے سے انکار نہیں کروں گا کہ تم نے درست اندازہ لگایا ہے۔ سیکرٹری دفاع اپنی رہائش گاہ پر ہم دونوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس وجہ سے جانا پڑے گا۔“ چیف نے کہا۔

”اوکے چیف میں تیار ہو کر آپ کے پاس پہنچتا ہوں۔“ کراتوس نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ جیسے اس کو اس طرح سیکرٹری دفاع کا حکم چلانا اچھا نہ لگا ہو۔

”اپنے ذہن کو مختل رکھو مائی بوائے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں کوشش کرنا کہ جلدی آؤ۔“ چیف نے جواب دیا۔

”اوکے چیف میں جلد پہنچ رہا ہوں۔“ کراتوس نے کہا۔ گڈبائے کہہ کر فون رکھ دیا۔ تیار ہو کر آدھے گھنٹے بعد وہ نہ صرف جینا کی رہائش گاہ پر پہنچ چکا تھا بلکہ چیف جیکب کو ساتھ لے کر اسی سیکرٹری دفاع کی رہائش گاہ پر جا رہا تھا۔

”چیف آپ کو پتہ ہے کہ اکیمریسا کی آفر کیا ہے جس کی وجہ سے سیکرٹری دفاع اتنے بے چین ہو رہے ہیں۔“ کراتوس پوچھا۔

”ہاں مجھے اس بارے میں علم ہے مگر اس بارے میں تمہیں دبا جا کر ہی پتہ چلے گا لیکن اتنا بتا دوں کہ سیکرٹری دفاع کی اس تجویز

میں نے کھل کر مخالفت کی ہے کیونکہ میں تمہارے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔“ چیف نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے چیف۔ میں بھی دیکھتا ہوں میری مرضی کے بغیر مجھے کسی طرح کسی کام کے لیے راضی کیا جاسکتا ہے۔“ کراتوس نے کہا اس کے لہجے میں نہ صرف کڑا ہٹ تھی بلکہ اس کا لہجہ بھی دو ٹوک تھا۔ باقی سزاخاموشی سے گزر گیا۔ چیف نے کراتوس کی اس بات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ وہ اچھی طرح اپنے اس ہیر مائنڈ ایجنٹ کے بارے میں جانتا تھا۔ بیس منٹ کے بعد وہ سیکرٹری دفاع کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے اور اطلاع دینے پر ان دونوں کو فوراً اندر لایا گیا تھا۔ اب وہ دونوں ڈرائینگ روم میں بیٹھے سیکرٹری دفاع کا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ ہی منٹوں میں وہ بھی کمرے میں پہنچ گئے اور انوں سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنی نشست پر بیٹھ گئے۔

”مسٹر جیکب کیا آپ نے مسٹر کراتوس کو ان کے شروع ہونے کے سبب سے دور کے بارے میں بتا دیا ہے۔“ سیکرٹری دفاع نے پوچھا۔

”نوسر۔ میں نے بہتر سمجھا تھا کہ آپ خود ہی بتائیں اور میں آپ پہلے ہی کراتوس کی جانب سے انکار کر چکا ہوں۔“ جیکب سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”مسٹر کراتوس۔ میں سب سے پہلے تو آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کی کامیابی نے یوگان کا سرخمر سے بلند کر دیا ہے اور

ایکریما کے اہلی حکام تک آپ کے مداح ہو چکے ہیں۔ ایکریما آپ کو ٹاپ ایجنسی میں نہ صرف شامل کر لیا ہے بلکہ ایک سال تک آپ کو ٹاپ ایجنسی کا چیف بھی مقرر کیا گیا ہے اس دوران آپ کے ایجنسی کی ٹریننگ کریں گے اور اگر ایک سال بعد آپ مزید چیل رہتا چاہیں تو آپ کو ہر قسم کے فیصلے کا اختیار ہو گا۔ اگر آپ کا فیصلہ یوگان واپسی کا ہوا تو اس صورت میں آپ کو یوگان کی سب سے بڑی ایجنسی کا چیف بنا دیا جائے گا اور یہ خصوصی اختیار نامہ آپ کو کل عہدہ تحریری شکل میں دے دیا جائے گا۔ ایکریما کی ٹاپ ایجنسی کے بارے میں مجھ سے بہتر آپ خود جانتے ہیں کہ اس میں صرف شمولیت ہی کتنا بڑا اعزاز ہے اور ایکریما آپ کو خود چیف کی سیٹ آفر کر رہا ہے۔ یہ آپ کے لیے اور یوگان کے لئے اعزاز کی بات ہے۔“ سیکرٹری دفاع نے مسکراتے ہوئے ایسے لہجے میں اچھے جیسے وہ بہت بڑی خوشخبری سنا رہے ہوں۔

”اور اس کے بدلے یوگان کو کیا مراعات ملیں گی۔“ کراتوس نے ساٹ لہجے میں سوال کیا۔ اس کے لہجے کو سننے ہی چیف جیکب ہل لب مسکرا دیا تھا کیونکہ اس کے لہجے سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ کم صورت بھی رضا مند نہیں ہو گا۔

”اس بارے میں آپ کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کا کام ہے وہی کریں اور حکومتی معاملات کی طرف سے آپ کو پریشانی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اس بار سیکرٹری دفاع نے ناما

سے لہجے میں جواب دیا۔ شاید انہیں کراتوس کا لہجہ پسند نہیں آیا تھا۔ ”سوری سر مگر مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ میں یوگانی ہوں اور یوگان میں ہی رہنا پسند کروں گا مجھے ایکریما اور باقیوں سے دلچسپی نہیں ہے میری صلاحیتوں کی یوگان کو ضرورت ہے۔“ کراتوس نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا۔

”یہ آپ کا کیا حتمی فیصلہ ہے۔“ سیکرٹری دفاع نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔“ کراتوس نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ ”مسٹر جیکب کیا آپ اپنے ایجنٹ کو قائل کر سکتے ہیں۔“ سیکرٹری دفاع نے جیکب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”سر یہ اس کی اپنی مرضی ہے اس بارے میں کیا بول سکتا ہوں۔ ویسے بھی کراتوس درست کہہ رہا ہے۔“ جیکب نے بھی دونوں لہجے میں جواب دے دیا۔

”ٹھیک ہے آپ دونوں جا سکتے ہیں میں اس بارے میں صدر صاحب سے بات کروں گا اور ہو سکتا ہے نتائج آپ دونوں کے حق میں اچھے نہ ہوں۔“ سیکرٹری دفاع نے فیصلے لہجے میں باقاعدہ دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

”سر آپ جس سے چاہیں بات کر سکتے ہیں مگر میں استعفیٰ دینا منظور کر لوں گا مگر ایکریما یا کسی اور ملک کے لیے چوکیداری کے فرائض سر انجام نہیں دوں گا۔“ کراتوس نے بھی غصے سے کہا

اور اٹھ کر دروازے کا رخ کیا۔ کچھ دیر کے بعد جبک بھی باہر آ گیا۔
دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کراٹوس موجود تھا۔ وہ
اب جبک کو اس کی رہائش گاہ پر چھوڑنے جا رہا تھا۔
”تمہارا فیصلہ درست ہے۔ جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں بھی
کہہ آیا ہوں کہ ایک استغفیٰ نہیں بلکہ پوری ہائی ایجنسی ہی استغفیٰ دے
گی اور تم جانتے ہو کہ ہائی ایجنسی کے ایجنٹ تمہارے اور میرے بارے
میں کیا جذبات رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم دونوں کے استغفیٰ دینے کی وجہ
سے یقینی طور پر وہ بھی بھڑک کر استغفیٰ دے دیں گے۔“ چیف نے
رہائش گاہ پہنچ کر گاڑی سے اترنے کے بعد کہا۔

”مگر چیف میں نہیں چاہتا کہ یوگان کا دفاع کسی وجہ سے بھی کمزور
ہو اس لیے میں آپ سے یہی گزارش کروں گا کہ اگر کسی ایسی صورتحال
کا سامنا کرنا پڑا تو آپ استغفیٰ نہیں دیں گے اور ساتھ ہی ایجنٹس ک
بھی نارل رکھیں گے کیونکہ ہم سب کا نظریہ صرف یوگان کی ترقی اور
حفاظت ہے۔“ کراٹوس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”مائی بوائے میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ اس لیے
آنے والے وقت میں دیکھیں گے کہ اس معاملے میں کیا ہو سکتا ہے۔
ابھی اس بحث کو چھیڑنے کا فائدہ نہیں ہے کیونکہ میں تمہاری صلاحیتوں
کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم یوگان کے لیے ریڑھ کی
بڈی کی حیثیت رکھتے ہو اس لیے تمہارے ساتھ ہونے والی نا انصافی پر
میرے لیے خاموش رہنا ناممکن ہو گا۔“ چیف نے فیصلہ کن لہجے

میں کہا۔

”ٹھیک ہے چیف وقت آنے پر دیکھیں گے کہ کیا کیا جاسکتا ہے۔
اب مجھے اجازت دیں۔ گڈ بائی۔“ کراٹوس نے کہا۔
”او کے گاڈ بلیس یو مائی بوائے۔“ چیف نے دعائیہ انداز
میں کہا اور کراٹوس نے مسکراتے ہوئے گاڑی کو آگے بڑھایا۔

کراٹوس کا موڈ چونکہ آف ہو چکا تھا اس لیے وہ اپنے فلیٹ پر
جانے کی بجائے کافی دیر تک گاڑی کو یوں ہی بے مقصد سڑکوں پر گھماتا
رہا۔ کافی دیر بعد وہ نارل ہو گیا تو اس نے واپس اپنے فلیٹ کی طرف
جانے والے راستے کا رخ کیا۔ اس وقت تک وہ شہر سے باہر جانے
والی سڑکوں پر گاڑی ڈرائیو کرتا پھر رہا تھا۔ رات کافی گہری ہو چکی تھی
اور سڑکیں ویران تھیں۔ اس کی گاڑی کی رفتار نارل رفتار سے بڑھتی
جا رہی تھی مگر اچانک ہی اس نے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے
اچانک بریک لگا لیے۔ گاڑی کی تیز رفتاری کی وجہ سے بریک لگنے پر
نائر سڑک پر تیز آواز میں رگڑ کھانے کے بعد رک گئے۔ سڑک کے
کنارے ایک بوڑھا پیدل چلتا ہوا جا رہا تھا جس کو دیکھ کر کراٹوس نے
محض انسانی ہمدردی کی وجہ سے گاڑی کو روکا تھا کہ اس شخص سے
معلوم کر سکے کہ اتنی رات کو پیدل کیوں جا رہا ہے کیونکہ شہر کی طرف
جانے والی سڑک کافی فاصلے پر تھی۔

”کہاں جانا ہے جناب۔“ کراٹوس کا لہجہ نہایت نرم تھا۔
اس نے انسانی ہمدردی کی وجہ سے گاڑی بوڑھے کے پاس جا کر روکی

تھی مگر اچانک بریک لگنے کی تیز آواز سن کر وہ بوڑھا اس بری طرح چونک کر اچھلا تھا کہ گھبرا کر زمین پر گر گیا۔ کراؤس جلدی سے گاڑی سے نکلا اور اس کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

”پلیز۔۔۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے میں تو غریب آدمی ہوں۔ مجھے کچھ نہ کہو۔“ بوڑھے نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا جسم خوف سے کانپ رہا تھا۔

”جناب آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں چور ڈاکو نہیں ہوں۔ اتنی رات کو آپ کو شہر سے اتنی دور پیدل چلتے دیکھا تو سوچا کہ آپ کو آپ کی رہائش گاہ پر پہنچا دوں۔“ کراؤس نے بوڑھے کی حالت دیکھ کر نرم لہجے میں کہا جواب بھی سہا ہوا تھا۔

”مجھے پہلے ہی چور ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہے۔ اچھا بھلا ایئر پورٹ جانے کے لیے نکلا تھا مگر میرا سارا سامان چھین کر مجھے اس سڑک پر پھینک کر چلے گئے۔ اب تو میرے پاس ٹکٹ کے پیسے بھی نہیں رہے۔ ساری عمر کی جمع پونجی تو لے گئے ہیں۔“ بوڑھے نے روتے ہوئے بتایا اس کی آنکھوں میں آنسو جھلکانے لگے تھے۔

”بہت افسوس ہوا سن کر میں پوری کوشش کروں گا کہ مجرموں کو پکا سکوں۔“ کراؤس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھول دیا اور اس بوڑھے شخص کو بیٹھنے کی پیکٹر کی۔ بوڑھا ڈرتا ہوا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

”میرا نام کراؤس ہے اور میرا تعلق سرکاری ایجنسی سے ہے۔ مہ

پوری کوشش کروں گا کہ آپ کی لوٹی ہوئی رقم آپ کو جلد مل سکے۔ دیے آپ کا نام کیا ہے۔“ کراؤس نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

”آپ سرکاری آدمی ہے۔۔۔ معاف کر دیں سرکار۔ آپ کو رات کے وقت میری وجہ سے تکلیف اٹھانی پڑی۔“ بوڑھا پہلے سے بھی زیادہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔

”ارے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ سرکاری تنظیموں کا کام تو عوام کی حفاظت ہوتی ہے۔“ کراؤس نے نرم لہجے میں کہا۔ وہ جان بوجھ کر نرم لہجہ استعمال کر رہا تھا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا یہ عام سا شخص بری طرح خوفزدہ ہو چکا ہے اس لیے اس کو نارمل کرنے کے لیے وہ مسلسل نرم لہجے میں بات کر رہا تھا۔

”شک۔ شک یہ جناب میرا نام عمران ہے۔ میں واپس اپنے ملک جا رہا تھا۔ میرے بیٹے کی شادی تھی اس لیے میرا جانا آج بہت ضروری تھا۔“ بوڑھے نے کہا۔ اس کے چہرے پر پریشانی جھلک رہی تھی۔ عمران کا نام سن کر کراؤس یک دم چونک گیا مگر اگلے ہی لمحے وہ نارمل ہو گیا کیونکہ عمران کو ایئر پورٹ پر وہ خود دیکھ چکا تھا۔ کچھ لمحے کراؤس بغور بوڑھے کو دیکھتا رہا مگر بوڑھے کے چہرے کو بغور دیکھنے پر بھی میک اپ محسوس نہیں ہوا۔ وہ حلیہ کسی طرح بھی علی عمران کا نہیں تھا۔ بوڑھے کی آنکھیں بجھی ہوئی تھیں اور کندھے بھی جھکے ہوئے تھے۔ ایسے بھی کراؤس جانتا تھا اس کے ملک میں بہت سے پاکیشائی کام

دیر میں میرے بیٹے کو ڈھونڈ نکالا اور مجرموں کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد مجھے پتہ چلا کہ علی عمران بہت بڑا جاسوس ہے۔“ — عمران نے ایک سانس میں ہی پورا واقعہ سنانے کی کوشش کی اور ساتھ ہی علی عمران کی تعریف شروع کر دی۔ علی عمران کے نام پر ایک دفعہ پھر کراتوس چونک اٹھا اور عمران کی طرف مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔

”آپ ملے ہیں علی عمران سے۔ وہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ سنا ہے کہ وہ آج کل یوگان آیا ہوا ہے کسی سائنسدان کو چھڑانے کے لیے۔ میری ابھی تک اس سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ جب تک میں اس سے ملتا وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایئر پورٹ جا چکا تھا مگر اب مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے علی عمران یوگان سے نہ گیا ہو۔“ — کراتوس نے گہرے لہجے میں کہا۔

”میرے پاس اس کا پاکیشیا کا نمبر ہے جناب اس کو فون کر کے پوچھ لیتے ہیں اگر وہ یوگان میں ہے تو آپ سے مل لے۔ ویسے جناب اگر آپ کو کوئی کام ہے علی عمران سے تو مجھے بتادیں میں آپ کا پیغام پاکیشیا پہنچے ہی دے دوں گا اور اس سے درخواست کروں گا کہ آپ کا کام کر دے۔ مجھے امید ہے کہ وہ مجھ بوڑھے کی بات مان جائے گا۔“ — عمران نے محسوس مگر پر غلوں لہجے میں کہا۔ عمران کے انداز کی وجہ سے کراتوس کا شک دور ہو گیا کیونکہ باوجود ایک دفعہ پھر انور دیکھنے پر بھی عمران کے چہرے پر اس کو میک اپ وغیرہ کے کوئی آثار نظر نہیں آئے تھے اور نہ ہی اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ

کرنے کی غرض سے موجود ہیں۔ عمران کا خیال اس نے دل سے نکال دیا کیونکہ بوڑھے کا پریشان حال چہرہ دیکھ کر اس کا حریف پوچھ کچھ کرنے کا دل نہیں کیا۔ اس لیے اس نے بوڑھے کی کمپنی وغیرہ کا ایڈریس یا اس کے کام کے بارے میں بھی پوچھنا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ کراتوس کو اپنی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ کسی کی بھی اداکاری یا میک اپ ایک نظر میں ہی بھانپ جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

”جناب۔ پاسپورٹ تو ہے آپ کے پاس۔“ — کراتوس نے پوچھا۔

”ہا۔ ہاں۔۔ کیوں۔“ — عمران نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ کو ایئر پورٹ چھوڑ آتا ہوں کیونکہ آپ کا جانا ضروری ہے۔ ٹکٹ وغیرہ کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ پاکیشیا میں مجھے اپنا ایڈریس بتادیں۔ مجرم جب پکڑیں جائیں گے تو آپ کی رقم اور سامان آپ کو بھیج دیا جائے گا۔“ — کراتوس نے کہا۔

”جناب بہت شکریہ۔ آپ بہت ہمدرد ہیں۔ آپ کے لیے دعا کروں گا کہ ہمیشہ خوش رہیں اور بڑے بڑے مجرموں کو پکڑا کریں تاکہ آپ بہت مشہور ہو جائیں۔ جیسے پاکیشیا کا علی عمران مشہور ہے۔ ایک دفعہ میں پاکیشیا میں اس سے ملا تھا۔ ان دنوں میں بہت پریشان تھا کیونکہ میرے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا تھا مگر کسی نے مجھے علی عمران صاحب کے بارے میں بتایا اور علی عمران صاحب نے کچھ ہی

اداکاری کر رہا ہے۔

”کوئی خاص کام نہیں ہے میں خود ہی اس سے پھر کبھی مل لوں گا اور اس کا نمبر میرے پاس بھی ہے۔ اس لیے نمبر کی ضرورت نہیں ہے۔“ کراٹوس نے جواب دیا۔

”مگر جناب پاکیشا کے سائنسدان کو اغوا کر کے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ پاکیشا اور یوگان میں تو دوستی ہے۔ یہ ضرور مجرموں کا کام ہو گا آپ مجرموں کو پکڑ کر پاکیشا کے سائنسدان کو پاکیشا کے حوالے کر دیں پلیز۔“ عمران نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں پاکیشا اور یوگان میں دوستی تو ہے مگر جہاں ملکی مفادات سامنے آجاتے ہیں وہاں حکمران دوستی کی پرواہ نہیں کرتے۔“ کراٹوس نے قدرے سخت لہجے میں برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”سوری جناب۔ لگتا ہے میری بات سے آپ کو تکلیف ہوئی ہے مگر میں نے تو صرف اس لیے کہا تھا کہ آپ بہت ہمدرد انسان ہیں۔“ عمران نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ بہر حال آپ تیار ہو جائیں ایر پورٹ آگیا ہے۔“ کراٹوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ایئر پورٹ پر پہنچنے کے بعد کراٹوس نے عمران کے لیے ٹکٹ خریدا اور ساتھ ہی اپنی جیب سے ایک بڑے نوٹوں کی گڈی نکال کر اس کے بار بار منع کرنے کے باوجود اس کی جیب میں ٹھونس دی اور عمران سے رخصت لے کر واپس چل دیا۔

عمران اور اس کے ساتھی اس وقت ایئر پورٹ پر موجود تھے۔ عمران کے ساتھیوں کے چہرے لٹکے ہوئے تھے کیونکہ ایسا پہلی بار ہو تھا کہ وہ کوئی مشن پورا کیے بغیر واپس جا رہے تھے مگر عمران کو انتہائی سنجیدہ دیکھ کر اس سے بات کرنے کی ہمت باقی مبر نہ کر سکے۔ ایر پورٹ پہنچنے کے بعد اور ضروری مراحل مکمل کر کے بعد عمران اور اس کے ساتھی وینٹگ لاؤنچ میں پہنچ چکے تھے اور اب کرسیوں پر بیٹھے جہاز کی روانگی کے وقت کا انتظار کر رہے تھے۔

کچھ ہی دیر میں جہاز کی روانگی کا وقت ہو گیا اور مسافر جہاز میں جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران کے ساتھی بھی بوجھل قدموں سے اٹھے اور گیٹ کی طرف بڑھنے لگے مگر عمران ویسے ہی چپ چاپ بیٹھا رہا۔

”جہاز کی روانگی کا اعلان ہو چکا ہے۔“ کیپٹن ٹھیل نے

عمران کا کندھا ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے چلو۔“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا مگر اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس دوران عمران کے ساتھی جہاز میں داخلے کے لیے گیٹ کی طرف بڑھ چکے تھے۔ کچھ دیر بعد جب عمران واش روم سے واپس آیا تو نہ صرف اس کا لباس بلکہ اس کے جوتے بھی تبدیل ہو چکے تھے۔ اب وہ عام سے کپڑوں میں تھا۔ اس نے جہاز میں داخل ہونے والے گیٹ کے قریب ہی کاؤنٹر کا رخ کیا۔ جہاں مسافروں کے بورڈنگ کارڈ چیک کرنے کے بعد انہیں جہاز میں جانے کی اجازت دی جا رہی تھی۔ عمران کے ساتھی اب تک جہاز میں پہنچ چکے تھے۔

”ایک ضروری میٹنگ کی وجہ سے مجھے فلائٹ کنسل کرنی پڑ رہی ہے۔“ — عمران نے کاؤنٹر پر موجود لڑکی سے کہا۔
 ”نو پرابلم سر۔ آپ جب بھی جانا چاہیں گے آپ کو خوش آمدید کہا جائے گا۔“ — لڑکی نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”تھینک یو مس۔“ — عمران نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور انٹرپورٹ سے باہر جانے والے دروازے کا رخ کیا۔

عمران جیسے ہی انٹرپورٹ سے باہر نکلا ایک سرخ رنگ کی کار تیزی سے اس کے پاس آکر رک گئی۔ عمران نے کار کا دروازہ کھولا اور اطمینان سے اندر بیٹھ گیا اس دوران اس نے ڈرائیور سے کوئی بات کرنے کی کوشش نہ کی تھی اور ڈرائیور بھی چپ بیٹھا رہا تھا۔ گاڑی تیزی

سے اپنا سفر مکمل کر رہی تھی اور تقریباً ایک گھنٹے کے بعد گاڑی ایک رہائشی پلازے کے سامنے جا کر رک گئی تھی۔

”گڈ۔ تعاقب نہیں کیا گیا اس کا مطلب ہے کہ میری پلاننگ کامیاب ہو چکی ہے۔“ — عمران نے اپنے چہرے سے میک اپ اتارتے ہوئے کہا۔

”بالکل جناب آپ کی پلاننگ باکمال ہے۔ خاص طور پر آپ کے اس سنجیدہ رویے اور آپ کے ساتھیوں کے لٹکے ہوئے چہروں نے تو بالکل ہی اس پلاننگ کو زندہ جاوید بنا دیا تھا۔“ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود ڈرائیور نے بھی اپنا میک اپ اتارتے ہوئے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔ اب اس کی جگہ انسپکٹر رستم دکھائی دے رہا تھا۔ عمران کا ارادہ پہلے تو ٹائیگر کو بھیج کر معلومات چیک کرنے کا تھا مگر انسپکٹر رستم نے ملاقات پر بتایا تھا اس نے ٹریننگ کا طویل حصہ یوگان میں بھی گزارا ہے۔ اس لیے عمران نے ٹائیگر کو ڈراپ کر کے رستم کو یوگان بھیج دیا تھا۔ عمران نے رستم کی ٹریننگ کا آغاز اسی مشن سے کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے انسپکٹر رستم نہ صرف بہت خوش تھا بلکہ کافی پرجوش بھی نظر آ رہا تھا۔
 ”تمہیں کسی نے چیک تو نہیں کیا اب تک۔“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں جناب۔۔ میں سب لوکیشن چیک کر چکا ہوں۔“ — رستم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ دانستہ عمران کا نام نہیں لے رہا تھا۔
 ”گڈ۔۔ میرے خیال میں اب پہلے کسی ریسٹوران جا کر کچھ کھا لینا

چاہیے۔ اس چکر میں کافی دیر ہو گئی ہے اور کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔ یہاں قریب ہی ایک ریستوران موجود ہے جس کا کھانا بہت عمدہ ہے۔“ — رستم نے جواب دیا۔ ایک دفعہ پھر سے میک اپ کرنے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد اب وہ دونوں اس وقت یوگانی حلیوں میں تھے۔ رستم کی گاڑی ریستوران کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک ریستوران میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد رستم عمران کو ایک رہائشی کالونی لے گیا اور پھر عمران کچھ دیر آرام کرنے کے لیے بستر پر لیٹ گیا۔

کافی رات گزر جانے کے بعد عمران اور رستم سیاہ لباس پہنے گیٹ کی بجائے دیوار پھلانگ کر نکلے۔ اور باہر موجود گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر انسپکٹر رستم موجود تھا۔ جو گاڑی کو تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ کافی دیر ڈرائیو کرنے کے بعد ایک کالونی کے شروع ہوتے ہی گاڑی کی رفتار آہستہ کر دی گئی اور پھر مناسب جگہ دیکھ کر گاڑی کو پارک کر دیا گیا۔ عمران اور رستم گاڑی سے نکل کر رات کی تاریکی میں رہائشی کالونی کی طرف بڑھنے لگے۔ رات کے دو بجے سے کچھ زیادہ ہی وقت ہو چکا تھا۔ سڑک بالکل سنسان تھی اور کوٹھیوں میں بھی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

”اندروں دو بلڈ ہاؤنڈز موجود ہیں۔“ — رستم نے سرگوشی کی۔

”ان کا بھی انتظام کر کے آیا ہوں۔“ — عمران نے کہا اور

اپنی جیب سے ایک عجیب ساخت کا پتول نکال لیا اور پھر ہاتھ کو اس طرح ایڈجسٹ کر کے فائر کیا کہ پتول سے نکلے والے سارے کے سارے کپسول کوٹھی کے اندر تک پھیل گئے۔ عمران نے کچھ دیر انتظار کیا اور پھر ایک اونچی چھلانگ لگا کر دیوار پھلانگ کر کوٹھی میں کود گیا۔ عمران کے کودتے ہی رستم نے بھی وہی عمل دوہرایا۔ کوٹھی میں داخل ہونے کے بعد وہ دونوں دبے قدموں کوٹھی کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئے۔ ایک طرف دو خوفناک قسم کے بلڈ ہاؤنڈز زمین پر بے ہوش پڑے تھے۔ ”ان اور رستم اندرونی دروازے کے قریب جا کر رک گئے۔

احتیاط کے طور پر عمران نے حر۔ ایک کپسول کی ہول سے اندر پھینک دیا اور کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد اس نے دروازے کا لاٹک اوپن کیا اور وہ دونوں اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔ کوٹھی کے اندرونی حصے میں تین کمرے نظر آ رہے تھے جن میں سے ایک کی لائٹ جل رہی تھی۔ عمران نے دروازے کے کی ہول میں دیکھا اور پھر اپنی جیب سے ایک مڑی تڑی تار نکال کر لاٹک اوپن کر کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ سامنے موجود ایک بیڈ پر ایک آدمی گہری نیند سو رہا تھا۔

”یہی ہے وہ جناب۔ جو اس اوڑے سے باہر نکلا تھا۔“ — رستم نے جلدی سے کہا۔

”گڈ شو رستم زمان۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”اس کو اب کیا یہاں سے لے جانا ہوگا۔“ — رستم نے

پوچھا۔

”نہیں اس وقت سب سے محفوظ جگہ یہی ہے اس لیے اس سے پوچھ گچھ ادھر ہی ہوگی۔“ — عمران نے جواب دیا۔
 ”میں دی ڈھونڈ کر لاتا ہوں تاکہ اس کو باندھا جاسکے۔“ — رستم نے ارد گرد دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں دی بھی ڈھونڈ کر لاؤ اور باہر جوتے بے ہوش پڑے ہیں ان کو بنجروں میں بند بھی کر آنا۔“ — عمران نے ہدایت دی اور رستم اثبات میں سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دی کا ایک بٹل موجود تھا۔

”اس کو افریقین گرہ سے باندھنا کیونکہ یہ انتہائی ٹریڈ ایجنٹ ہے۔“ — عمران نے ہدایت دی۔ رستم حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے اسے عمران کی بات سمجھ نہ آئی ہو۔

”جناب میں نے ابھی تک صرف تین یا چار طرح کی گرہ کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔“ — رستم نے ڈرتے ہوئے کہا۔

”اوکے یہ دیکھو۔ اس طرح باندھتے ہیں۔“ — عمران نے کہا اور دی لے کر اس بے ہوش آدمی کو کرسی پر مخصوص انداز میں باندھنے لگا جبکہ رستم غور سے عمران کے ہاتھوں کی طرف دیکھ رہا تھا اور باندھنے کے طریقہ کار کو ذہن نشین کر رہا تھا۔

”رستم زمان اگر تمہیں اس بے ہوش آدمی کو ہوش میں لانے کا کہا جائے تو کیا کرو گے۔“ — عمران نے پوچھا۔ وہ اس آدمی کو باندھ

کر اب فارغ ہو گیا تھا۔

”جناب اگر تو گیس سے بے ہوش ہو تو اپنی گیس لازمی سونگھنا پڑتا ہے اور اگر چوٹ لگا کر بے ہوش کیا جائے تو پھرے پر تھن مارنے کا عمل آزمودہ ہے۔“ — رستم نے جلدی سے جواب دیا۔

”اور اگر اپنی نہ ملے تو گردن کے پچھلے حصے میں مخصوص جگہ معمولی سا کٹ لگا کر کچھ خون نکال کر ہوش میں لاسکتے ہیں جبکہ تھنوں کی بجائے ناک اور منہ کو وقفے وقفے سے بند کر کے ہوش میں لانے کا طریقہ زیادہ بہتر ہے مگر اس وقت تو اپنی سرے پاس موجود ہے۔ اس لیے وقت بچانے کے لیے اس اپنی کی مدد سے اس کو ہوش میں لے آؤ۔“ — عمران نے کہا اور اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر رستم کی طرف بڑھا دی۔ رستم نے شیشی پکڑی اور جا کر بے ہوش آدمی کی ناک سے لگا دی۔ کچھ ہی دیر میں اس آدمی نے آنکھیں کھول دیں مگر اپنے آپ کو جکڑے دیکھ کر پہلے تو حیرت زدہ رہ گیا مگر پھر اس نے جلد ہی خود پر قابو پا کر سانسے کھڑے ہوئے عمران اور رستم کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

”میں نے سوچا کہ وائٹ شیڈ و سٹیم کا تم سے ہی ایڈریس پوچھتا جاؤں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نت۔ تم عمران۔ گ۔۔۔ مگر تم تو واپس اپنے ملک چلے گئے تھے۔“ — اس آدمی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”اگر میں تمہاری آواز پہچانے میں غلطی نہیں کر رہا تو تم کارمن کی

کہ مائیکل بے اختیار لرز نے لگا جبکہ رستم بھی سہم گیا تھا۔
 ”اگر تم وعدہ کرو کہ مجھے چھوڑ دو گے تو میں تمہیں سب کچھ بتا دوں
 گا۔“ مائیکل کا حوصلہ عمران کا سفاک لہجہ سنتے ہی جواب دے
 گیا تھا۔

”سوری مسر مائیکل تم نے خود بتانے کا وقت گنوا دیا ہے۔“ — عمران نے ایک دفعہ پھر سفاک لہجے میں کہا اور اس کا خنجر تیزی سے مائیکل کے چہرے کی طرف بڑھا۔

”نہیں پلیز رک جاؤ۔ رک جاؤ پلیز۔“ موت کو اتنے قریب دیکھ کر مائیکل ہڈیانی انداز میں چلانے لگا۔

”ایک چانس دوں گا صرف ایک۔ جہاں تمہاری زبان لڑکھرائی یا جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو خنجر تمہاری شہہ رگ میں اتار دوں گا۔“

عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”نہیں میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لیے سب جج جج بتا دوں گا۔“
مائیکل نے جلدی سے کہا۔

”مگد تمہارے زندہ رہنے کا چانس بڑھتا جا رہا ہے۔ اس سوال پر تمہاری زندگی کا انحصار ہوگا۔ ڈاکٹر غالب کو کہاں رکھا گیا ہے۔“ — عمران نے

پوچھا۔

”مجھے اس بارے میں صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ کراٹوس کی انجینی نے اس کو ملٹری حکام کے حوالے کر دیا تھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔“ مائیکل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مگر تم یہ تو یقیناً جانتے ہو گے کہ ملٹری حکام نے ڈاکٹر غالب کو کہاں رکھا ہے کیونکہ میں نے یہاں آنے سے پہلے تمہارے بارے میں تفصیل سے معلومات حاصل کر لی ہیں اور یہ بھی معلوم کر چکا ہوں کہ تم حکام کے کس قدر قریب ہو۔“ عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ عمران نے اس کے لہجے سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

”ٹھیک ہے میں چپک کرتا ہوں کیونکہ مجھے اتنا تو علم ہے اہم شخصیات کو کہاں رکھا جاتا ہے میں کوشش کرتا ہوں ویسے مجھے امید ہے کہ میرا اندازہ درست ہو گا۔ مجھے فون دو۔“ مائیکل نے جواب دیا تو عمران نے رستم کو فون لانے کا کہا۔

رستم نے مائیکل سے نمبر پوچھنے کے بعد تیزی سے ڈائل کیے اور رسیور مائیکل کے کان سے لگا دیا۔ کافی دیر تیل بجنے کے بعد نسوانی آواز نیند میں ڈوبی ہوئی سنائی دی۔

”ہیلو۔“ نسوانی آواز میں کافی ناراضی موجود تھی جیسے اس وقت فون سننے پر شدید کوفت محسوس رہی ہو۔

”کیسی ہو مہنی۔ سوری تمہیں اس وقت فون کیا مگر کیا کرتا تمہاری یاد

آ رہی تھی۔“ مائیکل نے بوے رومانی لہجے میں کہا۔
”اودہ یہ تم ہو مائیکل۔ مگر اس وقت کیوں فون کیا ہے۔“ نسوانی آواز میں جھلاہٹ غائب ہو چکی تھی بلکہ اب اس نے لاڈ بھرے لہجے میں جواب دیا تھا۔

”کہا تو ہے مہنی تمہاری یاد آ رہی تھی۔ تم سے ملنے آ رہا ہوں ڈیسی۔ ابھی اور اسی وقت۔“ مائیکل نے کہا۔

”اودہ ڈارلنگ میں بھی تمہیں بہت سس کر رہی ہوں مگر یہاں پر ڈیوٹی ہے میں کل شام فارغ ہو جاؤں گی۔“ ڈیسی نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اس کو مائیکل کو منع کرتے ہوئے شدید دکھ ہو رہا ہو۔
”مگر کیوں ڈارلنگ۔ آج کل تو تمہارے پاس کوئی اہم شخصیت موجود نہیں ہے۔ جس کے لیے تمہیں موجود رہنا پڑے۔“ مائیکل نے پوچھا۔

”تین دن ہو گئے ہیں ایک پاکیشیائی ڈاکٹر کو میرے سیکشن کی تحویل میں دیا گیا ہے اور ایمر جنسی نافذ کی گئی ہے۔ اب کل اس ڈاکٹر کو واپس کر دیا جائے گا۔“ ڈیسی نے جواب دیا۔

”اودہ کل تک تمہارے بغیر کیا کروں گا۔ پلیز کچھ دیر کے لیے آنے دو۔ تمہیں دیکھ کر واپس چلا جاؤں گا۔“ مائیکل نے ایسے لہجے میں جواب دیا جیسے اس کو نہ ملنے پر شدید دکھ ہو رہا ہو۔

”ٹھیک ہے۔۔ مائیکل تم آ جاؤ مگر میں زیادہ وقت نہیں دے سکوں گی۔ خفیہ راستے کا تمہیں پتہ ہی ہے۔ میں ٹھیک دو گھنٹے کے بعد تمہارا

ادھر انتظار کروں گی۔“ ڈیسی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور فون رکھ دیا۔

”رستم نقشہ نکالو اور تم اس جگہ کی نشاندہی کرو۔“ عمران نے پہلے رستم سے پھر مائیکل سے کہا۔ رستم نے جلدی بے جیب سے نقشہ نکال کر مائیکل کے سامنے پھیلا دیا اس کے بعد مائیکل راستوں کی اور جگہ کی نشاندہی کرتا رہا۔

”گڈ مائیکل تم نے اپنی جان بچالی ہے۔ میک اپ باکس کہاں ہے۔“ عمران نے مائیکل سے پوچھا تو مائیکل نے میک اپ باکس کے بارے میں بتا دیا مگر وہ جیسے ہی چپ ہوا عمران کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس کا زور دار رائٹ ہک مائیکل کی کتبی پر پڑا اور اگلے ہی لمحے وہ بے ہوش ہو گیا۔

”رستم جا کر میک اپ باکس لے آؤ۔“ عمران نے کہا اور خود مائیکل کی نبض چیک کرنے لگا۔ عمران نے کافی قوت سے ہک مارا تھا اس لئے مائیکل دو تین گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آسکتا تھا۔ رستم نے مائیکل کی بتائی ہوئی جگہ سے اس کا میک اپ باکس لا کر عمران کو دیا۔ عمران اس دوران مائیکل کی رسیاں کھول چکا تھا۔

”رستم اس کو کندھوں سے پکڑ کر کھڑے رہو۔“ عمران نے کہا تو رستم نے سر ہلاتے ہوئے مائیکل کی کرسی کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کو کندھوں سے تھام لیا۔ اس دوران عمران کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مائیکل کی شکل بدل گئی تھی۔ اس کے بعد عمران

نے رستم کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر رستم کی شکل بھی تبدیل ہونے لگی۔ ”مگر عمران صاحب ہم دونوں کے قدم و قامت میں واضح فرق ہے۔“ رستم نے کہا۔ اس کے لہجے میں الجھن موجود تھی۔

”اس بات کا صرف اس لڑکی ڈیسی کو ہی پتہ ہو گا اس کے علاوہ کوئی اس بارے میں نہیں جانتا ہو گا اور چونکہ مائیکل اکثر ان راستوں پر جاتا رہتا ہے اس وجہ سے اگر سڑک پر کوئی چیکنگ وغیرہ ہوئی تو اس کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔“ عمران نے جواب دیا تو رستم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

مخصوص سٹنل دے رہی ہو۔ رستم نے گاڑی کو اس جانب موڑ دیا اور پھر کچھ فاصلہ طے کر گاڑی کو روک کر گاڑی سے باہر آگیا۔
 ”مائیکل ادھر کیوں رکے ہو۔ جلدی آؤ۔“ نسوانی آواز سنائی دی۔

”میرے پاؤں میں کچھ لگ گیا ہے۔“ رستم نے تکلیف دہ آواز میں جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ روکو میں آرہی ہوں۔“ نسوانی آواز نے جلدی سے کہا اس کے ساتھ ہی بھاگنے کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ رستم اس وقت پاؤں پکڑے زمین پر بیٹھ چکا تھا۔

”دکھاؤ اپنا پیر جلدی کرو۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو ہم دونوں کو گولی مار دی جائے گی۔“ قریب پہنچنے والی لڑکی جو یقیناً ڈیسی تھی نے جلدی سے جھک کر رستم کا پیر دیکھنے کی کوشش کی۔ ابھی ڈیسی پوری طرح جھکی بھی نہ تھی کہ رستم کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس کا رائٹ ہک ڈیسی کے سر پر لگا۔ اگلے ہی لمحے ڈیسی بغیر آواز نکالے بے ہوش ہو چکی تھی۔

”عمران صاحب آجائے۔ ڈیسی بے ہوش ہو چکی ہے۔“ رستم نے دھیمے لہجے میں کہا۔

”تم گاڑی کی ڈیگی سے مائیکل کو نکالو۔ اتنی دیر میں اس ڈیسی سے ضروری معلومات حاصل کر لوں۔“ عمران نے گاڑی سے نکلنے ہوئے تیزی سے کہا اور پھر بے ہوش ڈیسی کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے

نیلے رنگ کی فورویل گاڑی انتہائی تیزی سے شہر سے باہر جانے والی سڑک پر دوڑتی جا رہی تھی۔ گاڑی کا سٹیرنگ عمران کے ہاتھوں میں تھا اور چہرے پر میک اپ کے وجہ سے وہ یوگانی معلوم ہو رہا تھا۔ جبکہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر مائیکل کے میک اپ میں رستم بیٹھا ہوا تھا۔ مائیکل سے حاصل کردہ معلومات کو عمران نے نقشے پر مارک کر کے ذہن نشین کر لیا تھا۔ شہر سے باہر جانے والی اس سڑک کا اختتام پہاڑوں پر ہوتا تھا جہاں پر یوگان کے ملٹری یونٹ نے ایک خفیہ سیل بنا رکھا تھا جس میں انتہائی اہم شخصیات کو نظر بند کیا جاتا تھا۔ عمران نے گاڑی کو پہاڑیاں شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے ہی روک دیا اور خود گاڑی سے اتر کر پچھلی سیٹوں کے درمیان لیٹ گیا اور جبکہ ڈرائیونگ سیٹ رستم نے سنبھال لی۔ گاڑی جیسے ہی پہاڑیوں کے قریب پہنچی ایک پہاڑی کی جانب سے روشنی اس طرح گاڑی پر پڑنے لگی جیسے گاڑی کو

آگے بڑھ کر جلدی سے ڈیسی کی ناک اور منہ بند کر دیا۔ کچھ لمحوں کے بعد ہی ڈیسی ہوش میں آگئی مگر ڈیسی جیسے ہی ہوش میں آئی۔ عمران نے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں پر جمادیں۔

”ڈیسی تمہارا دماغ میرے کنٹرول میں آچکا ہے۔ بولو ہاں۔“
عمران نے آہستہ لیکن سخت لہجے میں کہا۔
”ہاں۔“ ڈیسی نے جواب دیا۔

”ڈاکٹر غالب کو جہاں قید کیا گیا ہے اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔“ عمران نے کہا تو ڈیسی تفصیل بتانے لگی۔ عمران نے جلدی جلدی مزید باتیں پوچھیں جن کا جواب بھی ڈیسی نے فوراً دے دیا۔

”ٹھیک ہے اب جب تک تم میری آواز نہیں سنو گی تم ہوش میں نہیں آؤ گی اور یہیں لیٹی رہو گی۔“ عمران نے ایک دفعہ پھر سخت لہجے میں کہا۔ جس کے جواب میں ڈیسی نے ہاں کہا اور اگلے ہی لمحے وہ زمین پر لیٹ چکی تھی۔

”رستم۔ مائیکل مجھے دو جلدی کرو اور اس لڑکی کو گاڑی میں ڈال کر جلدی سے کچھ دور لے جاؤ تاکہ اس کو چپک نہ کیا جاسکے۔“ عمران نے کہا اور رستم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مائیکل کو کندھے سے اتار کر عمران کی طرف بڑھایا اور عمران نے مائیکل کو اپنے کندھے پر ڈالا اور ان راستوں پر چلنے لگا جدر سے ڈیسی باہر آئی تھی۔ ڈیسی تمام راستے ویسے ہی کھلے چھوڑ آئی تھی اس لیے عمران کو اندر جانے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ ڈیسی کے بقول سینٹر کے اندر اس وقت وہ اکیلی ہی

تھی باقی ٹیم راؤنڈ کے لیے مگنی ہوئی تھی۔ عمران ڈیسی سے پوچھی مگنی تفصیل کی راہنمائی میں جلدی ایک سیل کے سامنے پہنچ گیا پھر مخصوص کوڈ لگا کر اس نے سیل کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک شاندار بستر پر ڈاکٹر غالب بے ہوش پڑے تھے۔ جن کو دیکھ کر عمران نے اطمینان بھرے انداز میں لمبا سانس لیا۔ اس نے جلدی سے مائیکل کو زمین پر لٹایا اور اس کے کپڑے اتارنے لگا اور پھر فارغ ہو کر ڈاکٹر غالب کی طرف بڑھ کر ان کے کپڑے بھی اتار دیئے۔ اس کے بعد مائیکل کو ڈاکٹر غالب کے اور ڈاکٹر غالب کو مائیکل کے کپڑے پہنانے کے بعد ڈاکٹر غالب کی عینک اور گھڑی اتار کر مائیکل کو پہنا دی۔ ڈاکٹر غالب کا جسم مائیکل کی طرح ٹھوس تو نہیں تھا مگر قد و قامت میں بس معمولی سا فرق تھا جس کو نظر انداز کیا جاسکتا تھا اور ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں مائیکل کا ٹھوس جسم بھی چھپ گیا۔ عمران وائٹ شیڈو کے سامنے آنے پر بلیک سپر کی آواز میں مائیکل کو پہچان چکا تھا کیونکہ مائیکل ایک دفعہ بین الاقوامی ٹیم میں عمران کے ساتھ رہ چکا تھا۔ اس کے بعد عمران نے رستم کو نہ صرف مائیکل کے پیچھے لگا دیا تھا بلکہ اس کی ہر سرگرمی پر نظر رکھنے کی ہدایات بھی دی تھیں۔ رستم نے نہایت کامیابی سے مائیکل کے کلب میں ویٹر کی ملازمت حاصل کر لی اور پھر مخصوص ڈیوائس کے ذریعے وہ مائیکل کی نگرانی کرتا رہا۔ نگرانی کے دوران ہی اس کے علم میں جہاں سب باتیں آئیں وہیں اسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ مائیکل کے تعلقات ملٹری سرکل میں اونچے لیول پر ہیں۔ اس نے

ایک دو دفعہ ڈیسی کو مائیکل کے ساتھ دیکھا تھا اور ان کی باتیں سننے کے بعد وہ اصل بات جاننے میں کامیاب ہو گیا تھا کیونکہ ڈیسی نے مائیکل کو بتایا تھا کہ آئندہ کچھ دن کے لیے وہ شائد مصروف ہو جائے کیونکہ اس کے سیکشن کی تحویل میں کسی اہم پاکستانی کو دیا جانے والا ہے۔ رستم نے لفظ بہ لفظ پوری رپورٹ عمران کو دے دی تھی جس کی وجہ سے عمران نے یہ شو کرنے کے لیے کہ وہ ناکام ہو چکا ہے اور یہ سمجھ رہا ہے کہ وائٹ شیڈ و تنظیم ڈاکٹر غالب کو اغوا کر چکی ہے اور اب وہ واپس پاکستان جا کر نئے سرے سے منصوبہ بندی کر کے وائٹ شیڈ کے پیچھے جانا چاہتا ہے۔ اس نے آخری لمحے تک اپنے ساتھیوں کو بھی اس بات کی خبر نہ ہونے دی تھی اور ویسے بھی اس کی تیز نظروں نے جوتوں پر لگے ہوئے مخصوص ٹریکر کو ٹریس کر لیا تھا۔ اس لیے ایئر پورٹ پر اس نے نہ صرف لباس بلکہ جوتے بھی تبدیل کر لیے تھے جو واش روم میں رستم اس کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ اپنے ساتھیوں کو آئی کوڈ کے ذریعے اس نے خاموشی سے چلے جانے کو کہا تھا اور ہدایات دیں تھیں کہ اس بارے میں کوئی بات نہ کرے کیونکہ عمران جانتا تھا جہاز کی روانگی تک ان کی باتیں مانیٹر کی جارہی ہوں گی۔

عمران نے مائیکل کو اٹھا کر بستر پر لٹا دیا اور ڈاکٹر غالب کو کندھے پر اٹھا کر سیل سے باہر آکر اس نے سیل کا دروازہ پھر سے بند کیا اور باقی راتے کھلے چھوڑ کر باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ تیزی سے بھاگتا ہوا واپس اپنی گاڑی کے پاس پہنچ گیا۔

”رستم ڈاکٹر غالب کو احتیاط سے سنبالو۔“ — عمران نے ڈاکٹر غالب کو رستم کے کندھے پر ڈالتے ہوئے کہا۔ رستم نے جلدی ڈاکٹر غالب کو سنبال کر گاڑی کی پچھلی سیٹوں پر لٹا دیا۔ عمران اس دوران ڈیسی کو گاڑی سے نکال چکا تھا اور ایک دفعہ پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں جمائے بیٹھا تھا۔

”ڈیسی اب تم واپس جاؤ گی اور تمام نشانات مٹا کر تم پہلے کی طرح اپنی ڈیوٹی انجام دو گی اور آج رات کی وہ سب باتیں بھول جاؤ گی جو مائیکل سے شروع ہوئی تھیں۔ یلو ہاں۔“ — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”ہاں۔“ — ڈیسی نے کہا۔

”گڈ۔“ — ہمیں ڈاکٹر غالب کی جسمانی حالت کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے اور ان کو مسلسل بے ہوشی کی حالت میں ہی رکھو گی۔ اب تم ٹھیک ایک منٹ بعد ہوش میں آ جاؤ گی اور یہاں سے سیدھی اپنے سینٹر میں جاؤ گی اور باقی ہدایات پر عمل کرو گی اور کل تمہارا دماغ بھی کنٹرول سے آزار ہو جائے گا۔“ — عمران نے آخری ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ پھر ٹھیک ایک منٹ گزرنے کے بعد ڈیسی ہوش میں آ گئی اور تیزی سے چلتی ہوئی واپس مڑ گئی۔

”رستم تم اپنا میک اپ اتار سکتے ہو۔ مگر ساتھ ہی تمہیں ڈرامائیج بھی کرنی پڑے گی۔ میں اس دوران ڈاکٹر غالب کو ہوش میں لے آؤں اور ان کا حلیہ تبدیل کر دوں۔ گاڑی کو سیدھا ایئر پورٹ پر لے

جانا۔“ — عمران نے کہا اور رستم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ ایئر پورٹ پر پہنچ چکے تھے۔ ڈاکٹر غالب نہ صرف ہوش میں آچکے تھے بلکہ عمران نے ان کے ذہن سے کراتوس کی فیڈبک کو بھی واش کر دیا تھا۔ عمران نے ان کا میک اپ عام پاکیشیائیوں والا کر دیا تھا۔ اس حلیے میں وہ ایک عام سے پاکیشیائی شہری نظر آ رہے تھے۔ عمران نے رستم اور ڈاکٹر غالب کو رکنے کا کہا اور خود تیزی سے چلتا ہوا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ عمران جب واش روم سے واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک جھوٹا سا تھیلہ موجود تھا۔ عمران نے فارن ایجنٹس کو کہہ کر ڈاکٹر غالب کے موجودہ حلیے کے مطابق کاغذات بنوانے کی منصوبہ بندی پہلے ہی کر رکھی تھی۔ اس وقت اس تھیلے میں وہی کاغذات موجود تھے جو فارن ایجنٹ اسے واش روم میں دے گیا تھا۔

”ڈاکٹر یہ آپ کے کاغذات ہیں۔ انشاء اللہ اب آپ خیریت سے پاکیشیا پہنچ جائیں گے اور رستم پاکیشیا پہنچے ہی ڈاکٹر غالب کو لے کر سر سلطان کے پاس پہنچ جائے گا۔ جب تم پاکیشیا پہنچو گے تو اس وقت وہاں صبح کے چھ بج رہے ہوں گے اس لئے سیدھا سر سلطان کی رہائش گاہ پر چلے جانا اور کہہ دینا کہ ان کو سردار کے پاس پہنچا دیں۔“ — عمران نے تیزی سے کہا۔ اسی وقت جہاز کی روانگی کے بارے میں اعلان ہونے لگا تھا۔

”ٹھیک ہے جناب آپ کی ہدایات پر عمل ہو جائے گا۔“ — رستم

نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ خوشی کی چمک تھی کیونکہ اس کو نہ صرف عمران کی سربراہی میں کام کرنے کا موقع ملا تھا بلکہ اسے کافی کچھ دیکھنے کو بھی ملا تھا۔ عمران نے دونوں سے مصافحہ کیا اور سلام کر کے رخصت کرتے ہوئے انہیں اللہ کے سپرد کر دیا۔ عمران اس وقت تک ایئر پورٹ پر موجود رہا جب تک جہاز نے اڑان نہ بھری۔ جہاز کے اڑنے کے بعد عمران نے اطمینان بھری گہری سانس لی اور اتنے دنوں کے بعد اس کے چہرے پر اب مسکراہٹ آئی تھی۔ عمران نے سوچا تھا کہ وہ یوگانی ایجنسی کو سبق دے کر ہی واپس پاکیشیا جائے گا۔

عمران نے رستم اور ڈاکٹر غالب کے جہاز کے اڑان بھرنے کے بعد نیکی لی۔ رات کا دوسرا پہر شروع ہونے والا تھا۔ نیکی نارمل انداز میں سڑک پر دوڑتی چلی جا رہی تھی کہ اچانک اس کا ٹائیر پھٹنے کی آواز سنائی دی جس کی وجہ سے گاڑی بری طرح ڈولنے لگی مگر ڈرائیور نے گاڑی کو مہارت سے قابو کر لیا۔

”جناب پرانا ٹائیر تھا لگتا ہے پھٹ گیا ہے اور میرے پاس کوئی دوسرا فالتو ٹائیر بھی نہیں ہے۔“ — ڈرائیور نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

”اوکے نو پر اہلم۔ تم یہ پیسے رکھو۔ ویسے بھی تمہاری نیکی بہت پرانی ہے ان پیسوں سے نیا ٹائر لے لینا۔“ — عمران نے جیب سے دو سو نوٹ نکال کر ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ اس کی اور

گاڑی کی حالت دیکھ کر ہی لگ رہا تھا کہ ڈرائیور کافی تنگ حال ہے مگر اس کے چہرے پر شرافت نظر آرہی تھی۔ ڈرائیور نے کافی کوشش کی تھی کہ انکار کر دے مگر عمران نے زبردستی اس کو رقم دے دی۔

”صاحب اگر آپ یہاں رکیں تو میں اگلے چوک کی طرف بھاگتا ہوا جاتا ہوں اور دوسری ٹیکسی کا بندوبست کر کے آتا ہوں۔“ ڈرائیور نے کہا۔

”نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے میں پیدل چلتا ہوں۔ امید ہے جلد ہی دوسری ٹیکسی مل جائے گی۔“ عمران نے انکار کرتے ہوئے کہا اور ایک ست پیدل چل پڑا۔ عمران کو چلتے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔ وہ اپنے میک اپ کے مطابق اس وقت ایک بوڑھے پاکیشیائی کے روپ میں تھا۔ وہ اس وقت ایک چوراہے سے گزر رہا تھا کہ سامنے سے آتی ہوئی گاڑی نے اچانک اس کے قریب آکر بریک لگا دیئے۔ عمران نے ایک نظر میں ہی پہچان لیا کہ ڈرائیونگ سیٹ پر وہی سپر مائنڈ موجود ہے جس نے اپنی ذہانت سے ڈاکٹر غالب کو نہ صرف اغوا کر لیا تھا بلکہ عمران کو ذہنی شکست دینے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔ عمران اس طرح سہم گیا کہ خوفزدہ ہوتے ہوئے زمین پر گر گیا۔ عمران کی اداکاری بے داغ تھی۔

”کدھر جانا ہے جناب۔“ ڈرائیور جو کراتوس تھا، نے ہمدردی سے پوچھا۔

”پلیز۔۔۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے میں تو غریب آدمی ہوں۔ مجھے

کچھ نہ کہو۔“ عمران نے یکدم خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔ اتنی رات گئے آپ کو پیدل چلتے دیکھ کر سوچا کہ آپ کو آپ کی رہائش گاہ پہنچا دوں۔“ ڈرائیور نے نرم لہجے میں کہا۔ اس کے بعد کراتوس نے مسلسل نرم لہجے میں گفتگو کر کے عمران کو قائل کر لیا کہ اس کے ساتھ گاڑی میں سفر کرے۔ عمران اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا پھر باتوں باتوں میں عمران نے پاکیشیا جانے کا فیصلہ کر لیا اور کراتوس اسے ایئر پورٹ چھوڑ گیا۔ عمران کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور اس کو کراتوس کا انسانی ہمدردی کا احساس بہت اچھا لگا تھا۔ اس وجہ سے اس نے اس کے خلاف مزید کوئی کارروائی کرنے کی بجائے واپس پاکیشیا جانے کا فوری فیصلہ کر لیا تھا ورنہ وہ پہلے فیصلہ کر چکا تھا کہ ہائی انجینی اور کراتوس کو پاکیشیا میں مشن پورا کرنے کی مزاد دینے کے بعد ہی واپس پاکیشیا جائے گا۔

”ہاں یہ بات میں جانتا ہوں مگر مشکل یہ ہے کہ ہم یہ بات ثابت کیسے کریں گے کیونکہ ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور ملٹری پینٹل سیل میں بھی چیکنگ کی گئی ہے اور سب حالات معمول کے مطابق ہیں اس وجہ سے حکام نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ غلطی ہماری ایجنسی سے ہی ہوئی ہے۔“ چیف جیکب نے بھی غصے سے کہا مگر اس کا غصہ یوگانی حکام پر تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کراؤس سے غلطی نہیں ہوئی ہے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔

”چیف آف ہائی آپریشن سروں۔“ چیف جیکب نے تیز لہجے میں کہا۔

”مسٹر جیکب کیا ڈاکٹر غالب کو چیک کر کے انہیں لے آئے تھے۔“ دوسری چیکنگ کے ہی آپ کے ایجنٹ انہیں لے آئے تھے۔“ دوسری طرف براہ راست یوگان کے صدر موجود تھے اور ان کی آواز سے لگ رہا تھا کہ وہ غصے میں ہیں۔

”ک۔ کیا مطلب ہے جناب۔۔ ظاہری بات ہے کہ ہمارے ایجنٹس نے پوری پلاننگ کے تحت ہی ڈاکٹر غالب کو حاصل کر کے متعلقہ حکام کے حوالے کیا تھا۔“ چیف جیکب نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ وہ براہ راست یوگان کے صدر کی کال کی توقع نہیں کر رہا تھا اس وجہ سے بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا جبکہ کراؤس بھی بے اختیار چونک کر فون کے قریب ہو گیا۔

”کیا خاک پلاننگ کی ہے آپ کی ایجنسی نے۔ جانتے ہیں کہ

کراؤس کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوا اور سیدھا چیف جیکب کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جونہی وہ کمرے میں داخل ہوا بے اختیار ٹھٹھک کر رک گیا۔

”وہ ڈاکٹر غالب کی بجائے تمہارا دوست مائیکل نکلا ہے۔“ چیف جیکب نے کراؤس کو دیکھتے ہی چلا تے ہوئے کہا۔

”مگر چیف یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہماری ایجنسی نے پوری ذمہ داری سے اصل ڈاکٹر غالب کو ملٹری حکام کے حوالے کیا تھا اور آپ بھی جانتے ہیں کہ مائیکل نے میرے ساتھ اس مشن کو پورا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور اس سے پہلے ہی ڈاکٹر غالب کو ہم حکومت کے نمائندوں کے حوالے کر چکے تھے۔“ کراؤس نے غصیلے لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا خاک ذمہ داری نبھائی ہے آپ نے۔ جانتے ہیں اس شخص نے ہوش میں آنے کے بعد ایکریمین حکام سے کیا کہا ہے۔ اس نے ایکریمین حکام کے حوالے ہونے کے کچھ دیر کے بعد ہی انہیں بتا دیا تھا کہ وہ ڈاکٹر غالب نہیں ہے۔ بلکہ اس پر ڈاکٹر غالب کا میک اپ کیا گیا ہے۔ دراصل وہ کارمن سے تعلق رکھنے والا ایجنٹ ہے جو طویل عرصے سے یوگان میں موجود ہے اور جب اس کا میک اپ صاف کیا گیا تو واقعی وہ ڈاکٹر غالب نہیں تھا بلکہ کوئی اور شخص تھا۔“ صدر نے اس بار طنزیہ لہجے میں کہا۔

”جناب میں نے بھی یہ ہی عرض کی ہے کہ وہ شخص کچھ دن پہلے تک ہمارے ساتھ ایک مشن میں شریک تھا اس مشن سے پہلے ڈاکٹر غالب کو حکام کے حوالے کیا جا چکا تھا۔ میں اس بارے میں انکوائری کرتا ہوں جناب۔ جلد ہی اصل صورتحال سامنے آجائے گی۔“ چیف جیکب نے ایک دفعہ پھر مذمت کی۔

”نہیں اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ملکی مفاد کو دیکھتے ہوئے آپ کی ایجنسی کو برطرف کیا جا رہا ہے اور آپ سمیت سب ایجنٹس پر ملک سے غداری کے جرم میں سزا سنانے کا فیصلہ کیا جا رہا ہے۔ آپ اور آپ کا کوئی بھی ایجنٹ اگلا فیصلہ آنے تک ہائی آپریشن کے ہیڈ کوارٹر سے باہر قدم نہیں رکھے گا اور اگر ایسا ہوا تو ایسے افراد کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ آپ اپنے سب ایجنٹس کو کال کر کے کہہ دیں کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر ہیڈ کوارٹر پہنچ جائیں۔“ صدر

ایکریمین نے کچلے لٹخوں میں یوگان کو دھکی دے دی ہے اور ایسا آپ کی ایجنسی کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یوگان کو کتنا نقصان ہوگا۔“ صدر نے چلاتے ہوئے کہا۔

”مگر جناب ہم نے تو اپنی ذمہ داری پوری دیانت داری سے ادا کی ہے۔“ چیف جیکب نے اپنے لہجے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”کیا نقلی ڈاکٹر غالب کو دھوکے سے حکومت کے حوالے کرنے کو آپ دیانت داری کہتے ہیں۔ آپ نے جو شخص ڈاکٹر غالب کے حلیے میں ایکریمین کے متعلقہ حکام کے حوالے کیا تھا وہ ڈاکٹر غالب نہیں نکلا۔“ صدر نے اس بار غصے سے کہا۔

”جناب صدر۔ میں نے پوری کارروائی کی رپورٹ تحریری شکل میں دے دی ہے۔ ہم لوگوں نے اپنی ذمہ داری خوب اچھی طرح نبھائی ہے اور اصل آدمی کو ہی ملٹری سیکشن کے حوالے کیا تھا اگر کوئی گڑبڑ ہوئی ہے تو ملٹری سیکشن سے ہوئی ہے اور ویسے بھی جو شخص ڈاکٹر غالب کے حلیے میں ہے وہ کچھ دن پہلے ہماری ایجنسی کے ساتھ ایک مشن پورا کرنے میں ہمارے ساتھ تھا اور اس سے پہلے ہی ڈاکٹر غالب کو ملٹری سیکشن کے حوالے کیا جا چکا تھا۔ ہم نے تو پوری ذمہ داری سے اس پائیشی سائنسدان کو ملٹری حکام کے حوالے کیا تھا اب یا تو ملٹری سیکشن میں گڑبڑ ہوئی ہے یا پھر ایکریمین کی تحویل میں جانے کے بعد گڑبڑ ہوئی ہے اس وجہ سے ایکریمین کے حکام غلطیائی سے کام لے رہے ہیں۔“ چیف جیکب اپنے موقف پر ڈٹا رہا۔

نے غصے سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

”چیف یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ میں نے جن حالات میں ڈاکٹر غالب کو حاصل کیا ہے اور اس کے بعد مسلسل اپنے ساتھ رکھا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر غالب تبدیل ہو جائے اور مائیکل نکل آئے۔ یہ ضرور ملٹری حکام اور اکیڈمیں حکام کی لاپرواہی کا نتیجہ ہے اور اب غلط بیانی کر کے ساری ذمہ داری ہم پر ڈالی جا رہی ہے۔“ کراتوس نے کہا۔

”مجھے تم پر یقین ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے اور تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر اس کو ثابت کس طرح کیا جاسکتا ہے۔“ چیف جیکب نے پریشان لہجے میں کہا۔

”مگر یہ تو صدر صاحب نے زیادتی کی ہے کہ باہر دیکھے جانے پر گولی مارنے کا حکم دے دیا ہے اور میرے خیال میں اس طرح کر کے یوگانی حکام شائد اپنی توہین کا بدلہ لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ کراتوس نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھا نہیں کیسی توہین اور کونسا بدلہ۔“ چیف جیکب نے حیرانی سے پوچھا۔

”سیکرٹری دفاع صدر صاحب کے نہ صرف قریبی رشتہ داروں میں سے ہیں بلکہ صدر صاحب ہر معاملے میں ان کی رائے کو مقدم رکھتے ہیں اور سیکرٹری دفاع نے میرے اکیڈمیا کے لیے کام نہ کرنے کے فیصلے کو اپنی اتنا کا مسئلہ بنا لیا ہے اور ان کے لیے صدر صاحب کو

ہمارے خلاف بڑھکانا کچھ مشکل نہیں ہے۔“ کراتوس نے اپنی بات کی وضاحت کی مگر اس سے پہلے کہ جیکب کراتوس کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ فون کی ٹھنٹی نے ان کو چونکا دیا۔

”چیف کوئی علی عمران بات کرنا چاہتا ہے اور نہ بات کرانے پر بھیایک نتائج کی دھمکی بھی دے رہا ہے۔“ رابطہ قائم ہونے پر چیف جیکب کے پی اے کی آواز سنائی دی۔ علی عمران کا نام سن کر چیف جیکب بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ علی عمران۔ اوکے بات کراؤ۔“ چیف جیکب نے بے یقینی سے کہا جبکہ علی عمران کا نام سن کر کراتوس بھی حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

”آپ کی خدمت میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بلکہ بدہان خود ہیلو ہیلو کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے یہ تو ابھی آپ کو معلوم ہو ہی جائے گا۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی عمران کی شگفتہ آواز سنائی دی اور چیف جیکب اور کراتوس فون کو ایسے گھور رہے تھے جیسے عمران کی آواز سن کر انہیں اپنی سماعت پر یقین نہ آرہا ہو۔

چاہیے۔ شکست کھانے کا بھی اپنا ہی ایک لطف اور مزہ ہوتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس بار پاکیشیا سکرٹ سروس اس سے بھی لطف اندوز ہو۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”عمران صاحب آپ کے اس قدر مطمئن انداز سے ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ مجرموں کو پکڑ چکے ہیں اور ڈاکٹر غالب کو بھی بازیاب کرا چکے ہیں۔“ — طاہر نے تنگ آکر طنز کرنے کی کوشش کی۔

”ارے بھائی بلیک زیرو۔۔۔۔۔ تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے مجرم نہ ہو گئے بلکہ بازار سے ملنے والے پلاسٹک کے گڈے ہو گئے۔ جن کو جب چاہا پکڑ لیا۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب پلیز بتا دیں کہ مجرم واقعی پکڑے جا چکے ہیں۔“
طاہر نے اپنی بات پر اصرار کیا مگر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ سامنے رکھے ٹرانسمیٹر پر مخصوص آواز سنائی دینے لگی۔ عمران نے چونکتے ہوئے اپنے سامنے پڑا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھایا اور کال رسیو کرنے کے لیے بٹن دبا دیا۔

”ٹائیگر کانگ یو باس۔ اور۔۔۔“ ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”لیس عمران انڈنگ۔ اور۔۔۔“ عمران نے جواب دیا۔

”باس ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ڈاکٹر غالب کو ایکریمیم حکام نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ اور۔۔۔“ ٹائیگر نے بتایا۔

”کیسے پتہ چلا تفصیل بتاؤ۔ اور۔۔۔“ عمران نے پوچھا۔ جس کے جواب میں ٹائیگر نے تفصیل بتا دی۔

”عمران صاحب میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اس بار آخر آپ کیا کر رہے ہیں۔ اتنے دن ہو گئے ہیں ڈاکٹر غالب کو اغوا ہوئے مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے کہ آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے یوگان سے ٹیم کو بھی واپس بھیج دیا اور خود غالب ہو گئے۔ ڈاکٹر غالب کا ابھی تک کچھ بھی پتہ نہیں چلا اور اب آپ خود بھی یوگان سے ناکام واپس آ گئے ہیں۔“ — طاہر نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔
عمران یوگان سے سیدھا دانش منزل آیا تھا اور عمران کو دیکھتے ہی طاہر بے صبری سے سوالات کرنے لگا تھا مگر عمران کے چہرے پر حماقتوں کا نقاب چڑھا ہوا تھا اس لیے وہ طاہر کی ہر بات کو مذاق میں لے رہا تھا۔ عمران کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے اس کو ڈاکٹر غالب کے اغوا کی کوئی فکر ہی نہ ہو۔ جس کی وجہ سے طاہر بہت زچ ہو گیا تھا۔

”جناب ایکسٹو صاحب۔ کبھی زندگی میں شکست کھانی بھی سیکھ لینی

”او کے تمہاری کارکردگی اچھی رہی ہے۔ اب یہ معاملہ ختم سمجھو اور واپس آ جاؤ۔ اور اینڈ آل۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے رکھ دیا۔

”ارے بلیک زیرو۔ ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا نظر لگاؤ گے۔“ — عمران نے بلیک زیرو کو مسلسل اپنی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”عمران صاحب۔ شاید اب آپ کو مجھ پر بھی بھروسہ نہیں رہا۔“ طاہر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے تم پر تو سب سے زیادہ بھروسہ ہے کیونکہ تم ہی تو وہ شخصیت ہو جو میرے چھوٹی چھوٹی مالیت کے چیکوں پر دستخط کرتے ہو۔ تم پر بھروسہ نہ کر کے میں نے پاؤں کلباڑی پر مارنے ہیں۔ یہ تو وہی بات ہو گئی جس میں ایک شاعر اپنا دکھڑا اس طرح روتا ہے کہ پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے اور اس کے آگے کا مصرعہ میرے ذہن سے نکل چکا ہے۔ بہر حال اس شاعر کی طرح ایک تم ہی تو بھروسے کے قابل ہو جو میری ہر بات سے باخبر ہو۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”نہیں عمران صاحب۔ مجھے لگ رہا ہے کہ اب میں آپ کے بھروسے کا نہیں رہا اس لیے مجھے ایکسٹو کی سیٹ سے استعفیٰ دیے دینا چاہیے۔“ — طاہر نے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

”مگر تم تو جانتے ہی ہو کہ سیکرٹ سروس سے استعفیٰ کس شکل میں دیا جاسکتا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”جی مجھے وہ صورت منظور ہے کہ موت کی شکل میں ہی چاہے استعفیٰ دینا پڑے۔ مگر مجھے یہ بات ہرگز قبول نہیں کہ آپ کا بھروسہ مجھ پر سے اٹھ جائے۔ اس طرح تو میں ویسے ہی مرجاؤں گا۔“ — طاہر نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ عمران طاہر کی ذہنی حالت اچھی طرح سمجھ رہا تھا کیونکہ پہلے ہر معاملے میں وہ طاہر کو باقاعدہ بریف کر دیتا تھا مگر اس بار مشن میں تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے اسے موقعہ نہیں مل سکا تھا کہ طاہر کو بریف کرتا۔

”بس کرو پیارے۔ کیا روٹھی بیوی کی طرح منہ پھلا کر بیٹھ گئے ہو۔ حالات کچھ اتنی تیزی سے پلٹا کھا گئے تھے کہ تمہیں بتا نہیں سکا۔ بہر حال انٹرپورٹ سے سیدھا وائس منزل اسی وجہ سے آیا تھا تاکہ ڈراپ سین تمہارے سامنے ہی ہو۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا مجرم واقعی پکڑے گئے ہیں۔ جبکہ ٹائیگر تو کہہ رہا تھا کہ ڈاکٹر غالب کو ایکریمیں حکام کے حوالے کر دیا گیا ہے۔“ — طاہر نے بے چینی لہجے میں پوچھا۔

”کچھ چھری تلے دم تو لو۔ ایک ساتھ ہی اتنے سوالات۔ بہر حال کچھ دیر مزید انتظار کر لو۔ پھر ایک ساتھ ہی تفصیل سن لیتا۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”کیا کوئی آنے والا ہے۔“ — طاہر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ارے نہیں۔ تمہارے مجرموں کا ان کی منزل پر پہنچنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ ابھی مزید سات آٹھ گھنٹے درکار ہیں۔ اس لیے میں اس دوران تھوڑی دیر آرام کر لوں کیونکہ پچھلے کچھ دنوں سے نہ تو اطمینان سے سو سکا ہوں اور نہ ہی وقت پر کھانا مل سکا ہے۔ اس لئے پہلے تو میرے لیے گرم ناشتہ تیار کرو چاہو تو دوپہر کا کھانا بھی تیار کر لو اور اس کے بعد میرے اٹھنے کا انتظار کرنا۔“ — عمران نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

”چلیں اتنا ہی بہت ہے کہ مجرم پکڑے جا چکے ہیں اور اب یہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ کی مرضی کے بغیر آپ سے کوئی بات نہیں پوچھی جاسکتی۔ اس لیے میں انتظار کر لیتا ہوں۔ آپ ناشتہ کر کے کچھ دیر آرام کر لیں۔“ — طاہر نے جواب دیا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔ اگلے آدھے گھنٹے میں عمران ناشتہ کرنے کے بعد آرام کرنے کے لیے مخصوص کمرے میں جا چکا تھا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ پرسکون نیند سو گیا۔ کئی گھنٹے سونے کے بعد عمران اٹھ کر نہانے واٹش روم چلا گیا تاکہ تازہ دم ہو سکے۔

”عمران صاحب اب تو آپ نے آرام بھی کر لیا ہے۔ براہ مہربانی اب تو بتا دیں اصل معاملہ کیا ہے۔ میں سوچ سوچ کر تھک چکا ہوں۔“ — طاہر نے پھر منت کرتے ہوئے کہا جبکہ عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ ابھی واٹش روم سے نکلا ہی تھا کہ طاہر نے ایک دفعہ پھر اصل معاملات جاننے کے لیے کہا۔

”تو چلو ٹھیک ہے تم ایک بڑی مالیت کے چیک پر دستخط کرو میں تمہیں تفصیل بتا دیتا ہوں۔“ — عمران نے کہا اور فون اپنی طرف کیا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ ہونے کے بعد اس نے کچھ دیر تک بات کی اور پھر کال ختم کر کے ایک دفعہ پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پہلی کال کرنے کا مقصد یوگان میں اعلیٰ حکام کا رد عمل جاننا تھا۔ جس کے بارے میں اسے بتا دیا گیا تھا کہ سرکاری حکام کا عتاب ہائی آپریشن پر نازل ہو چکا ہے۔

”ہیلو۔۔۔ کون بول رہا ہے اور یہ نمبر کہاں سے حاصل کیا ہے۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک حیران کن مردانہ آواز سنائی دی۔

”یہ بات تم اپنے چیف جیکب سے پوچھ سکتے ہو۔ مگر اس کو یہ بتانا مت بھولنا کہ علی عمران کا فون ہے اور اگر بات نہ کرائی گئی تو یوگان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔“ — عمران نے سنجیدہ مگر انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا اور ساتھ ہی لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تاکہ بلیک زیرو بھی ان کی باتیں سن سکے۔

”ہولڈ کریں۔“ — دوسری طرف سے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا گیا اور ساتھ ہی خاموشی چھا گئی۔ جبکہ عمران کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔ کچھ دیر بعد رابطہ قائم کر دیا گیا مگر دوسری طرف مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

”آپ کی خدمت میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بلکہ بدبان خود ہیلو کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے

وہ تو آپ کو پتہ چل جائے گا۔“ — عمران نے چند لمحے تک کسی کے بولنے کا انتظار کرنے کے بعد خود ہی شکفتہ لہجے میں کہا۔
 ”کون علی عمران۔“ — دوسری طرف سے سخت لہجے میں جواب دیا گیا۔

”ارے کیا ڈاکٹر غالب کے مائیکل بن جانے پر تمہارا ذہن اس قدر اپ سیٹ ہو گیا ہے کہ اب پوچھ رہے ہو کون علی عمران اور اتنا تو اکیمریمین پچھڑا سار ایجنسی کا ایکس چیف جیکب جو اب یوگان کی ہائی آپریشن سروس کا چیف ہے۔ علی عمران کے بارے میں بخوبی جانتا ہوگا کہ علی عمران کون ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے عمران میں نے غلط بیانی کی تھی۔ بے شک میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم سے جیتنا ناممکن ہے۔ اس لیے یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ آخری وقت میں ڈاکٹر غالب کی جگہ مائیکل نے کیسے لے لی کیونکہ تم شاید انسان نہیں ہو۔ جادوگر ہو یا بھوت مگر تم نے ہماری اس جھٹی ہوئی بازی کو کیسے ہار میں بدل دیا۔“ جیکب نے چند لمحوں کے بعد نرم لہجے میں جواب دیا۔

”غلط بات بہت غلط بات ہے جیکب۔ تم نے مجھے انسانوں کی فہرست سے ہی نکال دیا ہے۔ کیا اپنے ملک کے اعلیٰ حکام کے غصے کا بدلہ اب مجھ سے لینا چاہتے ہو۔“ — عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ جیکب جیکب کا جواب سننے پر طاہر اب مکمل طور پر مطمئن ہو چکا تھا اور اب وہ مسکراتے ہوئے اور لطف لیتے ہوئے دونوں کی گفتگو

سن رہا تھا۔ وہ تصور کر رہا تھا کہ نقلی ڈاکٹر غالب کو حاصل کرنے کے بعد اکیمریمین حکام کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ اس کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے طاہر بے اختیار سر ہلانے لگا اور فخر سے عمران کی طرف دیکھنے لگا جس نے بالکل آخری لمحے میں پورے مشن کا نقشہ ہی بدل دیا تھا اور اس کے خیال کے مطابق ایسا صرف عمران ہی کر سکتا تھا۔ اس وجہ سے اب وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

”اب میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں۔ میری غلطی تھی کہ تمہارا مقابلہ کرنے میں چل پڑا۔ اب اس کی سزا تو بھگتنی پڑے گی لیکن ابھی تک سمجھ نہیں پایا کہ یہ سب کیسے ہوا ہے۔ اگر تفصیل بتا دو تو ذہن مزید منتشر ہونے سے بچ جائے گا۔“ — جیکب نے بارے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس سے پہلے کہ تمہارا ذہن ہی پھٹ جائے میں تمہیں تفصیل بتا دیتا ہوں۔ مجھے تمہارے سپر مائنڈ کراؤس کی کارکردگی دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے اور خوشی کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے انسانیت کا ثبوت بھی دیا ہے اور پاکیشیائیوں کی زندگی کو اہم سمجھا ہے اور ان معصوم شہریوں کو ہلاک نہیں کیا جن کو بنیاد بنا کر کراؤس نے میرے ذہن سے ڈاکٹر غالب کا ایڈریس جاننے کی کوشش کی تھی مگر بعض اوقات انتہائی سمجھ داری کے باوجود چھوٹی سی بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال تمہارا ایجنٹ جان ڈیل ایجنٹ تھا۔ ایک طرف وہ یوگانی ایجنٹ تھا اور دوسری طرف شائن سار جیسی خبیثات کی بین الاقوامی تنظیم کا پاکیشیا میں چیف بھی تھا اور جب اس کا نام سامنے آیا تو معاملات کھلتے

دیا تھا اور تمہارے ساتھ ہی ایئر پورٹ پر آگیا تھا ورنہ میرے لیے یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ تمہاری گردن کی ہڈی اپنی جگہ چھوڑ جاتی۔“ عمران نے کہا۔

”مسٹر عمران میرا نام کارٹوس نہیں کراتوس ہے اور ایک دفعہ ناکام ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے ہار مان لی ہے۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا مگر میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جو کام مجھے کرنا چاہیے تھا وہ تم نے کر دیا یعنی انسانیت کے دشمن جان کو اور اس کی تنظیم کو ختم کر دیا۔ لیکن یاد رکھنا کارٹوس کی گردن اتنی بھی نرم نہیں ہے کہ تمہارے ہاتھوں میں آ کر ہڈیاں تڑواتی پھرے۔“ کارٹوس نے غصے سے جواب دیا۔

”تم سے زیادہ تمہارا چیف جیکب میرے بارے میں جانتا ہے کہ کوئی بھی گردن جب علی عمران کے ہاتھوں میں آ جاتی ہے تو ٹوٹی کیے ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے سپر مائنڈ کو یوں ضائع نہیں کرنا چاہے گا لیکن اگر تم کارٹوس سے جلا ہوا کارٹوس بن کر ہوا میں بکھرتا چاہتے ہو تو تمہاری خواہش کسی بھی وقت پوری کی جاسکتی ہے۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ وہ جان بوجھ کر سخت لہجہ استعمال کر رہا تھا تاکہ آئندہ پاکیشیا کے بارے میں کوئی مشن لیتے ہوئے یوگانی ایجنسی ہزار مرتبہ سوچے اور عمران جانتا تھا کہ جیکب اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے اس لیے وہ خود ہی اپنے ایجنٹ کو ٹھنڈا کر لے گا۔

”ویری سوری عمران۔ کارٹوس کی طرف سے میں معذرت کرتا

چلے گئے۔ اس کے علاوہ میرا ماننا ہے کہ جب حق پر کام کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ خود بخود مواقع عطا کرتا ہے کامیابی کے لیے۔ بس اس کے لیے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ میں نے یوگان میں مائیکل کے ڈرامے کو بظاہر سچ مانتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو واپس بھیج دیا تھا کیونکہ میں کارٹوس کو چیک کر چکا تھا اور اس کی تمام کاروائی بھی میری نظروں کے سامنے تھی۔“ عمران نے بولتے ہوئے کہا اور پھر مکمل تفصیل بتا دی۔ اس دوران طاہر مسلسل مسکراتا رہا۔ جیسے اسے ایسی ہی امید تھی کہ عمران سے جیتنا ناممکن ہے۔

”کاش مجھے اندازہ ہو جاتا کہ تم علی عمران ہو تو گاڑی میں ہی تمہیں ہلاک کر دیتا مگر تمہاری اداکاری سے ہار گیا۔“ دوسری طرف سے اس بار چیف جیکب کی بجائے دوسری تیز آواز سنائی دی۔

”ارے یہ تو سپر مائنڈ کارٹوس کی آواز ہے۔ جو سپر مائنڈ ہونے کے ساتھ ساتھ سپر انسان بھی ہے اور ہمدرد بھی ہے اور اب سب سے پہلے تو مسٹر کارٹوس تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے نہایت ذہانت سے ڈاکٹر غالب کا ایڈریس حاصل کیا مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھے کامیاب کیا اور میں ڈاکٹر غالب کو بازیاب کرنے میں کامیاب ہو گیا اس کے علاوہ تمہارے اس مشن کی وجہ سے شائن شار بھی منشیات فروش تنظیم سامنے آئی اور اس تنظیم کے خاتمے سے بے شمار نوجوانوں کا مستقبل بھی محفوظ ہوا ہے اور آخر میں تمہاری انسان دوستی دیکھ کر خوشی ہوئی تھی اسی لئے میں نے تمہاری ایجنسی کو ختم کرنے کا ارادہ ملتوی کر

ہوں۔ ہمارے ساتھ جو ہو گیا ہے وہی بہت ہے۔ اب میں تمہارے مقابلے میں اپنا کوئی ایجنٹ نہیں لاؤں گا کیونکہ تم سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ویسے بھی مقابلہ انسانوں سے تو ہو سکتا ہے مگر تم جیسے ہر ہیومن سے مقابلہ ممکن ہی نہیں ہے۔“ چیف جنیکب نے فوراً ہی معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے تمہاری بات پر بھروسہ کر کے اور کراؤس کی ذہانت دیکھتے ہوئے تمہاری ایجنسی پر آئی ہوئی مصیبت دور کروا دیتا ہوں کیونکہ مجھے علم ہوا ہے کہ تمہارے اعلیٰ حکام تمہاری ایجنسی سے شدید ناراض ہو چکے ہیں اور اس کو ختم کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔“ عمران نے کہا اور عمران کی بات سن کر جنیکب اور کراؤس یکدم اچھل پڑے تھے۔

”اوہ عمران اگر تم یہ کراؤ تو میں زندگی بھر تمہارا احسان مند رہوں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔“ چیف جنیکب نے منت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”بے فکر رہو۔ ہو جائے گا۔“ عمران نے مختصر جواب دیا۔

”مسٹر عمران کیا آپ میری ایک بات کا جواب دیں گے۔“ اچانک دوسری طرف سے کراؤس نے اس بار نرم لہجے میں پوچھا۔

”بالکل کارؤس کی بات کا جواب تو دیتا ہی چاہیے ورنہ اس سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چلیں اگر آپ مجھے کارؤس کہنے پر خوش ہیں تو ایسے ہی سکی۔ کیونکہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آپ کے

سامنے آنے کے لیے مجھے صدیوں ٹریننگ کی ضرورت پڑے گی۔ کیونکہ جب اتنی دیر آپ کے ساتھ گاڑی میں رہ کر آپ کو پہچان نہیں پایا تو اس کا مطلب ہے کہ آپ ہر لحاظ سے مجھ سے برتر ہیں مگر اس راز سے پردہ اٹھا دیں کہ ڈاکٹر غالب مائیکل کیسے بن گیا۔“ اس بار کراؤس نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

”اس بارے میں شاعر کہتا ہے کہ پردہ اگر اٹھا دیا جائے تو بھید کھل جاتا ہے لیکن چونکہ تم نے اب دوستانہ لہجے میں بات کی ہے اس لیے تمہارے لیے پردہ اٹھا دیتا ہوں۔ جیسا کہ اس بار تم لوگوں کی طرف سے پناہ نام کا استعمال ہوا ہے تو میں نے بھی جواب اسی انداز میں دیا ہے ورنہ عام طور پر میں ایسے طریقہ کار کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے اس بار اپنے ایجنٹ کو اپنے ہی گروپ کی نگرانی پر لگا رکھا تھا جس کی وجہ سے مائیکل کی لوکیشن سامنے آگئی تھی اور میں بلیک سپر کے روپ میں مائیکل کی آواز پہچان چکا تھا۔ اس کے بعد مخصوص حربے استعمال کر کے مائیکل سے تمام معلومات اھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں مخصوص فیڈنگ کر کے اسے طویل بے ہوشی کا انجکشن بھی لگا دیا تھا اور پھر یہ تم لوگوں کی بد قسمتی کہ مائیکل کی گرل فرینڈ کے سیکشن کی تحویل میں ڈاکٹر غالب کو دیا گیا تھا۔ اس بات کا سراغ لگتے ہی مائیکل کے ذریعے اس کی گرل فرینڈ ڈیسی سے رابطہ ہوا اور پھر اس کو بھی مخصوص عمل کے ذریعے ذہنی فیڈنگ دے دی گئی۔ اسی لیے تو وہ ڈاکٹر غالب کی جسمانی ساخت کے بارے میں خاموش رہی ورنہ تم خود

جانتے ہو کہ ڈاکٹر غالب کنرور انسان ہیں اور مائیکل اچھے خاصے جسم کا مالک ہے۔“ — عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ جبکہ طاہر بے اختیار ہنس پڑا تھا۔ وہ تصور میں اکیڑہاچھٹا کی حالت سے محفوظ ہو رہا تھا جب مائیکل نے انہیں اپنی اصل حیثیت کے بارے میں بتایا ہوگا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں اور یہ بھی مانتا ہوں کہ آپ ہی اصل سپر مائینڈ ہیں اور آپ سے دوستی کی درخواست کرتا ہوں۔“ — کراؤس نے اس بار پر خلوص لہجے میں کہا۔

”مجھے خوشی ہے کہ تم میں ذہانت کے ساتھ ساتھ انسانیت بھی موجود ہے اس وجہ سے تمہاری انجینی کو معاف کیا جاتا ہے۔ ورنہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایجنٹس دشمن کو ان کے اپنے ہی گھر میں گھس کر مارنے کا حوصلہ اور ہمت رکھتے ہیں اور یہ تو ہوگئی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لیے کام کرنے والے ایجنٹ علی عمران کی بات۔ مگر علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بہت خوشی محسوس کر رہا ہے تم سے دوستی کر کے کہ ایک ذہین انسان سے دوستی ہوئی ہے۔“ — عمران نے قدرے سخت لہجے میں بات کرتے ہوئے آخر میں اپنا لہجہ دوستانہ کر لیا تھا۔

”عمران صاحب آپ کی صاف گوئی سے آپ کا احترام مزید بڑھ گیا ہے اور خوشی اس بات کی ہے کہ آپ سے اب دوستی ہوگئی

ہے۔“ — کراؤس نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”چلو اس دوستی کے تحفے کے طور پر تمہاری انجینی کو تمہاری ہائی کمائنڈ سے چھٹکارا دلوانے کا وعدہ کرتا ہوں۔“ — عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”عمران صاحب آپ کے اس عظیم تحفے کا بہت شکریہ۔ آپ اب مجھے ہمیشہ اپنا دوست ہی پائیں گے۔“ — کراؤس نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

”عمران یہ تمہارا ہی ظرف ہے کہ تم دشمنوں کو بھی اپنا دوست بنا لیتے ہو۔ اب مجھے یقین ہے کہ کراؤس تم سے دوستی کرنے کے بعد بہت کچھ سیکھ پائے گا مگر براہ مہربانی اپنا وعدہ یاد رکھنا۔“ — اس بار چیف جیکب کی آواز سنائی دی تھی۔

”بالکل وعدہ یاد ہے مگر پاکیشیا میں چونکہ کال ریٹ بہت مہنگا ہے اور میں نمبر اغریب آدی۔ اس سے پہلے کہ اس کال کا بل میں تمہارے آفس بھجوں اور تم بھی میری طرح کنگال ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے کہ میں فون رکھ دیتا ہوں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور فون کا رسیور رکھ دیا۔

”مگر عمران صاحب اس ایجنٹ کراؤس کو راستے سے ہٹانا بہتر تھا کیونکہ پاکیشیا کی ایک خفیہ لیبارٹری اس کی نظروں میں آگئی ہے اور اس قدر جدید لیبارٹری کو بند بھی نہیں کیا جاسکتا۔“ — طاہر نے فوراً اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

”جناب ایکسٹو صاحب مجھے آغا سلیمان پاشا کی غصیلی نظروں سے بچنا تھا اس لئے جب میں کرا تواس کی گاڑی میں لفٹ لے سکتا ہوں تو کرا تواس کے ذہن سے یہ لیبارٹری والی بات بھی ایسے محو کر سکتا ہوں کہ اب کبھی اس کو یاد ہی نہیں آئے گا کہ لیبارٹری ہوتی کیا ہے تاکہ تم جیسے کنبوس سے چیک میں کچھ صفر بڑھانے کی درخواست کر سکوں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب اگر پہلے بتا دیتے تو اتنا خون نہ جلتا میرا۔“ طاہر نے مصنوعی ناراضی سے جواب دیا۔

”یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی کہ خون کتنا جلا اور کتنا بچا۔ پہلے تو بڑی مالیت کے چیک کی بات ہو جائے۔“ — عمران نے تیز کی سے کہا۔

”ارے ایک تو ایکسٹو کا خون جلا دیا ہے اور اب ایکسٹو سے چیک کا مطالبہ بھی کیا جا رہا ہے۔ اب آپ کے چیک کی رقم سے ایکسٹو کے خون کی روانی کو پھر سے برقرار رکھا جائے گا۔“ — طاہر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔ وہ۔ وہ میرا چیک۔ وہ چھوٹا سا چیک۔ وہ ظالم سلیمان سے بچنے کا واحد حل کیا اب وہ بھی۔“ — عمران نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”جی عمران صاحب بالکل ٹھیک سمجھے۔“ — طاہر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ اب سلیمان جو پہلے ہی اپنے ادھاروں کی فہرست ہاتھ میں لیے دروازے میں کھڑا میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ مجھے خالی ہاتھ دیکھ کر تو وہ گھر میں اب میرا داخلہ ہی بند کر دے گا۔ اس لیے میرے خیال میں یوگان کی انجمنی کو ایکریمیا اور یوگان کی ہائی کمانڈ کے عتاب سے بچا کر سلیمان کی غصیلی نظروں سے بچنے کا بندوبست کر لوں۔“ — عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور جلدی سے فون کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ جبکہ طاہر عمران کی اداکاری دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگا۔

ختم شد

ہولومشن

بلیک فائل جس کی حفاظت کی ذمہ داری کافرستان کی سیکرٹ سروس کو سونپی گئی مگر شگل کو چیف آف سیکرٹ سروس کے عہدے سے برطرف کر کے کرئل پرتاب کو سیکرٹ سروس کی کمانڈ سونپ دی گئی۔ کیوں؟

کرئل پرتاب کرئل فریدی کی زیر دسروس کا ہونہار ایجنٹ۔ جو سانپ سے زیادہ پھرتلا اور خطرناک تھا۔

قاسم اور عمران دشمنوں کے روپ میں آئے۔ قہقہوں کی بارش۔

مشن کے دوران پاکیشیا سیکرٹ سروس دو گروپس میں تقسیم ہو گئی۔ جولیا اور اس کے ساتھیوں نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر علی عمران کی سربراہی میں کام کرنے سے انکار کر دیا مگر تنویر جولیا اور باقی ساتھیوں سے لڑ پڑا۔ کیوں؟

عمران بلیک فائل حاصل کر لینے میں کامیاب ہو گیا مگر بلیک فائل حاصل کر لینے کے باوجود عمران فائل کو پڑھ نہ پایا۔ کیا واقعی؟

سپنس اور ایڈونچر سے بھرپور ناول جس میں قہقہوں کی بارش بھی ہوگی اور کرئل فریدی کے تربیت یافتہ کرئل پرتاب کا ایکشن اور عمران کا ری ایکشن۔

لئے کا پتہ -

یوسف برادرز غزنی سٹریٹ - اردو بازار لاہور

Mob.0300-9401919



ڈی تھ گروپ

ڈی تھ گروپ جس کی دہشت پورے شہر پر چھائی ہوئی تھی۔

عمران اور ساتھی ڈی تھ گروپ کے فرضی مہمان بن کر ایک ہوٹل میں پہنچ گئے۔ پھر کیا ہوا؟ انتہائی دلچسپ صورت حال؟

ایڈورڈ ہاور ڈی تھ گروپ کا لیڈر جس نے جولیا کو عمران اور اس کے ساتھیوں کے سامنے بھرے مجمع میں انگو اکریا اور تنویر کو گولی ماری؟

ڈی تھ گروپ جس کے مقابلے میں آ کر عمران اور اس کے ساتھیوں کو قدم قدم پر موت اور تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

ڈی تھ گروپ جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کی موجودگی میں ان کی رہائش گاہ کو خوفناک بموں سے اڑا دیا۔

ڈی تھ گروپ جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا عزم کر رکھا تھا۔

کیا عمران اور اس کے ساتھی ڈی تھ گروپ کے مقابلے میں بے بس ہو گئے؟ تیز رفتار ایکشن اور جان لیوا سپنس سے بھرپور

لئے کا پتہ -

یوسف برادرز غزنی سٹریٹ - اردو بازار لاہور

Mob.0300-9401919

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور یادگار ناول

[مکمل ناول] پاور ایجنٹ

ہڈ کاراکاز ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم جس نے پاکستان سے ایک سائنسدان کو فارمولے سمیت اغواء کر لیا۔

ہڈ پاور ایجنٹ پاکستان سیکرٹ سروس کا رکن جسے اکیلے ہی سائنسدان اولڈ فارمولے کو واپس لانے کا مشن سونپا گیا۔

ہڈ پاور ایجنٹ جو اکیلا ہونے کے باوجود کاراکاز کے سینکڑوں تربیت یافتہ افراد کو روندتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

ہڈ پاور ایجنٹ جس نے اپنے خوفناک اور پاورفل ایکشن سے ہر طرف لاشیں ہی لاشیں بکھیر دیں۔

ہڈ مارسیلا ایک نیا منفرد اور دلچسپ کردار جس نے قدم قدم پر پاور ایجنٹ کی مدد کی۔ لیکن جب اس نے مستقل طور پر ساتھ رہنے کا اظہار کیا تو پاور ایجنٹ نے اسے بھی ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیا مارسیلا پاور ایجنٹ کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی۔ یا؟

ہڈ پاور ایجنٹ جس کی مدد کے لئے عمران اور پاکستان سیکرٹ سروس کی علیحدہ ٹیم بھیجی گئی لیکن عمران اور اس کے ساتھیوں کی زندگیاں بھی پاور ایجنٹ کو بچانی پڑیں۔ کیسے اور کیوں؟

ہڈ مارسیلا جو کاراکاز کے اعلیٰ عہدیدار کی بیوی تھی لیکن اس نے پاور ایجنٹ کی قدم قدم پر رہنمائی کی۔ کیوں اور کیسے؟

ہڈ پاور ایجنٹ جو اپنی کارکردگی کے لحاظ سے کاراکاز کے لئے موت کا فرشتہ ثابت ہوا۔

ہڈ پاور ایجنٹ کون تھا؟ کیا وہ اپنے بے پناہ ایکشن کے باوجود اپنے مشن میں کامیاب بھی ہو سکا۔ یا؟

ہڈ وہ لمحہ جب پاور ایجنٹ اور مارسیلا دونوں ایک جدید ترین ہیلی کاپٹر میں محو پرواز تھے لیکن اچانک ہیلی کاپٹر کا تمام نظام جام ہو کر رہ گیا اور ہیلی کاپٹر سیدھا سمندر میں جا گرا۔

✦ انتہائی دلچسپ واقعات - ✦ بے پناہ تیز رفتار ایکشن۔

✦ اعصاب شکن سسپنس -

ایک ایسا ناول جو ہر لحاظ سے یادگار اور منفرد انداز کا ناول ہے۔

محمد ماریٹ
یوسف برادرز
لاہور

غزنی سٹریٹ - اردو بازار

سیکرت آئی

(مصحف - صلاح الدین اصفی)

﴿: دنیا کا سب سے انوکھا کام ہو گیا۔ عمران نے حماقتوں سے توبہ کر لی۔ کیا واقعی؟
﴿: عمران، جس کا نام سن کر سیکرٹ ایجنٹس کئی کتر اجاتے تھے، نے جاسوسی چھوڑ
کر لیبارٹری میں ملازمت اختیار کر لی۔
﴿: سر عبدالرحمان، عمران کے فیصلے پر پر جوش مگر سرسلطان، بلیک زبرد اور پاکیشیا
سیکرت سروس کے ممبران پر خبر بجلی بن کر گری۔
﴿: سیکرٹ آئی، ایکریمیا کی خفیہ ایجنسی جس نے پاکیشیا میں اپنے نیچے گاز کر
خونفاک کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔

﴿: عمران نے جولیا سے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ جولیا یہ صدمہ برداشت کر سکی؟
سلمان نے عمران کی سنجیدگی سے تنگ آ کر فلیٹ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔
﴿: وہ لمحہ، جب ایکسٹو نے سیکرٹ سروس کے ممبران کو عمران سے مکمل لائق
اختیار کرنے اور اس کی مگرانی کے لئے تحقیقاتی ٹیم تشکیل دے دی۔ انتہائی
حیرت انگیز چوکشن۔

﴿: پیٹر یاس سیکرٹ آئی کا سپرائیٹ جس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی آنکھوں
میں دھول جھونک کر انتہائی خونفاک مشن مکمل کر لیا۔

﴿: وہ لمحہ، جب جولیا، صنفرد اور تنویر پیٹر یاس کو گرفتار کرنے کے لئے آگے بڑھے
تو موت کے بھیا تک سائے پھلتے چلے گئے۔

﴿: وہ لمحہ، جب پیٹر یاس کی شکست یقینی تھی مگر سیکرٹ آئی کی سپرائیٹ ٹو جلیس
نے آخری لمحوں میں اسے فتح میں بدل دیا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس ہاتھ ہلتی
رہ گئی۔ پھر اس کے بعد؟

﴿: وہ لمحہ، جب بلیک زبرد کو پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کریڈیٹ ہلنی بچانے کے لئے دانش
منزل سے باہر نکلنا پڑا۔ کیا سیکرٹ سروس دشمن کے مقابلے میں ناکام ہو گئی؟
﴿: عمران ایکریمین ایجنٹ کی پاکیشیا کے خلاف سرگرمیاں خاموشی سے دیکھتا
رہا۔ کیوں؟

اسرار کے دھندلکوں میں لپٹی ہوئی ایک ہنگامہ خیز سسپنس فل کہانی۔

شائع ہو گیا ہے آج ہی اپنے قریبی
بک شال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لئے کا پی۔
یوسف برادرز
الحمد مارکیٹ
لاہور
غزنی سٹریٹ - اردو بازار

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور یادگار ناول

کرائم سٹی

مکمل ناول

مصنف: ظہیر احمد

مادام بلیک - جس کے ہزاروں روپے تھے۔ جسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

مادام بلیو - جس نے اولینڈ کے ایک شہر پر اپنا قبضہ جما رکھا تھا۔ کیوں؟

ایکسٹو - جس نے عمران کو کرائم سٹی کے مشن پر جانے سے روک دیا۔ کیوں؟ اور کیا واقعی عمران رک گیا۔

جولیا - جس کے سامنے مادام بلیک بے نقاب ہو کر آگئی تھی مگر؟ کیا واقعی وہ مادام بلیک تھی؟

جولیا اور اس کے ساتھی جہاں سے اپنا سفر شروع کرتے تھے واپس وہیں پھینک دیئے جاتے تھے۔ کیوں؟

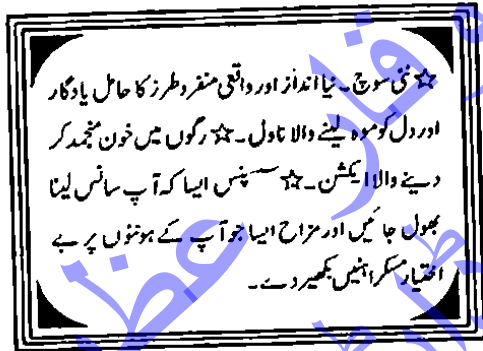
عمران - جو اولینڈ میں موجود تھا مگر پاکیشیا سیکرٹ سروس اس سے بے خبر تھی۔

کرائم سٹی - جہاں کا تھکا تھکا ان کا دشمن تھا۔

کرائم سٹی - جہاں ایک بہت بڑے قلعے میں انہیں زندگی اور موت کی جنگ لڑنا پڑی۔ عمران جولیا کے سامنے بھی تھا اور نہیں بھی۔ حیرت انگیز پوٹیشن۔

ریڈ فاکس کون تھی اور وہ عمران کا ساتھ دینے پر کیوں مجبور تھی؟ مادام بلیو - عمران اور سیکرٹ سروس کو زندہ برقی بھینوں تک پہنچانے میں کامیاب ہوگئی۔ کیسے؟

مادام بلیک - جس کا آخر میں راز کھلا تو عمران اور سیکرٹ سروس کے مہمان دانستوں تلے انگلیاں دبا کر رہ گئے۔ مادام بلیک کا ایک ایسا روپ جس کے بارے جان کر آپ بھی اچھل پڑیں گے۔



ایک ایسا ناول جو یقیناً آپ کے اعلیٰ معیار پر پورا اترے گا۔

شائع ہو گیا ہے۔ آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں۔

یوسف برادرز غزنی سٹریٹ - اردو بازار
الحمد مارکیٹ لاہور

عمران سیریز میں اپنی طرز کا انوکھا ناول

مکمل ناول

مصنف
محمد عثمان علی

بارڈ نمبر

اسپیشل ڈیپتھ

♦ علی عمران - جس نے سر عبدالرحمان کے سامنے ان کے دوست ڈاکٹر
ذیشان کو بڑی بے رحمی سے مار ڈالا - کیوں؟
سلیمان جو خوفناک بم پھٹتے ہی شدید زخمی ہوا اور عمران کے بازوؤں
میں تڑپتے ہوئے مر گیا - کیسے؟
♦ علی عمران - جو سلیمان کو مرتا دیکھ کر بے قابو ہو گیا اور سر عبدالرحمان نے
اسے اریسٹ کرتے ہوئے پولیس جیپ میں بٹھالیا -
♦ ٹائم ایکشن گروپ ایکریمیا کا اسپیشل گروپ جو پاکیشیا میں ڈبل مشن
لے کر آیا اور اس نے اپنا مشن مکمل بھی کر لیا -
♦ ایس ایف جی - فلسطینی مسلمانوں کی آزادی کی جنگ کے لیے پاکیشیا
میں تیار کیا جانے والا فارمولا - جسے ایکریمیا حاصل کرنا چاہتا تھا -
♦ وائیلنس کارٹ - ٹائم ایکشن گروپ کا باس - جس نے عمران کو اسپیشل
ڈیپتھ کے طور پر ہٹ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو پھر؟

♦ علی عمران - جو وائیلنس کارٹ کے ڈائجنگ پلان میں پھنس کر یقینی طور پر
اسپیشل ڈیپتھ کا شکار ہو گیا - کیا واقعی - اسپیشل ڈیپتھ کیا تھی؟
♦ علی عمران - جس کے مرنے کی تصدیق ڈاکٹر صدیقی نے بھی کردی اور
عمران کے مرنے کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی -
کیا واقعی؟
♦ اسپیشل ڈیپتھ - جس میں سر عبدالرحمان اور سو پر فیاض شدید زخمی اور چند
کانشیبل ہلاک ہو گئے -
♦ علی عمران - جس کے مرنے کے بعد تمام سیکرٹ سروس سکتے میں آ گئی اور
سب کی آنکھیں رن وغم کے مارے غم ہو گئیں -
♦ ایکسٹو - جس نے ناصر ف سیکرٹ سروس کو سنبھالا بلکہ انہیں ایس ایف
جی مشن پر روانہ بھی کیا - پھر کیا ہوا -
♦ تنویر - جس نے عمران کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر بھیا تک موت
مارنے کا فیصلہ کر لیا - کیا تنویر عمران کے قاتلوں کو ڈھونڈے گا؟
♦ ڈارک کلب - جہاں خاور اور تنویر کو گولیوں کا نشانہ بنادیا گیا - کیا
خاور اور تنویر مر گئے -
♦ مورین اور لوسیا ٹائم ایکشن گروپ کی ممبر - جنہوں نے نہایت آسانی

کے ساتھ ایس ایف جی فارمولے اور پاکیشیائی زیرولبارٹری کے متعلق معلومات حاصل کر لیں۔ کیا واقعی۔ مگر کیسے؟

آئی این ٹی۔ عمران کا شاگرد جو عمران سے بھی حماقتوں میں تین جوتے آگے تھا۔

آئی این ٹی۔ جسے ایکسٹو نے سیکرٹ سروس کالیڈر بنادیا۔ کیا واقعی؟

علی عمران۔ ایسا کردار جو آپ کے ذہنوں میں اپنا تاثر چھوڑ جائے گا۔ آئی این ٹی کون تھا اور اس کا کیا ہوا؟

وہ لمحہ جب رانا ہاؤس میں مورین لوسیا اور جولانا، کیپٹن شکیل، صدیقی، چوہان کے درمیان خوفناک اور زبردست فائنٹ ایکشن چلا۔ پھر۔

ایلو نی۔ جس نے خاور اور تنویر پر ایس ایس پوائنٹ فائر کر دیئے اور خاور اور تنویر اس کی نظروں کے سامنے تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گئے۔

ڈاکٹر صدیقی۔ جس نے خاور اور تنویر کے مرنے کی خبر ایکسٹو تک پہنچا دی اور آپریشن روم میں موجود دونوں ایکسٹو چونک پڑے۔

★ وہ دو ایکسٹو کون تھے ★

وہ لمحہ جب مادام ڈومیری اور جولیا کے درمیان زبردست اور خونی فائنٹ ہوئی۔

وہ لمحہ جب مکی اور ہاپ نے مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے اس کار کونشیب میں گرا دیا جس میں جولیا، صفدر اور نعمانی بیٹھے ہوئے تھے۔ کار نشیب میں گرتے ہی خوفناک دھماکے سے پھٹ گئی۔ کیا وہ تینوں ہلاک ہو گئے یا؟

بے پناہ اور نان شاپ ایسا سسپنس کہ قارئین کے ذہن بھی جھٹکے کھا جائیں۔ مزاح فنکشن، ایڈوٹ اور ایکشن کے سروں پر تیز رفتاری کے ساتھ چلنے والی نوکیلی کہانی۔

اپیشل طور پر لکھا گیا ہارڈ نمبر ناول۔ جسے ختم کرنے کے بعد بھی قارئین سسپنس کے سمندر سے نہیں نکل پائیں گے۔ ایکشن، سسپنس سے بھرپور اچھی اور طویل کہانیاں پڑھنے والوں کے لئے محمد عثمان علی کی طرف سے دھماکہ خیز خصوصی ناول

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال
یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں۔

شانع ہو گیا ہے

یوسف برادرز غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار
لاہور

شہرہ آفاق مصنف جناب مظہر کلیم ایم اے کی عمران سیریز

ریڈ آرمی ————— دوم	ریڈ اتھارٹی ————— اول
ریڈ آرمی نیٹ ورک ————— اول	ریڈ اتھارٹی ————— دوم
ریڈ آرمی نیٹ ورک ————— دوم	لاسلکی ————— مکمل
ریڈ فلگ ————— مکمل	ڈارک آئی ————— اول
پرل پائریٹ ————— مکمل	ڈارک آئی ————— دوم
مکروہ چہرے ————— مکمل	سنیک کلرز ————— مکمل
کراؤن ایجنسی ————— مکمل	شو دربان ————— اول
فیمن سوسائٹی ————— اول	شو دربان ————— دوم
فیمن سوسائٹی ————— دوم	سی ایگل ————— اول
لاسٹ موومنٹ ————— مکمل	سی ایگل ————— دوم
سمارٹ مشن ————— مکمل	چیف ایجنٹ ————— اول
سپر ماسٹر گروپ ————— مکمل	چیف ایجنٹ ————— دوم
تھرڈ بل مشن ————— مکمل	ایگروسلن ————— مکمل
فورٹ ڈیم ————— مکمل	کاسمک شار ————— اول
بینگنگ ڈیٹھ ————— مکمل	کاسمک شار ————— دوم
فیوگی ٹالسک ————— مکمل	ریڈ آرمی ————— اول

لاہور ————— الحمد مارکیٹ ————— یوسف برادرز ————— غزنی سٹریٹ — اردو بازار